ماہرہ
PDFBOOKSFREE.PK
عبدالسلیم شہزاد

باب پہلا

طاہرہ

مٹیا برج کلکتہ میں ہمارے والد کے ملنے والوں میں ایک قابل بزرگ تھے۔ لائق الدولہ بڑے وضعدار آدمی تھے۔ جس سے جو تعلقات ہو گئے۔ مجال کیا کہ ان میں فرق آئے۔ فارسی کے منشی بے بدل تھے۔ اور والد کو بھی انشا پردازی کا شوق تھا۔ یہی چیز والد میں اور ان میں خلوص محبت کا باعث ہوئی۔ میری فارسی کی کتابیں جب نکل گئیں تو والد نے مجھے ان کے سپرد کر دیا کہ فارسی عبارت آرائی سیکھوں۔ چنانچہ میں روز صبح کو ایک مسودہ لکھ کے لے جاتا اور وہ اصلاح دے دیا کرتے۔

میں ان دنوں نوعمر لڑکا تھا پندرہ برس سے زیادہ عمر نہ تھی اور لائق الدولہ بہادر کی عمر ۶۰ سال سے متجاوز کر چکی تھی۔ مگر باوجود اس اختلاف مذاق کے میرے ساتھ ان کا برتاؤ استاد شاگرد کا نہ تھا۔ بلکہ دوستوں کی طرح ملتے۔ ان کی وضع قطع یہ تھی۔ گہرا سانولا رنگ داڑھی بالکل صفاچٹ جس پر روز استرا پھرتا۔ نہایت سفید شربتی کا براق انگرکھا۔ اس کے نیچے کرتا کبھی نہیں پہنا۔ پنڈسی کا سانولا پن شربتی کے نیچے بھورے سر کا کام دیتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا۔ غرضیکہ پائنچوں کا گوٹ دار پیجامہ اور سر پر جامدانی کی دو پلڑی ٹوپی۔

www.pdfbooksfree.pk

روز نہاتے اور روز نیا جوڑا بدلتے۔ مگر یہ وضع فقط باہر کی تھی گھر میں ہمیشہ ایک غرقی باندھے بیٹھے رہتے صفائی کا خیال جنون کی حد کو پہنچ گیا تھا۔ دن بھر میں چار چار پانچ پانچ بار اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے اور روز کا رے کہ گھر بھر کا جالا چھڑاتے۔

حقے کا بڑا شوق تھا۔ خود اپنے ہاتھ سے حقہ بھر بھر کے پیا کرتے۔ میں نے بارہا کہا کہ لائیے میں بھر لاؤں۔ مگر ان کی دہقانی کے خلاف تھا۔ کبھی نہ منظور کیا۔

واجد علی شاہ نے انہیں لائق الدولہ خطاب دیا تھا۔ اور یہ خطاب اس قدر مشہور ہوا کہ اصلی نام کو شاید خود ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ مجھے بھی ان کا نام نہیں معلوم جب کوئی پوچھتا "اسم شریف" جواب دیتے خاکسار کو نالائق الدولہ کہتے ہیں۔

میں ان کے پاس جاتا تو صرف اصلاح کے لئے تھا۔ مگر وہ ایسے مہربان تھے۔ کہ گھنٹوں بٹھاتے اور جب اٹھنے کا ارادہ کرتا کہتے "کہاں جاؤ گے بیٹھو" اور ان کے اخلاق اور بزرگانہ محبت نے ایسا گرویدہ بنا دیا تھا۔ کہ میرا بھی ان کی صحبت میں دل لگتا۔ اور جی چاہتا کہ یہیں بیٹھا رہوں۔ اگلے زمانہ کی باتیں وہ ایسے دلچسپ انداز سے بیان کرتے کہ ان میں کہانی سے زیادہ مزا آتا ہے اور میں ہمیشہ ان کی باتوں کا شائق رہتا۔

خود اپنا حال بیان کرتے کہ "میں نصیر الدین حیدر کے زمانے میں آٹھ نو سال کا بچہ تھا اور نہایت شریر اور ڈھیٹ تھا۔ والد شاہی ڈیوڑھی کے منشی تھے۔ کبھی کبھی میں بھی ان کے ساتھ دربدولت پر چلا جاتا۔ ایک دن دربانوں کی آنکھ بچا کے بادشاہ کی خلوت گاہ میں پہنچ گیا۔ نصیر الدین حیدر شراب پیئے خواصوں میں بیٹھے تھے مجھے دیکھتے ہی اٹھ کے دوڑے اور میرے کپڑوں پر پیک کی کلی کر دی۔ ناک میں شراب کی بو آئی۔ تو میں نے ناک سکوڑی۔ بادشاہ نے پوچھا "یہ تم نے ناک کیوں سکوڑی؟

میں نے کہا "اور تم نے کلی کیوں کر دی؟" اس جواب پر انہوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا "ماروں"؟ "میں نے کہا" مارو مارو دیکھیں کیسے مارتے ہو؟" میرے اس جواب پر بادشاہ کو ہنسی آگئی اور پوچھا "یہ کس کا لڑکا ہے؟"

اتنی دیر میں محل میں ہلچل پڑ گئی تھی۔ سب ڈرے اور سہمے ہوئے تھے۔ سامنے جانے کی کسی میں جرأت نہ ہوتی تھی۔ والد بھی ایک کونے میں دبکے پڑے تھے اور مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔ جب بادشاہ نے پوچھا "یہ کس کا لڑکا ہے" تو کانپتے لڑکھڑاتے سامنے گئے اور دست بستہ عرض کیا "غلام اور یہ دونوں خانہ زاد ہیں" میں نہ لاتا تھا زبردستی ساتھ چلا آیا۔ اور سب کی آنکھ بچا کے جہاں پناہ کے قدموں تک پہنچ گیا۔ نصیر الدین حیدر نے کہا "یہ تو خیر ہوگا۔ مگر بھئی تمہارا لڑکا بڑا بہادر ہے مجھ سے کہتا ہے دیکھوں کیسے مارتے ہو۔ میں نے اسے رسالۂ نادری کا رسالدار مقرر کیا" فوراً والد نے مجھے زبردستی جھکا کر کہا "آداب بجا لاؤ" میں نے سلام کیا۔ انہوں نے فوراً جھٹ سے روپیہ نکال کے نذر دکھائی جس پر بادشاہ نے ہاتھ رکھ دیا۔ بس اسی گھڑی سے میں رسالدار تھا مجھے شہسواری کی تعلیم دی جانے لگی۔ فنون جنگ سکھائے جاتے تھے۔ اور غدر کے زمانہ تک میں رسالدار رہا لکھنا پڑھنا میرے گھر کی چیز تھی۔ مگر رسالداری نے اس کی طرف سے بے پرواہ کر دیا۔ اور شاید میری بدشوقی جاہل رکھتی۔ مگر خدا کو منظور تھا میں کچھ لکھ پڑھ جاؤں۔ ایک بیگم صاحب میری حال پر مہربان ہوگئیں اور انھیں نے مجھ کو فارسی میں شد بد کر دیا۔

یہ سن کر میں نے حیرت سے پوچھا "تو آپ نے استانی سے پڑھا ہے۔ کسی مولوی سے نہیں پڑھا؟ مگر ایسی لائق استانیاں شاید اس زمانے میں ہوں اب تو نہیں

www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔

انہوں نے کہا "ایسی قابل اور صاحب کمال عورت نہ کوئی اس زمانے میں تھی۔ اور نہ اب ہے۔ ان بیگم صاحب کی شان ہی کچھ اور تھی۔"

میں نے کہا "کچھ تو ان کے حالات بیان کیجئے۔" فرمایا "بھئی کہاں تک سنوگے بڑی بھاری داستان ہے" اس جواب پر مجھے اور اصرار ہوا۔ ارشاد ہوا۔ اچھا اب کی ہفتہ کو سویرے آجانا۔ تمہیں بتاؤں گا کہ وہ بیگم صاحب کون تھیں۔ انہوں نے کیونکر علم و فضل حاصل کیا اور مجھ پہ کیسے مہربان ہوئیں۔"

ان باتوں نے مجھے ان بیگم صاحب کا حال سننے کا بیحد مشتاق بنا دیا۔ دن نہیں گھڑیاں گن گن کے ہفتہ کی رات ختم کی اور صبح تڑکے نماز پڑھتے ہی لائق الدولہ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میری صورت دیکھتے ہی انہوں نے مسکرا کے کہا۔ "تمہیں بڑا شوق ہے خیر تم سے بیان کر دوں گا۔ مگر یہ قصہ ایک بڑا گہرا راز ہے جس کو میں نے آج تک کسی کے سامنے بیان نہیں کیا۔

وہ اپنے گھر میں تنہا رہا کرتا تھے۔ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے دنیا میں ان کا کوئی عزیز نہیں ہے۔ صرف ایک محلے کی عورت کھانا پکا کے دے جایا کرتی۔

انہوں نے حقہ بھر کے سامنے رکھا۔ پاندان کھول کے دس بارہ گلوریاں بنا کے خاصدان میں رکھ لیں۔ اور فارغ البال ہو کر یہ حالات بیان کرنا شروع کئے۔

لکھنؤ میں میرا مکان لوہے کے پل کے قریب بیلی گارد (ریڈیڈنسی) کی مشرقی دیوار کے نیچے تھا۔ اور ہمارے مکان سے ملا ہوا ایک عالی شان محل تھا جس میں اکیلی ایک بیگم صاحب رہتی تھی۔ اور ان کا نام طاہرہ بیگم تھا بہت خوش حال تھیں۔

روپے پیسے کی کمی نہ تھی۔ کئی پیش خدمتیں کام کاج کو ہر وقت حاضر رہتیں۔ کپڑے سینے کے لئے مغلانی ملازم تھی۔ باورچی خانے میں دو دو مائیں مقرر تھیں۔ دروازے پر دو خدمت گار اور چار پہرے والے تھے۔ غرض اچھی خاصی کسی امیر کی ڈیوڑھی معلوم ہوتی تھی مگر تعجب کی بات یہ تھی کہ اس گھر میں مرد کا نام نہ تھا۔ ان بیگم صاحب کا کوئی شوہر تھا نہ باپ نہ بھائی اور نہ کوئی عزیز۔ شہر کے کسی اور گھر سے آمد و رفت بھی نہ تھی۔ ہمیشہ تنہا رہتیں۔ اکثر بیلی گارد سے دو ایک انگریزنیں ان سے ملنے کو چلی آتیں اور گھنٹوں بیٹھی باتیں کیا کرتیں۔

میری عمر اس زمانے میں آٹھ سال کی تھی۔ مہینہ ہی بھرا ہوا تھا کہ بادشاہ نے مجھے رسالدار بنایا تھا۔ اور مجھ کو رسالداری کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔ سارے شہر میں میری شہرت ہوگئی تھی۔ ایسا چھوٹا نابالغ رسالدار کبھی کسی نے کاہے کو دیکھا تھا۔ سب کو حیرت تھی کہ میری کون سی چیز بادشاہ کو پسند آگئی۔ اور شہر کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی نہ تھا۔ جو میری صورت دیکھنے کا مشتاق نہ ہو۔ اور میں بھی رسالدار کی وضع بنا بنے اور سب کے خوش کرنے کے لئے ہر وقت تلوار باندھے رہتا۔

ایک دن اپنے دروازے پر تلوار باندھے کھیل رہا تھا۔ کہ دو انگریزنیں جو طاہرہ بیگم کی دوست تھیں۔ ان سے ملنے کو آئیں۔ مجھے ان کی صورت گوری رنگت اور صاف ستھرے کپڑے ایسے بھلے معلوم ہوئے کہ پاس سے دیکھنے کے شوق میں ان کے قریب چلا گیا۔ جرنیلی سلام جو سکھایا گیا تھا۔ اس سے پہلے پہل انہیں کے سامنے کام لیا میرے ننھے سے قد اور بھولی صورت کے ساتھ کمر سے تلوار کھینچنے اور جرنیلی سلام کرنے کو دیکھ کر میموں کو ہنسی آگئی۔ ایک نے بڑھ کے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اپنے لہجے میں پوچھا "ول ٹم کون ہے؟" میں نے کہا "نادری رسالہ کا رسالدار" یہ جواب سنتے ہی دونوں

www.pdfbooksfree.pk

میمیں قہقہہ مار کے ہنسیں۔ اور وہی جس کا ہاتھ میرے سر پر تھا بولی "او ٹم ہی بچہ رسالدار ہے؟ ہم ٹم کو دیکھ کے بہت خوش ہوا۔ طاہرہ بیگم کو بھی تمہارے دیکھنے کا اشتیاق ہے چلو ٹم کو ان سے ملا دے"

یہ کہہ کر وہ ہاتھ پکڑ کے مجھے طاہرہ بیگم کی محل سرا میں لے گئیں جس کا دروازہ ہمارے مکان کے سامنے تھا۔ اگرچہ میرا ان کا مکان آمنے سامنے تھا۔ مگر آج تک میں نے کبھی اس مکان کے اندر قدم نہیں رکھا تھا۔ اور وجہ یہ کہ بیگم کی ڈیوڑھی پر سخت پہرہ تھا۔ اور کوئی غیر عورت اور ننھے سے ننھا بچہ بھی اندر نہ جانے پاتا۔

اس محل سرا کے اندر قدم رکھتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں۔ ایسا شاندار اُجلا اور بارونق مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وسیع صحن میں چمن بندی تھی۔ پھول کھلے ہوئے تھے اور دو مالنیں جو اسی چمن کی اصطلاح پر مقرر تھیں۔ بیلچے لئے اپنے کام میں مصروف تھیں دروازے سے دس بارہ گز ہٹ کر داہنی طرف باورچی خانہ تھا۔ اور اسی کے میل میں چاروں طرف کمروں اور کوٹھریوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ داہنی طرف مکان کا صدر تھا۔ اور تمام محرابوں اور دروازوں پر رنگین منقش چلمنیں پڑی ہوئی تھیں۔

وہ میمیں مجھے لئے ہوئے صدر کے محرابوں کے پاس پہنچیں تو ایک جوان اور معزز خاتون نے چلمن سے نکل کر ان سے صاحب سلامت کی اور ہاتھ ملایا۔ ساتھ ہی ان میم صاحب نے جو مجھے لے آئی تھیں کہا۔ بیگم صاحب کل آپ بچہ رسالدار کا ذکر کرتا تھا ہم آج اُسے آپ کے دکھانے کو لے آیا" یہ کہتے ہی مجھے سلام کرنے کا اشارہ کیا اور میں نے اسی انداز سے جسم کو سیدھا کر کے جرنیلی سلام کیا۔ میرے سلام پر بیگم صاحب مارے ہنسی کے بیتاب ہو گئیں اور ہم سب کو اندر لے جا کر بٹھایا۔

مگر میں ان بیگم صاحب اور ان کے مکان کو دیکھ کر مبہوت تھا خود بیگم صاحب کی عمر جیسا کہ میں اب اندازہ کرتا ہوں بیس سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ نہایت گوری چٹی اور خوبصورت تھیں۔ پان نہ کھانے سے دانت ایسے آبدار تھے۔ کہ معلوم ہوتا ہونٹوں کے اندر موتیوں کی لڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔ آسمانی اطلس کا کلیوں دار پائجامہ اور ڈھاکہ کی ململ کا چُنا ہوا ہلکا لبستی دوپٹہ پوشاک تھی۔ اور زیور کی قسم سے ناک میں ہیرے کی کیل تھی چندیا پر بالوں میں ایک جڑاؤ چاند تارا اٹکا ہوا تھا۔ کانوں کی لوں میں زمرد کے آویزے تھے گلے میں موتیوں کی ایک مالا اس کے نیچے جڑاؤ چمپا کلی تھی۔ اور ہاتھوں میں چار چار سونے کی باریک مرصع چوڑیاں تھی۔ ایسا ہی زیور اور لباس میں نے اور بیویوں کو بھی پہنے دیکھا تھا۔ مگر طاہرہ بیگم کی وضع میں صفائی اور نکھار پن اس قدر زیادہ اور نمایاں تھا کہ دیکھنے والے کا خیال پہلے اسی کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ یہی حال مکان اور اس کے سامان کی صفائی کا تھا۔ زمین کے اوپر دری پر اسی چاندنی بچھی تھی۔ کہ معلوم ہوتا کسی بہت ہی اچھے تمیز دار دھوبی نے دھوئی ہے۔ اور ابھی ابھی بچھائی گئی ہے۔ پلنگوں پر بچھونے اور پلنگ پوش کا بھی یہی حال تھا کہ مجال کیا جو ذرا سا بھی داغ یا دھبہ نظر آ جائے۔ یہی کیفیت چھت اور دیواروں کی تھی۔ نہ جالا تھا نہ دھبہ تھا نہ گرد تھی۔ نہ میلا پن۔ دیواروں پر جا بجا برکیٹوں پر گلدان رکھے تھے۔ اور ان پر مالنیں روز نئے تر و تازہ گلدستے بنا کے رکھ جاتیں ہر چیز میں سادگی اور صفائی کا خیال رکھا گیا تھا۔ لیکن ایسی سادگی پر سو سجاوٹیں قربان ہیں۔

غرض ایسی صفائی اور رونق نہ میں نے کسی اپنے عزیز کے گھر میں دیکھی تھی نہ بادشاہ کے محل میں۔ جہاں کبھی کبھی والد کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اور بچپن کی بے تکلفی سے ایسے ایسے اندرونی مقامات میں پہنچ جاتا جہاں اور کسی کا گزر نہ تھا۔ میں مبہوت کھڑا تھا کہ طاہرہ

www.pdfbooksfree.pk

بیگم نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور ہنس کے پوچھا "بھیا تم رسالدار ہو؟" میں نے کہا "جی، نادری رسالہ میرا بھی ہے" انہوں نے کہا "تو تم روز جا کے قواعد لیا کرتے ہو؟" میں نے جواب دیا "ابھی تو میں خود قواعد سیکھتا ہوں"

"اور کچھ پڑھتے بھی ہو؟"

"پڑھتا تو تھا۔ مگر جب سے رسالدار ہوا ہوں چھوڑ دیا۔ ابا جان کہتے ہیں کہ سپاہی کو لکھنے پڑھنے سے کیا کام؟"

تھوڑی دیر باتیں کر کے وہ میں بیگم صاحب سے رخصت ہوئی اور اپنے ساتھ مجھے بھی باہر لا کے میرے دروازے پر چھوڑ دیا۔ مگر چلتے وقت بیگم صاحب نے مجھ سے کہا "تمہارا جب بھی جی چاہے میرے پاس چلے آیا کرو۔ اور دروازہ سے دروازہ ملا ہے۔ کسی کے ساتھ آنے کی بھی ضرورت نہیں" یہ کہتے ہی انہوں نے ایک پیش خدمت کو بلا کر کہا "حرمت! پہرے والوں سے کہہ دو کہ اس بچے کو اندر آنے سے نہ روکا کریں" جس وقت میں دروازے سے نکل رہا تھا حرمت نے بیگم طاہرہ کا یہ حکم پہرے والوں کو پہنچایا اور مجھے پہنچوا دیا۔ میموں نے مجھے میرے دروازے پر چھوڑتے وقت کہا "ہم تم سے مل کر بہت خوش ہوا۔ اور ہمیشہ دیکھ کے خوش ہو گا" یہ کہہ کے وہ چلی گئیں اور جب تک نظر کے سامنے تھیں۔ میں انہیں دیکھتا رہا۔

دوسرا باب

پیامِ دعوت

اب میں گھر کے اندر آیا تو طاہرہ بیگم کی صورت اور ان کا صاف ستھرا مکان کسی طرح نہ بھولتا۔ ان کی محبت نے مجھے ایسا گرویدہ کر دیا کہ جب گھر سے نکلتا ان کے گھر میں پہنچ جاتا اور گھنٹوں ان کے پاس بیٹھا رہتا وہ سینے پرونے اور کاڑھنے میں مصروف رہتیں اور میں ان کی صورت دیکھا کرتا۔ اکثر بچپن کی بھولی باتیں کرتا۔ اور وہ سن کے خوش ہوتیں۔

آخر گھر میں اس کی خبر ہو گئی۔ اور ایک دن والدہ نے مجھ سے کہا "بیٹا میں نے سنا ہے تم پڑوس والی بیگم کے یہاں بہت جانے ہو ایسا نہ ہو کہ تم پر ان کا اثر پڑ جائے۔" میں "اُن کا کیا اثر پڑے گا؟ میرا تو ان کے پاس برطا جی لگتا ہے۔ وہ بھی مجھے بہت چاہتی ہیں اور پیار کرتی ہیں۔ اور ان کے گھر میں صفائی ایسی ہے کہ جی چاہتا ہے میرا گھر بھی ویسا ہی صاف ستھرا ہوتا۔ اور میں انہیں کے سے صاف ستھرے کپڑے پہنا کرتا"

آتا بیان کر کے لائق الدولہ بہادر نے مجھ سے کہا "اور تم جو دیکھتے ہو کہ میرے مزاج میں صفائی زیادہ ہے روز کپڑے بدلتا ہوں۔ اور گھر میں چار چار بار اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتا ہوں۔ یہ انہیں بیگم صاحب کی صحبت کا اثر ہے۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں نے مجھے آدمی بنا دیا۔"

www.pdfbooksfree.pk

بہر تقدیر والدہ میرا یہ جواب سُن کر کچھ دیر تک سوچتی رہیں۔ پھر بولیں۔ "بیٹا! تم نہیں جانتے طاہرہ بیگم تمام لوگوں میں بدنام ہو رہی ہیں اور اس کے ساتھ ایسی اکل کھری ہیں کہ سوا انگریزنوں کے کسی سے نہیں ملتیں۔ نہ کوئی ان کا عزیز ان کے یہاں آتا ہے نہ کوئی شہر کا اور شریف آدمی ان سے ملتا ہے۔"

میں۔ "امی جان۔ آخر سب آدمی ان کے خلاف کیوں ہیں مجھے تو ان میں کوئی بری بات نہیں دکھائی دیتی۔"

اماں۔ تم نہیں جانتے۔ سنتی ہوں کہ فقط دکھانے کے لئے مسلمان ہیں دل میں کرانی ہیں۔ فرنگیوں کی چال پر چلتی ہیں۔ اور یہ صفائی جو تم نے ان میں دیکھی یہ بھی کرانیوں سے ملنے کا اثر ہے۔

میں دل میں فرنگیوں اور کرانیوں کو برا سمجھتا تھا۔ اگرچہ نہیں جانتا تھا کہ کیوں غالباً یہ باعث ہو کہ ہر شخص کو انہیں برا کہتے سنا تھا۔ مگر اس کی بالکل خبر نہ تھی۔ کہ ان میں کیا برائی ہے اور سب لوگ انہیں کیوں برا کہتے ہیں والدہ کا یہ کہنا سن کر چپ ہو رہا۔ کیونکہ اگر اس معاملے میں زیادہ پوچھ گچھ کرتا تو وہ اپنی عادت کے موافق خفا ہو جاتیں مگر دل میں ٹھہرا لی کہ اس کو خود طاہرہ بیگم سے پوچھوں گا۔ وہ اس طرح پیار سے بٹھا کے مجھ سے باتیں کرتیں اور ہر بات مجھے اس خوبی سے سمجھا دیتیں کہ تشفی ہو جاتی۔ اور اسی باعث ان سے پوچھنے یا چھپنے کی مجھے زیادہ جرأت ہو گئی تھی۔

دوسرے دن طاہرہ بیگم کے پاس گیا تو بچپن کی سادگی سے جاتے ہی سوال کیا "کیوں بیگم صاحب کیا آپ کرانی ہیں؟" سنتے ہی وہ قہقہہ مار کے ہنسیں اور کہا "یہ تم نے کس سے سُنا کہ میں کرانی ہوں؟"

میں۔ "امی جان کہتی تھیں۔ اور وہ تو کہتی تھیں کہ سب لوگ آپ کو فرنگیوں کے موافق جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے نہ آپ کسی سے ملتی ہیں نہ کوئی آپ سے ملتا ہے۔"

طاہرہ۔ "یہ تو سچ ہے کہ میں کسی سے نہیں ملتی مگر تمہاری اماں کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں کرانی ہوں لیکن ہاں میری اس وضع سے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو گا خیر لوگ جو کہیں کہنے دو۔ تم اپنی امی جان سے اتنا کہہ دینا کہ میں چاہے جو ہوں مگر تمہارے بچے کو کرانی نہ بناؤں گی۔"

میں۔ "مگر بیگم صاحب یہ تو بتائیے کہ فرنگی اور کرانی کیسے ہوتے ہیں؟"

طاہرہ۔ "فرنگی ایک بہت ہی دور کے ملک کے رہنے والے ہیں۔ ان کا لباس ان کی بولی ان کی وضع قطع سب چیزیں ہم سے الگ ہیں۔ اور ان کا مذہب بھی دوسرا ہے۔ اور ہمارے یہاں کے لوگ ان کا دین اختیار کر لیں۔ لوگ ان کو کرانی کہتے ہیں۔"

میں۔ "اور ان کا دین کیا ہے؟"

طاہرہ۔ "ہم رسول اکرم آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہیں۔ اور وہ حضرت عیسیٰؑ کی اُمت ہیں۔"

میں۔ "تو کیا ہم حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے؟"

طاہرہ۔ "مانتے کیوں نہیں۔ ہم ان کو بھی خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ اور محمد مصطفےٰؐ کو بھی مگر عیسائی ہمارے محمد مصطفےٰؐ کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی پیغمبری کے درجے سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور خدا کہتے ہیں۔ ہم میں ان میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔ کہ تین خدا ہیں۔"

میں۔ "اور آپ کیا مانتی ہیں؟"

طاہرہ۔ (ہنس کے) "میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو سب مسلمانوں کا ہے۔"

www.pdfbooksfree.pk

میں :" اور ہماری اور فرنگیوں کی وضع میں کیا فرق ہے ؟"

طاہرہ ۔" وہ بہت چٹے گورے ہوتے ہیں اور ان کا لباس تو تم نے اس زور دیکھا ہی تھا جب تم دو انگریزنوں کے ساتھ میرے یہاں آئے تھے ۔ اور ان کی بولی بھی سنی تھی ۔"

میں ۔ تو کیا وہ فرنگنیں تھیں ؟"

طاہرہ ۔ انہیں کو انگریزنیں بھی کہتے ہیں اور فرنگنیں بھی ۔"

میں :" تو کیا ان کی آپ کی وضع ایک ہی ہے ؟"

طاہرہ :" تم نے ان کے کپڑے بھی دیکھے تھے ۔ اور میرے بھی دیکھتے ہو تم ہی بتاؤ کہ میرا ان کا لباس ایک ہی طرح کا ہے یا اور طرح کا ؟"

میں :" آپ کے کپڑے تو ان کے سے نہیں ہیں ۔ مگر آپ ان سے کس زبان میں باتیں کرتی تھیں جو میری سمجھ میں نہ آتی تھیں ؟"

طاہرہ :" ہاں جس طرح انہوں نے ہماری زبان سیکھ لی ہے ۔ میں نے ان کی زبان سیکھ لی ہے ۔ اور اکثر ان سے انہیں کی زبان میں باتیں کیا کرتی ہوں ۔"

میں :" ان کی زبان میں باتیں کرنے سے تو آپ کرانی نہیں ہو گئیں ؟"

طاہرہ :" کسی کی زبان بولنے سے کوئی کسی کے دین میں نہیں جاتا ۔ مگر تمہارا خیال بھی کسی قدر صحیح ضرور ہے ۔ عرب اور شام اور روم و ایران میں مسلمان عیسائیوں سے میل جول رکھتے اور ساتھ بیٹھ کے کھاتے پیتے ہیں ہمارے یہاں لوگوں کو عیسائیوں سے اس قدر وحشت ہے کہ جو کوئی ان سے ملے جلے ان کی بولی بولے ۔ ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے کھائے پیئے ۔ اسے بھی کرانی

کہنے لگتے ہیں اور یہی بات تمہاری اماں جان کے دل میں ہو گی ۔"

میں ۔ تو پھر آپ ان فرنگیوں سے ملنا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں ؟"

طاہرہ :" اگر تمہاری امی جان بھی یہی صلاح دیں تو میں چھوڑ دوں گی ۔"

میں :" ان سے آپ کی ملاقات کیوں ہونے لگی ؟ آپ کسی سے ملتی ہی نہیں ۔"

طاہرہ :" اچھا تمہاری اماں سے ملوں گی ۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تمہارے لئے ان سے بھی ملوں گی اور جو کہیں گی ان کے کہنے پر چلوں گی ۔ آج گھر میں جا کے اپنی امی جان سے کہنا کہ پرسوں جمعہ کو میرے یہاں ان کی دعوت ہے پہر دوپہر بیٹھ کے چلی جائیں اور شاید انھیں تمہارے کہنے کا یقین نہ آئے میں اپنی پیش خدمت کی زبانی بھی کہلا بھیجوں گی یہ کہتے ہی انہوں نے حرمت کو آواز دی اور جیسے ہی وہ آئی کہا :" اس کو ان کے گھر پہنچا آؤ ۔ اور ان کی اماں سے کہنا کہ پرسوں میرے یہاں انکی دعوت ہے ۔ اگر انہوں نے مجھے سرفراز کیا تو بہت ہی شکر گزار ہونگی اور اگر وہ یہ عذر کریں کہ میں ان کے یہاں کبھی نہیں گئی تو کہنا میں ہر وقت حاضر ہوں جب بلائیں گی چلی آؤں گی ۔"

میں فوراً اٹھ کے حرمت کے ساتھ اپنے گھر آیا اور حرمت نے طاہرہ بیگم کا پیام اماں جان کو پہونچایا ۔ انھیں سن کے تعجب سا ہو گیا اور بولیں :" مجھے بیگم صاحب کے پڑوس میں رہتے برسیں گزر گئیں ۔ آج تک کبھی نہ پوچھا ۔ یہ چاند کدھر سے نکلا ہے جو میرے حال پر ایسی مہربانی ہوئی ؟ میں نے تو سنا ہے کہ وہ کسی سے ملتی ہی نہیں ہیں میرا آنا ناگوار تو نہ ہو گا ؟"

حرمت :" اے بیوی ناگوار کیسا وہ آپ کے لئے آنکھیں بچھانے کو تیار ہیں ۔ یہی خیال آیا ہو گا کہ پاس رہتے اتنی مدت گزر گئی اور کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا ۔"

www.pdfbooksfree.pk

امی جان ۔" یہی خیال تھا تو وہ میرے یہاں چلی آتیں کچھ پاؤں گھس نہ جاتے۔"

حرمت ۔" حضور وہ تو آنے کو تیار ہی بیٹھی ہیں جب کہیے چلی آئیں۔ مگر دعوت کو رد نہ کیجئے۔"

امی جان ۔" اچھا میری طرف سے عرض کر دینا کہ مجھے حاضر ہونے میں عذر نہیں مگر ایسا نہ ہو کہ جب میں بلاؤں تو آپ کو آنے میں تامل ہو۔"

حرمت ۔" بیوی آپ کو اس کا خیال ہے تو کہیے اس دعوت سے پہلے ہی آپ کے یہاں ہو جائیں۔"

امی جان ۔" نہیں۔ اب اس وقت تو میں انھیں تکلیف نہ دونگی۔ کہیں گی کہ میں نے ان کا اعتبار نہ کیا۔ کہہ دینا کہ پرسوں جس وقت وہ بلائیں گی میں آجاؤں گی۔"

یہ جواب پاکر حرمت واپس گئی اور امی جان نے مجھ سے پوچھا۔" تم بھی تو وہیں سے آرہے ہو کچھ تمھیں معلوم ہے کہ طاہرہ بیگم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔"

میں ۔" آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کے پاس زیادہ جانا اچھا نہیں سے وہ دل میں کرانی ہیں اور فرنگیوں کے طریقے پر چلتی ہیں یہی میں نے اُن سے کہہ دیا اور پوچھا کہ کیا آپ کرانی ہیں۔۔۔۔؟"

امی جان ۔(ناک پر انگلی رکھ کے)" ادئی لڑکے! یہی لگائی بجھائی کی عادت ہے تو کیسے نباہ ہوگا؟ کیا میں نے کہا تھا کہ اُن سے جا کے لگا دینا۔ اب بھلا مجھ سے انہوں نے یہی سوال کیا تو میں کیا جواب دوں گی؟"

میں یہ سن کے دل میں بہت نادم ہوا اور امی جان سے چار آنکھیں نہ کی جاتی تھیں۔ مگر انہوں نے کرید کرید کے سب باتیں پوچھنا شروع کیں۔ اور کہا" صاف

صاف بتاؤ تم سے طاہرہ بیگم سے آج کیا کیا باتیں ہوئی تھیں" میں نے جو کچھ کہا اور سنا تھا سب بیان کر دیا اور جب میں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقیدوں کا فرق اور خود طاہرہ بیگم کا اپنے عقائد بیان کرنا بتایا تو یا تو خفا تھیں یا خوش ہو گئیں اور کہا" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمھیں ٹھیک راستے پر لگاتی ہیں۔"

میں یا تو ڈرا اور سہما ہوا تھا یا امی جان کو خوش دیکھ کر بولا" اور وہ کہتی تھیں کہ اپنی اماں جان سے کہہ دینا کہ میں تمھارے بچے کو کرانی نہ بناؤں گی۔

امی جان ۔ اے ہے! تم نے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہ رکھا۔ بھلا وہ پوچھ بیٹھیں تو کیا کہوں گی؟"

میں ۔ وہ ایسی اچھی آدمی ہیں کہ آپ ان سے مل کے خوش ہی ہونگی اور آپ کے ملنے میں میرا یہ فائدہ ہوگا کہ پھر آپ مجھے وہاں جانے سے نہ روکیں گی۔"

امی جان ۔" تو تم ان کا ایسا دم بھرنے لگے کہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیا بات ہے۔"

اتنے میں ابا جان آ گئے امی جان نے یہ سب حال اُن سے بیان کرنا شروع کیا اور میں مارے خوف اور ندامت کے باہر بھاگ آیا۔

www.pdfbooksfree.pk

باب تیسرا

دعوت

تیسرا دن آیا اور کوئی پہر دن چڑھا ہوگا کہ حرمت ڈولی لے کر آپہونچی۔ امی جان اس کو دیکھ کر اُٹھیں۔ بٹنا لگا کے منہ دھویا۔ کاجل لگایا۔ کپڑے بدلے۔ زیور پہنا۔ اور جب کہار چار گھڑی تک غل مچا چکے تو تیار ہو کر سوار ہوئیں۔ دروازہ سامنے ہی تھا۔ ڈولی کی ضرورت نہ تھی۔ دونوں دروازوں پر سے فقط آدمیوں کا ہٹا دینا کافی تھا مگر عورتوں کا پیدل جانا شریفوں کی شان اور وضع کے خلاف تھا۔ ڈولی جیسے ہی طاہرہ بیگم کی ڈیوڑھی میں رکھی گئی نوکر چاکر اور پہرے والے ہٹ گئے اور انہوں نے دروازے تک استقبال کیا۔ خوردوں کی طرح جھک کر ملیں اور بندگی کے بعد کہا "آپ نے بڑی عنایت کی کہ میرے کہنے پر چلی آئیں"

امی جان "میرے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آئے دن عزیزوں قریبوں کے یہاں آتی جاتی ہی رہتی ہوں۔ عنایت آپ کی ہے کہ اپنی وضع کے خلاف مجھے آنے کی اجازت دی اور مجھے وہ محل دیکھنا نصیب ہوا جس کے دیکھنے کی بڑوں بڑوں کو تمنا ہے"

طاہرہ۔ "باجی، میرا جو کچھ حال آپ سنتی ہیں مجبوری سے ہے کبھی اطمینان سے بیٹھ کر بیان کروں گی تو آپ کے سارے شبہے دور ہو جائیں گے"

اس کے بعد طاہرہ بیگم نے اماں جان کو لیجا کے صدر دالان میں بٹھایا۔ میں بھی امی جان کے ساتھ ساتھ گیا اور اندر جا کے اُن کے برابر بیٹھا تو طاہرہ بیگم نے ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھالیا اور کہا۔ "روز کی طرح میرے پاس بیٹھو۔ اپنے گھر جانا تو امی جان کے پاس بیٹھ لینا" پھر امی جان سے کہا "باجی جان! آپ کا بچہ بڑا پیارا بچہ ہے۔ بڑی گھبرایا کرتی تھی۔ جب سے یہ تمہارے چھوٹے رسالدار آنے لگے دل بہل جاتا ہے۔

امی جان۔ "مگر بڑا شریر اور چلبلا لڑکا ہے گھڑی بھر بھی نچلا نہیں بیٹھتا اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ کوئی ہو جتنی بڑی بات منہ میں آئے کہہ بیٹھتا ہے"

طاہرہ بیگم۔ یہاں تو نہ انہوں نے شرارت کی نہ بد زبانی کی۔ نیک بختی کے ساتھ بیٹھے میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتے ہیں اور ان کی باتوں میں میرا دل ایسا بہلتا ہے کہ جب چلے جاتے ہیں گھبرانے لگتی ہوں۔

امی جان۔ خدا جانے آپ نے کیا جادو کر دیا ہے کہ چپکا بیٹھا رہتا ہے۔ باوا کے ساتھ جہاں پناہ کی ڈیوڑھی پر گیا اور سب کی آنکھوں میں دھول ڈال کے اندر گھس گیا جہاں بادشاہ سلامت بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا تو دوڑ کے اس کے کپڑوں پر پیک کی کلی کر دی اس نے بگڑ کے ناک بھوں چڑھائی۔ جہاں پناہ کو بھلا اس کی کہاں تاب؟ پوچھا تم نے ناک بھوں کیوں سکوڑی؟ کہنے لگا اور تم نے کلی کیوں کر دی۔ انہوں نے تلوار کھینچی کہ مار دوں۔ کہنے لگا مار دو۔ دیکھوں کیسے مارتے ہو؟ سب لوگ

www.pdfbooksfree.pk

سہمے ہوئے تھے کہ دیکھئے کیا سزا ملتی ہے مگر خدا کو بھلا کرنا تھا کہ جہاں پناہ نے اس کے باپ کو بلا کے کہا۔ تمھارا لڑکا بڑا بہادر ہے جاؤ ہم نے اسے رسالہ نادری کا رسالدار مقرر کیا۔ بہن کہو خدا کو اچھا کرنا تھا۔ کہ بادشاہ مہربان ہو گئے ورنہ اس نے گھر بھر کے تباہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی تھی؟"

طاہرہ بیگم۔ بہن تمھارا بیٹا بڑا اقبال مند معلوم ہوتا ہے یہ سب باتیں خدا کی طرف سے ہوئیں۔ اور اس کی بدولت خدا نے دم بھر میں تم کو شہر کا ایک معزز رئیس بنا دیا۔

یہ کہہ کر انھوں نے چاندی کا پاندان امی جان کی طرف بڑھا دیا اور کہا" گلوری بنا کے کھائیے۔ امی جان نے پوچھا" کیوں کیا آپ پان نہ کھائیں گی؟" یہ سنتے ہی طاہرہ بیگم نے پاندان کو پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو کھولنے کے ساتھ بولیں" مجھے پان کی عادت نہیں ہے اسی سبب سے یہ قصور بھی ہو گیا کہ خود گلوری بنا کے پیش کرنے کے عوض آپ کو زحمت دی۔"

امی جان۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ مجھے ناگوار ہو۔ یہ کہہ کر انھوں نے پاندان اُن سے لیکر اپنے آگے کر لیا اور کہنے لگیں" جب آپ پان کھاتی ہی نہیں ہیں تو میرے لئے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہی انگریزن جو مجھے طاہرہ بیگم کے وہاں لے گئی تھی آ گئی اور قبل اس کے اُن سے صاحب سلامت کرے۔ مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنسی اور بولی" دل چھوٹا رسالدار صاحب سلام۔ میں نے شرما کے بندگی کی تو اس نے کہا نہیں یوں نہیں۔ وہی جرنیلی سلام کرو۔ طاہرہ بیگم نے بھی اس کی تائید کی۔ امی جان کے موجود

ہونے کے باعث میں شرماتا ہوا اُٹھا اور سیدھا سرو قد کھڑے ہو کر سپاہیوں کی طرح آڑی ہتھیلی پیشانی پر رکھنے کو تھا کہ ہنسی آ گئی اور شرما کے بیٹھ گیا۔ ساتھ ہی سب عورتیں کھل کھلا کے ہنس پڑیں اور میں اور زیادہ شرمندہ ہو گیا۔

اب وہ انگریزن طاہرہ بیگم کا مزاج پوچھ کر کرسی پر بیٹھ گئی جو انگریزوں کی خاطر داشت کے لیے یہاں ہمیشہ موجود رہا کرتی تھیں۔ دو چار منٹ کے وقفہ کے بعد اُس انگریزن نے میری والدہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا" یہ کون بیگم صاحب ہے" میں نے ان کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

طاہرہ بیگم۔ " یہ ان چھوٹے رسالدار کی والدہ ہیں" یہ سنتے ہی اس نے اُٹھ کر امی جان سے ہاتھ ملایا اور بولی" ہم آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آپ کے بچے سے ہم کو بڑا محبت ہے۔ بڑا پیارا بچہ ہے۔"

امی جان۔ آپ کے سامنے غریب بنا بیٹھا ہے اس لئے آپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ گھر میں تو ایسی شرارت کرتا ہے کہ سب کا ناک میں دم ہو جاتا ہے۔

میم صاحب۔ شریر لڑکا بڑا ہو کر بہت اچھا ہو جاتا ہے۔

اب امی جان نے طاہرہ بیگم سے کہا" ان میم صاحب کی تعریف کیجئے کہ کون ہیں۔" انہوں نے بتایا کہ یہ رزیڈنٹ بہادر سر جان لو کے مددگار کپتان مکنتاش کی بیوی ہیں۔ میرے حال پر بڑی مہربان ہیں اور میری استانی بھی ہیں۔ اکثر تشریف لا کے میرا دل بہلاتی ہیں اور انھیں کی وجہ سے لوگ مجھے کرانی کہنے لگے ہیں۔

اس آخری فقرے پر میم صاحب تو بڑے زور سے کھل کھلا کے ہنسیں۔ مگر میں نے امی جان کی طرف دیکھا تو مارے ندامت کے پسینے پسینے تھیں اور سر جھکا

www.pdfbooksfree.pk

ہوا تھا۔ ایک لمحہ کے بعد انہوں نے طاہرہ بیگم سے چار آنکھیں کر کے کہا۔ بہن مجھے معاف کرو۔ میں نے جیسا لوگوں سے سنا کہہ دیا۔

طاہرہ بیگم۔ میں نے بھی لوگ کہا آپ کا نام نہیں لیا۔ اور آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ کوئی جیسا سنتا ہے کہتا ہے۔ آپ نے کہا تو کیا مضائقہ۔"

امی جان۔ اس لڑکے میں سو عیبوں کا ایک عیب یہ ہے کہ ادھر کی باتیں اُدھر اور اُدھر کی باتیں ادھر لگا دیا کرتا ہے۔

طاہرہ بیگم۔ "مگر بہن میں تو اس کو پسند کرتی ہوں لوگ کہتے ہیں کہ کسی کے لگانے بجھانے سے فساد ہوتا ہے اور میرا یہ قول ہے کہ اس سے دلوں میں اور صفائی ہوتی رہتی ہے۔ اور بدگمانیاں دُور ہو جاتی ہیں پھر اس سے بھی زیادہ فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان غیبت سے بچنے لگتا ہے اور آپ شاید جانتی ہیں کہ ہمارے دین میں غیبت سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔

امی جان۔ مگر ندامت تو اٹھانی پڑتی ہے۔

طاہرہ بیگم۔ پھر اسی ندامت کے بعد جب میں اصل حقیقت بیان کر کے آپ کا دل صاف کر دوں گی اور آپ کو اصلیت معلوم ہو جائے گی۔ تو میرے آپ کے دلوں میں کیسی صفائی ہو جائے گی اور اس صفائی کے بعد جو محبت پیدا ہو گی وہ کیسی مسرت اور لطف کی ہو گی۔

امی جان۔ تو پھر مجھے بتائیے کہ آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا کیوں چھوڑ دیا اور انگریزوں سے ملنے میں کیا لطف ہے کہ آپ کو اپنے عزیز و قریب سب بھول گئے؟"

میم صاحب۔ "اجازت ہو تو میں اس کا حال بیان کروں"

طاہرہ بیگم۔ "آپ تکلیف نہ کریں اس کو میں ہی خوب بیان کروں گی۔"

اس کے بعد دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ میم صاحب طاہرہ بیگم اور امی جان دونوں سے رخصت ہو کے چلی گئیں

اُن کے جانے کے بعد ہی امی جان نے تقاضا کیا کہ اب تو میم صاحب گئیں بتائیں کہ آپ انگریزوں سے کیوں اتنا میل جول رکھتی ہیں اور ہندوستانیوں سے کیوں ایسی نفرت ہے؟"

طاہرہ بیگم۔ باجی یہ بڑی لمبی داستان ہے آپ سنتے سنتے تھک جائیں گی اس لئے پہلے کھانا کھا لیجئے۔ اس کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر بیان کر دوں گی۔

امی جان۔ "تو یہ بڑی بھاری داستان ہے؟ مگر مجھے آپ کے حالات سننے کا اس قدر شوق ہے کہ چاہے کتنی ہی دیر لگے بہت دل لگا کر سنوں گی۔ اچھا تو پھر جلدی دسترخوان بچھوائیے۔

طاہرہ بیگم۔ "مجھے تو میز پر بیٹھ کے کھانے کی عادت ہے آپ کو اس میں تکلف تو نہ ہو گا؟"

امی جان۔ بھئی مجھ سے تو میز پر بیٹھ کے کھانا نہ کھایا جائے گا انھیں باتوں کی وجہ سے لوگ آپ کو کرانی کہتے ہیں اچھا آپ اپنے معمول کے مطابق میز پر کھائیں میں اپنی دسترخوان پر کھا لوں گی۔

طاہرہ بیگم۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے میں بھی آپ کے ساتھ زمین پر بیٹھ کے کھانا کھاؤں گی

یہ کہہ کے طاہرہ بیگم نے اپنی پیش خدمتوں حرمت اور نوبہار کو آواز دی اور جب وہ آئیں تو حکم دیا کہ ادھر کی طنجی میں سے میز کی کرسیاں نکال کے ادھر والی کوٹھری میں

www.pdfbooksfree.pk

رکھ دو اور زمین پر دسترخوان بچھا کے جلدی کھانا لاؤ۔

نوبہار۔ لیکن حضور خاصہ تیار ہونے میں ابھی دو گھڑی کی دیر ہے۔

طاہرہ بیگم۔ تو زمین سے کہو جلدی کھانا تیار کرے اور تم جب تک صینچی میں ستھرائی دے کر اُجلی چاندنی پر دسترخوان بچھاؤ مگر نہیں تم سے یہ انتظام نہ ہو سکے گا مغلانی کہاں ہیں؟ اے بتولی خانم!"

بتولی خانم جو مغلانیوں میں نوکر تھی لمبے پائنچے سنبھالتی ہوئی آئی اور کہا۔ کیا حکم ہے۔

طاہرہ بیگم۔ اسی وقت جا کے کھانے کی صینچی میں میز کرسیوں کو ہٹا کے اور خوب صفائی کرا کے نئی چاندنی پر دسترخوان بچھوا دو"

بتولی بہت خوب کہہ کے چلی گئی۔ دونوں پیش خدمتیں بھی اس کے ساتھ گئیں اور ان کے جانے کے بعد اماں جان نے کہا آپ کو صفائی کا بہت خیال رہا کرتا ہے آپ کا چھوٹا رسالدار بھی آپ کے یہاں کی صفائی کی بڑی تعریفیں کرتا تھا"

طاہرہ بیگم: صفائی ایسی چیز ہے کہ اس کو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے اور میری تو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ کسی جگہ ایک تنکا بھی پڑا ہوتا ہے تو جب تک اٹھوا نہیں لیتی ہوں دم الجھتا رہتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد دسترخوان بچھا۔ طاہرہ بیگم نے والدہ کی دعوت میں بڑا تکلف کیا تھا۔ بیسیوں رنگ کے کھانے تھے۔ مربے اچار چٹنیوں اور مٹھائیوں کی بھی کمی نہ تھی چنانچہ اس بارے میں دونوں جانب سے یہ معمولی فقرے کہے گئے والدہ نے کہا۔ ایں اس قدر تکلف کی کون ضرورت تھی آپ نے تو غضب کر دیا۔ طاہرہ بیگم بولیں۔ اے میں تو جلدی میں کچھ بھی سامان نہ کر سکی"۔

اماں جان لطف و لذت کے ساتھ کھانا کھایا گیا جب تک دسترخوان بچھا رہا لطف صحبت کی باتیں ہوتی رہیں۔ خوبصورت اور محبت بھری میزبان کے مکرر سہ کرر اصرار اور مہمان کی معذرت و شکرگزاری کے بعد کھانا ختم ہوا۔ پیش خدمتوں نے سلفچی آفتابہ لا کے ہاتھ دھلوائے اور طاہرہ بیگم والدہ کو لیکر بیچ کے دالان میں آ بیٹھیں۔ جہاں آتے ہی والدہ پاندان کھول کے گلوری بنانے لگیں اور طاہرہ بیگم نے اپنی سرگزشت شروع کی۔

www.pdfbooksfree.pk

باب چوتھا

طاہرہ بیگم کی سرگزشت

نواب غازی الدین حیدر کے زمانے میں صاحب عالی شان رزیڈنٹ بہادر کے دفتر کے سررشتہ دار و منتظم ایک صاحب تھے مولوی عزیز اللہ جو انگریزی میں کچھ شُدبد تھے۔ انکا وطن سندیلہ تھا۔ اور وہاں کے خاندانی آدمی تھے مگر بچپن سے انکو ایک انگریز نے پالا تھا اس لئے کہ اُن کے والد صاحب رزیڈنٹ کے خانگی ملازم تھے لوہے کے پل کو جاتے ہوئے تالاب کے قریب جو تکیہ ہے اس کے پاس کرائے کے ایک مکان میں رہتے تھے انگریزوں کے تعلقات کے باعث تمام عزیزوں قریبوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اور معلوم ہوتا کہ جیسے دنیا میں اُن کا کوئی عزیز تھا ہی نہیں۔ اسی وجہ سے سندیلے میں کسی نے انکو لڑکی نہ دی اور انہوں نے لکھنؤ کے ایک غریب مگر شریف گھرانے میں شادی کرلی۔ سسرال میں بھی کبھی آمد و رفت نہ رکھی۔ اور سسرال ہی پر کیا موقوف ہے اُن سے نہ کسی شخص سے راہ و رسم تھا نہ کسی کے یہاں کا آنا جانا تھا یا اکیلے گھر میں بیٹھے رہتے یا رزیڈنٹ کے پاس چلے جاتے اور اُن کا یہ طریقہ بے سبب نہ تھا جو لوگ رزیڈنٹ کے یہاں نوکر رہتے ان کا فرض تھا کہ جہاں تک بنے لکھنؤ کے عہدہ داروں، امیروں اور رئیسات و

قصبہ کے زمینداروں چودھریوں اور راجاؤں سے بلکہ ہر ایسے شخص سے جو اودھ کی سلطنت سے وابستہ ہو نہ ملیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ مولوی عزیز اللہ صاحب وہمی آدمی تھے اپنے سایہ تک سے بھی بھڑکتے۔ اس کے ساتھ کام ایسی محنت دیانتداری اور خلوص و وفاداری سے کرتے کہ صاحب عالیشان سرجان لو اُن کے حال پر نہایت ہی مہربان تھے اور ان کے اسسٹنٹ کمشنر بہادر کی تو اس قدر عنایت ہوئی کہ ان کو اپنا عزیز و قریب سمجھنے لگے ان دونوں انگریزوں کا برتاؤ ان کے ساتھ آقا اور نوکر کا نہ تھا بلکہ اپنے برابر کا سمجھتے۔ بالکل ان کے کہنے پر چلتے اور ممکن نہ تھا کہ مولوی عزیز اللہ کسی بات کو کہیں اور دونوں صاحب اس کے ماننے میں تامل کریں۔

انگریزوں کی اس مہربانی اور یگانگت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کا ہر چھوٹا بڑا ان سے راہ و رسم پیدا کرنا چاہتا یہ دیکھ کر وہ اور زیادہ رُکے اور ساری دنیا سے الگ رہنے لگے۔ غرض بہن ان کی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا جیسے دنیا میں اُن کا کوئی ہی نہیں اور سندیلے میں جو عزیز یا دوست احباب تھے اُن سب کو یک قلم خود ہی چھوڑ دیا۔

گھر میں ان کی ایک بیوی تھیں ایک لڑکا تھا ولی اللہ جس کی عمر پندرہ سال کی تھی اور ان دونوں کے ایک بے ماں باپ کی بھتیجی تھی ننھی جس کا سن اس وقت دس سال سے زیادہ نہ ہوگا۔ ننھی کے والد مولوی صفی اللہ وطن ہی میں رہے۔ یکایک ایک سال ہیضہ ہوا جس میں وہ اُن کی بیوی دو بیٹے ایک بیٹی سب دنیا سے رخصت ہو گئے اکیلی ننھی بچی تھی جس کو اُن کی ایک گونگی خادمہ ساتھ لے کے مولوی عزیز اللہ کے پاس چلی آئی اس خادمہ کا نام دھنو تھا وہی گھر میں کھانا پکاتی اور باہر کا سودا سلف لاتی۔

www.pdfbooksfree.pk

اُس کے گونگی ہونے کے باعث گھر کی کوئی بات باہر نہ نکلتی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ گھر میں کیا ہوتا ہے اور میاں گھر کے اندر کیا کرتے ہیں۔

کرنل مکناٹش کو ولی اللہ کے ساتھ بڑی محبت تھی اپنے بچوں میں اور اُن میں ذرا فرق نہ کرتے۔ مولوی عزیز اللہ نے پہلے بیٹے کو فارسی پڑھائی اور جب فارسی کی کتابیں نکل گئیں تو فرنگی محل میں ملا محمد معین صاحب کی خدمت میں حاضر کیا مولینا نے عربی کی پوری کتابیں ختم کرادیں۔ مولوی عزیز اللہ کو ملا مبین صاحب سے خاص عقیدت تھی اور انھیں نے ۱۸۲۴ء میں ولی اللہ کو بسم اللہ پڑھائی تھی اور اسی تعلق کی بنا پر مولوی عزیز اللہ نے بیٹے کو اُن کے فرزند ملا محمد معین صاحب کا شاگرد کرایا۔

کرنل مکناٹش چاہتے تھے کہ ولی اللہ کو کچھ انگریزی بھی پڑھاؤں اور مولوی عزیز اللہ بھی اس میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ خود انگریزی سے گو نامانوس تھے مگر خود ولی اللہ کو فرنگی محل کی صحبت میں انگریزی سے اس قدر نفرت ہوگئی کہ جب انگریزی کی الف بے دی جاتی پھاڑ کر پھینک دیتے۔ ماں نے بھی کئی دفعہ سمجھایا مگر ایک نہ سُنی اس لئے کہ وہ انگریزی پڑھنے کو ناجائز ہی نہیں کفر خیال کرتے تھے۔

ننھی مولوی عزیز اللہ اور ان کی بیوی دونوں کو بہت پیاری تھی یا تو اُس کے ماں باپ نہ ہونے کے خیال سے یا دلی محبت ہونے کے باعث دونوں میاں بیوی جتنا لاڈ پیار اُس کا کرتے خود اپنے بیٹے کا نہ کرتے اور اُس نے بھی ان کے اشاروں پر چلنے اور میٹھی میٹھی باتیں کرنے سے ان کا دل بالکل اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

کرنل مکناٹش کی میم صاحب اکثر مولوی عزیز اللہ کے گھر میں آتیں ان کی بیوی

سے لطف و محبت کے ساتھ ملتیں اور ان کے گھر کے معاملوں تک میں مشورہ دیتیں۔ ان میم صاحب نے مولوی عزیز اللہ کی بھتیجی کو فارسی عربی اور اُس کے ساتھ انگریزی بھی پڑھا دی۔ میم صاحب کو ہندوستان میں آکر یہاں کی زبانیں سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے بڑی محنت کر کے فارسی اور عربی کی ادبی کتابیں پڑھ لی تھیں اور علم کا ایسا شوق ہوگیا تھا کہ جو بچہ ملتا اُسے بھی چاہتیں کہ پڑھا لکھا کے اپنا سا بنا دیں۔

ہمارے یہاں لڑکیوں کو لکھانا پڑھانا معیوب سمجھا جاتا تھا اور شریف لوگ اس کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ مگر مروّت سے مجبور ہو کر مولوی عزیز اللہ اور اُن کی بیوی نے چنداں مخالفت نہ کی اور میم صاحب روزانہ بلا ناغہ آ کے ننھی کو پڑھانے لگیں جب پندرہ برس کے سن کو پہونچ کر بڑی ہوشیار پڑھی لکھی لڑکی نکلی۔ فارسی کی کتابیں بے تکلف پڑھتی انگریزی زبان میں بے تکلف باتیں کرتی اور ہر انگریزی کتاب کو فر فر پڑھ لیتی اُس کے ساتھ تھوڑی سی عربی بھی جان گئی۔

مولوی عزیز اللہ کے گھر کے واقعات باہر کسی کو بہت کم معلوم ہوتے تھے مگر اُس کی سب کو خبر ہوگئی کہ ان کی بھتیجی لڑکوں کی طرح لکھتی پڑھتی ہے اور قیامت یہ کہ انگریزوں کی طرح انگریزی میں بات چیت کرتی ہے۔ ہر جگہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز اللہ نے اپنی بھتیجی کو انگریزی پڑھا کے کرانی بنا دیا۔ اور وہ مسلمان نہیں عیسائی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ عام پڑھے لکھے لوگ اور بعض عالموں تک نے اُن کو بالکل کافر سمجھ لیا۔

مولوی عزیز اللہ اور ان کی بیوی نے ابتدا ہی سے قرار دے رکھا تھا کہ بیٹے کا نکاح بھتیجی کے ساتھ کر کے لاڈلی ننھی کو اپنی بہو بنائیں گے چنانچہ جب بیٹے کا سن بائیس برس کا ہوگیا اور بھتیجی اٹھارہ برس کی ہوئی تو ارادہ کیا کہ دونوں کا عقد کر دیں کرنل مکناٹش سے

www.pdfbooksfree.pk

اس کا تذکرہ کیا وہ ان کے حال پر اس قدر مہربان تھے کہ سنتے ہی بہت خوش ہوئے اور دوسرے ہی دن اُن کی میم صاحب نے مولوی عزیز اللہ کے گھر میں آکر اُن کی بیوی سے کہا تمھاری بھتیجی میری بیٹی ہے اور تمھارے بیٹے کو بھی میرے شوہر کرنل صاحب اپنی اولاد سے کم نہیں جانتے۔ اس لئے ننھی کی شادی ہم اپنے صرف سے کریں گے تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں" ولی اللہ کی والدہ نے اس میں عذر کیا مگر میم صاحب نے ایک نہ سُنی اور آخر دونوں میاں بیویوں کو کرنل صاحب اور ان کی میم کی خواہش پوری کرنی پڑی۔

اسی درمیان میں ولی اللہ کے بعض دوستوں کی زبانی سُنا گیا کہ ان کو نکاح کرنے سے انکار ہے مولوی عزیز اللہ کو نہایت فکر ہوئی اور ان کی بیوی نے ایک دن تنہائی میں بیٹے سے کہا بیٹا! یہ میں کیا سنتی ہوں؟ لوگ کہتے ہیں کہ تمھیں شادی سے انکار ہے اس کا جواب ولی اللہ نے چھوٹتے ہی یہ دیا کہ "سچ کہتے ہیں" اس جواب پر ماں سناٹے میں آگئی دیر تک حیرت سے بیٹے کی صورت دیکھتی رہیں اور آخر ملال کے انداز سے کہنے لگیں دنیا کا تو معمول ہے کہ ماں باپ جس کے ساتھ چاہتے ہیں اولاد کی شادی کر دیتے ہیں۔ اور اولاد کو عذر نہیں ہوتا۔ اب دنیا ایسی بدل گئی کہ بیٹا تمھاری زبانی سے میں یہ سُن رہی ہوں" یہ کہہ کے زار و قطار رونے لگیں۔

ولی اللہ: امی جان یہ نہ کوئی رونے کی بات ہے اور نہ کوئی افسوس کرنے کی نکاح تو شرع میں بھی اور رواج کے طریقے سے بھی خاص میرے اختیار کی چیز ہے پھر اس میں اگر میں آزادی سے کام لوں تو بُرا ماننے کی کون بات ہے۔

ماں: شائد آج نئی شرع نکلی ہوگی میں تو کیا عالموں کے یہاں اور کیا عام لوگوں کے

یہاں یہی دیکھا کہ ان باتوں میں باپ کو پورا اختیار رہتا ہے اور وہی جہاں پسند کرتے ہیں لڑکوں کی شادی کر دیا کرتے ہیں تم گھر کے ہو کے نہ منظور کرو گے تو ہم ننھی کے لئے دولھا کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟

ولی اللہ: میں سچ سچ کہہ دوں گا تو آپ کو اور ملال ہوگا مگر آپ ہی انصاف کیجئے کہ بھلا آپ نے ننھی کو اس قابل رکھا ہے کہ کوئی مسلمان اس سے نکاح کرے انگریزی پڑھا پڑھا کے اور میموں کی صحبت میں بٹھا بٹھا کے آپ نے اُسے عیسائی بنا دیا ہے۔ میرا اس کا نباہ کیسے ہو سکے گا؟

ماں: نباہنے والے نباہتے ہی ہیں اور وہ تو ایسی عقلمند محبت والی اور سلیقہ مند لڑکی ہے کہ ایسی دولہن کو کوئی چراغ لے کے ڈھونڈھے تو بھی نہ ملے گی اور میں تو کہتی ہوں کہ تم چاہو نباہو یا نہ نباہو وہ تمھارے ساتھ ساری زندگی نباہ دیگی۔

ولی اللہ: آپ کے نزدیک ایسی ہی سہی۔ مگر میں کہے دیتا ہوں کہ آپ چاہے خفا ہوں یا خوش میں اس سے نکاح نہ کروں گا" اس جواب پر ماں رونے لگیں اور ولی اللہ انھیں روتا ہوا چھوڑ کے چلے گئے۔

رات کو مولوی عزیز اللہ گھر میں آئے تو بیوی نے تنہائی میں اُن کے آگے بیٹے کی ساری گفتگو دہرائی کچھ دیر تو وہ فکر میں رہے پھر سر اٹھا کے کہا "تم نے اس سے ذکر ہی کیوں کیا؟ اس کی مجال ہے کہ میں چاہوں اور وہ نہ کرے۔ اسے کرنا ہوگا۔ ننھی اگر انکار کرتی تو تعجب کی بات نہ تھی اس لئے کہ انگریزی پڑھی ہے اور انگریزوں کے طریقوں سے واقف ہے ان کے یہاں لڑکا اور لڑکی دونوں اپنی خوشی اور اپنی رضامندی سے شادی کرتے ہیں مگر اس نالائق کو جس کی تعلیم ہماری اور خالص مسلمانوں کی سی ہے انکار کرنے

www.pdfbooksfree.pk

کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا فرنگی محل میں اس نے یہی تعلیم پائی ہے؟ کبھی کسی مولوی نے بھی آج تک ماں باپ کے خلاف کیا تھا؟ یا ان کی ٹھہرائی ہوئی نسبت سے کسی نے انکار کیا؟

بیوی۔ کسی نے کیا ہو یا نہ کیا ہو، صاحبزادے تو انکار کر رہے ہیں۔

عزیز اللہ: میرے نزدیک تمھارا پوچھنا برا ہو گیا۔ بے کہے سنے نکاح ہو جاتا اور اس کو انکار کی مجال نہ ہوتی۔ تمھارے پوچھنے سے اسے خیال پیدا ہو گیا کہ میں بھی اس معاملے میں کوئی چیز ہوں۔ خیر یہ گفتگو چھڑ ہی گئی تو میں بھی کہوں گا۔

بیوی: مگر اس طرح نہ کہنا کہ بے تکان لاٹھی مار دو۔ جوان لڑکا ہے اسے بھی ضد آ گئی تو بڑی خرابی ہو گی۔

عزیز اللہ: اس سے بڑھ کے خرابی کیا ہو گی کہ وہ شادی سے انکار کر رہا ہے اب لاٹھی مارنا ہو یا پھول کی چھڑی، چلانا میں بے سیدھا کیے نہ رہوں گا۔

بیوی نے پھر سمجھایا کہ جہاں تک بنے نرمی اور سلاحیت سے سمجھانا اور اس کے بعد گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گئیں مگر مولوی عزیز اللہ کو رات بھر نیند نہ آئی۔ ساری رات اسی فکر میں پیچ و تاب کھاتے رہے۔ صبح کو باپ بیٹوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی۔ سلام کے بعد مولوی عزیز اللہ نے معمولی وظیفے کو بھی ملتوی کیا اور بیٹے سے کہا۔ ولی اللہ! کل تم نے اپنی ماں سے جو باتیں کہیں ان کو سن کے مجھے حیرت ہو گئی کیا تم نے فرنگی محل میں یہی پڑھا ہے کہ ماں کو یوں گستاخی سے جواب دو؟ اور ان کے حکم سے باہر ہو جاؤ؟"

ولی اللہ نے آنکھیں نیچی کر لیں اور کچھ جواب نہ دیا مگر جب باپ نے "بولو

بولو" کی رٹ لگا دی تو اسی طرح سر جھکائے جھکائے کہا۔ میں نے تو کوئی گستاخی نہیں کی۔ انہوں نے ایک بات پوچھی تھی میں نے اس پر اپنا خیال ظاہر کر دیا۔"

عزیز اللہ: تم کیا اور تمھارا خیال کیا۔ تمھارا فرض ہے کہ ماں باپ جو حکم دیں اس پر عمل کرو۔

ولی اللہ: (ذرا دل مضبوط کر کے) نباہنا تو مجھے پڑے گا۔

عزیز اللہ: (طیش کے ساتھ) یہ بھی ہمارا حکم ہے کہ نباہو اور اگر تم میں ذرا بھی شرافت ہے تو نباہو گے۔"

ولی اللہ کو اس کا جواب دینے کی جرات نہ ہوئی اور ارادہ کیا کہ اٹھ کے چلے جائیں مگر مولوی عزیز اللہ نے روکا اور کہا" وعدہ کرو کہ تمھیں اس میں عذر نہ ہو گا اور زندگی بھر نباہو گے؟"

ولی اللہ: میں آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں گا۔" اتنا کہا اور اسی وقت باہر چلے گئے۔"

ولی اللہ کے جاتے ہی مولوی عزیز اللہ نے بیوی سے کہا" واقعی صاحبزادے ضد پائے ہوئے ہیں ورنہ مجال نہ تھی کہ میرے سامنے انکار کرتے۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اسے بڑوں کو جواب دینا کہاں سے آ گیا۔ آج رات کو ملا معین صاحب سے پوچھوں گا کہ آپ نے اسے یہی سکھایا ہے۔

بیوی: ابھی فرنگی محل نہ جاؤ۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ باتیں انھیں کی سکھائی پڑھائی ہوں۔ میرے نزدیک تو پہلے اس معاملے میں مکنتاش صاحب اور ان کی میم صاحب سے مشورہ کر لو۔"

عزیز اللہ۔ وہ بھلا کیا مشورہ دے سکتے ہیں ہماری رسموں ہمارے طریقوں ہمارے

www.pdfbooksfree.pk

خاندان کی باتوں اور ہمارے گھر کے رواجوں کو وہ کیا جانیں۔"

بیوی - پھر بھی وہ لوگ اچھی تدبیروں اور ہر طرح کی مصلحتوں کے ساتھ کام نکالنا ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔

عزیز اللہ - خیر تم کہتی ہو تو میں اسی وقت ناشتہ کر کے چلا جاؤں گا کیونکہ کسی کو دفتر کے وقت سے پہلے ان سے اطمینان کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع نہیں مل سکتا ہے مگر انھیں بھی یہ حال سن کے بڑا ملال ہوگا۔"

اس کے بعد مولوی عزیز اللہ کچھ دیر خاموش اور فکر میں رہے پھر ناشتہ کیا اور ہاتھ دھوتے ہی آٹھ بجنے پائے ہوں گے کہ رزیڈنسی میں پہونچ گئے۔

پانچواں باب

کپتان صاحب اور ولی اللہ کی بحث

جس وقت مولوی عزیز اللہ رزیڈنسی کے احاطے میں داخل ہوئے کپتان مکنتاش صاحب اپنے مکان کے برآمدے میں ایک آرام کرسی پر لیٹے حقہ پی رہے تھے جس چیز کا ان دنوں انگریزوں میں بہت رواج ہو گیا تھا۔ پاس کوئی نہ تھا ان کے برابر ایک آرام کرسی سامنے اور ادھر اُدھر چند معمولی کرسیاں پڑی تھیں جو خالی تھیں۔

مولوی صاحب نے قریب جا کے سلام کیا اور ایک کرسی پر خاموش بیٹھ گئے مگر چہرہ تمتمایا ہوا اور فکر و تشویش میں غرق۔ صاحب نے جو ان کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا۔ کیوں خیریت تو ہے؟ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں!"

عزیز اللہ - کیا عرض کروں۔ ایسی بات ہے کہ مجھے زبان پر لاتے شرم آتی ہے حضور تو کمال نوازش و مرحمت سے شادی کا سامان کر رہے ہیں اور صاحبزادے کو نعمتی کے ساتھ عقد کرنے میں انکار ہے۔

سنتے ہی کپتان صاحب کرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے حیرت کے ساتھ زبان سے نکلا۔ انکار ہے؟ کیا آپ نے اس بارے میں ولی اللہ سے مشورہ نہیں کر لیا تھا!"

www.pdfbooksfree.pk

مولوی صاحب ۔ یہ مشورے کی کون بات تھی میں اور اس سے مشورہ کرتا۔ اور پھر اس کے نکاح کے معاملے میں۔ شریفوں میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔

کپتان صاحب ۔ (زور سے ٹھٹھا مار کے) اس کی شادی اور اس کو خبر نہیں۔ مولوی صاحب یہ تو اسی کی زندگی کا معاملہ ہے۔ بغیر اس کی رضامندی کے نہ شرع میں نکاح کرنا جائز ہے اور نہ مصلحت کے موافق ہے۔

مولوی صاحب ۔ حضور، ہمارے یہاں کا یہ طریقہ نہیں ہے یہ ہمارا کام ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ چاہیں نکاح کر دیں۔ لڑکوں کی سعادتمندی کا تقاضا ہے کہ بے عذر قبول کریں اور زندگی بھر نباہیں۔

صاحب کے قہقہے کی آواز سن کر میم صاحب باہر نکل آئیں اور ان کے برابر کرسی پر بیٹھتے ہوئے شوہر سے پوچھنے لگیں "تمھیں کس بات پر اتنی زور سے ہنسی آئی"

صاحب ۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے بیٹے سے ان کی شادی کا ذکر ہی نہیں کیا اور نہ انھیں اس کی خبر تھی۔ اب سنا ہے تو ناراض ہیں اور تمھاری نمفی کے ساتھ نکاح کرنا نہیں پسند کرتے۔

میم صاحب ۔ (مولوی صاحب سے) واقعی آپ کو ان سے ضرور پوچھ لینا چاہیئے تھا۔ دستور نہ تھا تو بھی ضرور ذکر کر دیتے۔ یہ خرابی تو نہ ہوتی۔

مولوی صاحب ۔ ہمارے ہاں اس کی مطلق ضرورت نہیں اور ہمیں حق ہے کہ اپنے بیٹے کی شادی جس کے ساتھ چاہیں کر دیں۔"

میم صاحب ۔ کیا اسلام نے آپ کو ایسا حق دیا ہے۔

مولوی صاحب ۔ اسلام نے یہ حق دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ مگر ہماری شرافت اور ہماری

معاشرت نے ہمیں اس کا حق ضرور دیا ہے ہم نے پال کے بڑا کیا۔ تعلیم دلائی۔ پرورش اور تعلیم پر اپنا روپیہ صرف کیا تو ہمارا ہی کام یہ بھی ہے کہ جس کے ساتھ چاہیں شادی کر کے انھیں دنیا کے کام میں لگائیں۔

کپتان صاحب ۔ مگر یہ تو خیال کیجئے کہ زندگی بھر نباہنا لڑکے کو پڑیگا۔ آپ شادی کر کے علیحدہ ہو جائیں گے اور سابقہ انھیں دونوں دولہا دلہن سے رہے گا۔ یوں بے پوچھے شادی کر دینا اُن کے ساتھ ہمدردی نہیں بلکہ ظلم ہے۔ انھیں اس معاملہ میں پورا اختیار دینا چاہیئے۔

مولوی صاحب ۔ جی ہمارے یہاں تو جو لڑکا یا لڑکی شادی سے پہلے ایک دوسرے سے مل لیں ان کو ہم شریف نہ سمجھنا کیسا بدکار سمجھتے ہیں۔

صاحب ۔ (پھر قہقہہ مار کے) خوب، جس طرح آپ کے یہاں سلطنت میں بادشاہ رعایا کو کسی بات کی آزادی نہیں دیتا اسی طرح معاشرت میں بھی آپ اپنے ہر ماتحت کو چاہے وہ بیٹے بیٹی ہی کیوں نہ ہوں آزادی دینا نہیں گوارہ کرتے۔ فرض کیجئے کہ آپ نے بے پوچھے عقد کر دیا اور ان دونوں میں نہ نبھی تو پھر اُن کی اور آپ کی بیوی کی زندگی کس قدر عذاب میں پڑ جائے گی۔

مولوی صاحب ۔ حضور یہ اندیشہ وہم ہی وہم ہے میں آپ کے سامنے صاف صاف کہنا گستاخی سمجھتا ہوں۔

صاحب ۔ (بات کاٹ کر) نہیں آپ آزادی سے بے تکلف گفتگو کیجئے۔ میں آپ کے اصول معاشرت اور آپ کی دلیلوں کو سننا اور سمجھنا چاہتا ہوں۔

مولوی صاحب ۔ تو جناب والا ایک نوعمر لڑکا اپنی ناتجربہ کاری کے زمانے میں جب کہ

www.pdfbooksfree.pk

جوانی کا جوش بڑھا ہوا ہوتا ہے کسی لڑکی میں بجز حسن و جمال ناز و انداز عشوہ و ادا اور شوخی و کرشمے کے اور کسی خوبی کو دیکھ سکتا ہے وہ نہ اس کو دیکھتا ہے کہ لڑکی کے عادات و اخلاق اور صفات و اطوار کیا ہے نہ اس کو دیکھتا ہے کہ اس میں کوئی لیاقت اور قابلیت ہے یا نہیں نہ اس کا پتہ لگاتا ہے کہ لڑکی سلیقہ والی ہے یا پھوہڑ بس صورت دیکھ کے فریفتہ ہو جاتا ہے پسند کرتے وقت جوش جوانی کی وجہ سے آنکھ ناک اور شکل و صورت کے سوا اور جتنی خوبیاں ہیں ان کو صرف ہم دیکھ سکتے ہیں اور ہماری ہی جستجو اور پسند سے اس کو اچھی بیوی مل سکتی ہے۔

کپتان صاحب ۔ مگر ہمارے یہاں تو جب تک لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند نہ کر لیں۔ ماں باپ کو شادی میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ آپس میں طے کر لینے کے بعد البتہ وہ ماں باپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انکی منظوری سے شادی ہوتی ہے۔

مولوی صاحب ۔ جی ہاں اپنا اپنا طریقہ ہے مگر اس کو میں کبھی نہ مانوں گا کہ خود لڑکے لڑکیاں ناتجربہ کاری اور جوانی کی مستی میں اپنے لئے اچھا جوڑ ڈھونڈھ سکتے ہیں۔

میم صاحب ۔ خیر اب یہ بحث تو ہوتی ہی رہے گی۔ مجھے تو اس کا بڑا ملال ہوا۔ اگر یہیں تک ہوتا کہ میں شادی کا سب سامان کر چکی تھی تو مضائقہ نہ تھا۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ میری ننھی کو اس کا بڑا صدمہ ہوگا وہ ولی اللہ کو دل دے چکی ہے اور اب اپنی آرزو میں نامراد رہی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔

ان الفاظ کو مولوی عزیز اللہ پہلے تو حیرت و دہشت کے چشم و ابرو سے سنتے رہے پھر میم صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے کہا خدا کے لیے میم صاحب کسی اور کے سامنے یہ بات زبان سے نہ نکالئے گا ورنہ میری ناک تو ولی اللہ کی نالائقی سے کٹ ہی

گئی اب سارے خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔

میم صاحب ۔ (تعجب سے) کیوں؟

مولوی صاحب ۔ بھلا اس سے بھی بڑی کوئی رسوائی ہو سکتی ہے کہ لڑکی کی نسبت مشہور ہو کر وہ کسی لڑکے کو چاہتی یا اسے دل دیچکی ہے چاہنا دل دینا محبت کرنا بازاری قحبہ کا کام ہے شریف زادیوں کو اس سے مطلب ہی نہیں ہوتا کہ کس کے ساتھ بیاہی جائیں گی اور کس کی دولہن بنیں گی۔

میم صاحب ۔ خود ننھی نے تو کبھی اس بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا مگر میں نے اس سے اس کی شادی کا ذکر کیا اور اس نے شرم آلود بشاشت سے سنا اس سے میں خیال کرتی ہوں کہ اس کو ولی اللہ سے محبت ہے اور ان کے ساتھ شادی نہ ہونے کا اسے ملال ہوگا۔

مولوی صاحب ۔ تو حضور نہ اسے اس کا خیال ہے اور نہ ہونے سے اس کو کسی قسم کا ملال ہوگا یہ فقط آپ کا وہم و گمان ہے اور آپ یہ نہ خیال کریں کہ یہ شادی نہ ہوگی۔ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ ولی اللہ کی اتنی مجال نہیں کہ میرے حکم کے خلاف کرے۔ صاحب سے میں نے فقط اس لیے عرض کیا تھا کہ اسے بلا کے ذرا سمجھا دیں اور ذرا دھمکا کے شادی پر مجبور کر دیں ورنہ میں تو اپنا کام کروں ہی گا۔

کپتان صاحب ۔ میں جبر اور زبردستی کو نہیں پسند کرتا۔ انھیں کسی وقت بلا کے سمجھاؤں گا۔ اور یقین ہے کہ میرے کہنے کو مان لیں گے لیکن اگر انہوں نے نہ مانا تو میں مجبور نہیں کر سکتا۔"

میم صاحب ۔ مجبور کرنے کو تو میں بھی نہیں پسند کرتی مگر ننھی کی خوشی کے لئے

www.pdfbooksfree.pk

اتنا ضرور چاہتی ہوں کہ ولی اللہ جس طرح بنے راضی کر دے جائیں۔

مولوی صاحب ۔ پھر آپ نے ننھی کا نام لیا۔ خدا کے لئے اسے بدنام نہ کیجیے۔ ورنہ میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ نوکری کو بھی خیر باد کہوں گا اور منہ کالا کر کے کسی طرف نکل جاؤں گا۔

میم صاحب ۔ آپ برا نہ مانیں میں ننھی کی نہیں اپنی خوشی کے لئے صاحب سے کہتی ہوں کہ ولی اللہ کو شادی پر راضی کر دیں۔"

مولوی صاحب ۔ یہ کہئے اس میں مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ میری اور آپ کی سب کی خوشی اسی میں ہے مگر ننھی کا نام درمیان میں نہ آئے۔

ان باتوں کے بعد مولوی عزیز اللہ اپنے گھر میں واپس آئے اور کپتان صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے اردلی کو بھیج کر ولی اللہ کو بلا بھیجا۔ اسی شام کو جس وقت کہ بلایا تھا ولی اللہ کپتان صاحب کے پاس آئے اور کپتان صاحب نے کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے شادی کا تذکرہ چھیڑا ولی اللہ نے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر ٹال نہ سکے اور آخر کار کہتے ہی بن پڑا کہ مجھے اس شادی سے انکار ہے صاحب نے انکار کی وجہ پوچھی تو دیر تک بغلیں جھانکتے رہے اور جب دیکھا کہ بے بتائے جان نہیں چھوٹ سکتی تو کہا ان معاملات کو میں حضور سے نہیں عرض کرنا چاہتا۔

کپتان صاحب یہ جواب پا کے چند منٹ خاموش رہے پھر کہا "میں تمہارے خاندان سے اس قدر تعلق رکھتا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں ہے اور دراصل اس شادی کو میری میم صاحب کر رہی ہیں اور تمہارے انکار کر دینے سے تمہارے ہی یہاں کے رواج کے مطابق لڑکی کی عزت پر حرف آ جانے کا اندیشہ ہے اس

لئے تم سے انکار کے وجوہ پوچھنے کا حق ہے۔

ولی اللہ ۔ کوئی چھپانے کی بات نہیں ہے مگر اس کا آپ کی خدمت میں عرض کرنا گستاخی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کو سن کر ملال ہو گا۔

صاحب ۔ مجھے ملال نہیں ہو سکتا اور میں تم کو پوری آزادی دیتا ہوں کہ تمہارے دل میں جو کچھ ہو اس کو صاف صاف بیان کر دو"

ولی اللہ ۔ حضور فرماتے ہیں تو میں عرض کئے دیتا ہوں مگر پھر مجھے بے ادبی اور گستاخی کا الزام نہ دیجیے گا۔"

صاحب ۔ میں بالکل برا نہ مانوں گا تمہارے دل میں جو ہو اس کو بلا تامل ظاہر کر دو۔

ولی اللہ ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور اپنے دین و مذہب کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے۔ یہ لڑکی جو میرے ساتھ منسوب ہے اس کو میم صاحب نے اپنی تعلیم و تربیت بالکل اپنے مذاق اور خیالات کا بنا لیا ہے وہ انگریزی جانتی ہے عورتوں کی آزادی کا سبق لے چکی ہے بھلا ایسی لڑکی کسی مسلمان کے دبائے دب سکتی ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم دونوں میاں بیوی بن کے عیش و فارغ البالی سے زندگی بسر کریں رات دن آپس میں بحث ہوتی رہے گی جو بڑھتے بڑھتے ملال کے درجے کو پہونچ جائے گی اور ممکن نہیں کہ میری اس کی زندگی عیش و آرام سے بسر ہو۔"

صاحب ۔ کبھی تم نے اسے اپنے والدہ یا والد سے بھی کسی بات پر الجھتے یا کسی معاملے میں ان کے خلاف کرتے دیکھا ہے؟ ولی اللہ نے کہا دیکھا تو نہیں مگر خیال ہے کہ جیسی تعلیم ہو اس پر اس کا کچھ اثر ضرور ہو گا" صاحب نے مسکرا کے کہا "تو یہ تمہارا فقط

www.pdfbooksfree.pk

وہم اور گمان ہی ہے۔

ولی اللہ ۔ بیشک صرف گمان ہی ہے لیکن ایسی تعلیم ہی ہمارے دین اور اخلاق کے خلاف ہے۔

صاحب ۔ تو کیا شریعت اسلام میں یہ حکم ہے کہ جس عورت نے مروجہ تعلیم کے خلاف کسی اور قسم کی تعلیم پائی ہو اس کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔

ولی اللہ ۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔

صاحب ۔ تم تو میں نے سنا ہے کہ عربی زبان اور فقہ و منطق وغیرہ کی تعلیم پا چکے ہو۔ کسی کتاب میں اس حکم اور فتوے کو دکھا سکتے ہو؟

ولی اللہ ۔ کسی کتاب میں تو نہیں پڑھا مگر علما کا فتویٰ یہی ہے۔

صاحب ۔ جہاں تک میں جانتا ہوں تم سنی ہو اور علمائے فرنگی محل سے تعلیم پائی ہے انہوں نے شاید تم کو یہی بتایا ہو۔ مگر میں اس مضمون کا استفتا دیتا ہوں ان سے جواب لکھوا کے دستخط کرا لاؤ گے؟"

ولی اللہ ۔ لکھوا تو لاتا۔ لیکن شاید اس وقت انھیں کسی فقہ کی کتاب میں نہ ملے اور دستخط کرنے میں تامل کریں۔ فرض کریں کہ ایسا مسئلہ کتابوں میں نہیں ملتا۔ مگر اس کے ماننے میں تو آپ کو بھی تامل نہ ہوگا کہ جب اس نے ایک مسیحیہ عورت سے انگریزی کی تعلیم پائی ہے۔ تو چاہے ظاہر میں چھپائے دل میں کرانی ضرور ہو گی۔"

صاحب ۔ کیا کسی زبان اور کسی مذہب کی تعلیم سے انسان کا دین بدل جاتا ہے۔

ولی اللہ ۔ "میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔"

صاحب ۔ (ہنس کر) ننھی نے عربی بھی میری میم صاحب ہی سے پڑھی ہے اور تم جانتے

ہو کہ میم صاحب فارسی اور عربی اچھی جانتی ہیں اور ان زبانوں کو انہوں نے شوق اور محنت سے حاصل کیا ہے تو کیا اس تعلیم سے وہ مسلمان ہو گئیں۔

ولی اللہ ۔ "ان کو تو میں مسلمان نہیں دیکھتا۔"

صاحب ۔ (ٹھٹھا مار کے) اور ننھی کو عیسائی دیکھتے ہو؟

ولی اللہ ۔ "میم صاحب کی اور بات ہے وہ جو چاہیں کریں جہاں چاہیں آئیں جائیں جس سے چاہیں ملیں جلیں اور جس کے ساتھ چاہیں کھائیں پئیں۔ ان کے لئے مضائقہ نہیں۔"

صاحب ۔ "تو تم نے ننھی کو کسی غیر کے یہاں آتے جاتے اس سے ملتے جلتے اس کے ساتھ کھاتے پیتے دیکھا یا سنا ہے؟"

ولی اللہ ۔ "میم صاحب کے ساتھ اس نے کھایا پیا ہوگا جب شاگرد ہے روز صحبت رہتی ہے تو کھانے پینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔"

صاحب ۔ "تم نے ان کے ساتھ کھاتے پیتے دیکھا ہے۔"

ولی اللہ ۔ "دیکھا سنا تو نہیں مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ کھایا پیا ہوگا بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ دل میں کرائن ہو گی۔"

صاحب ۔ "اچھا یہ بھی مانا کہ وہ مسیحی ہے لیکن اسلام میں کیا مسیحیہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے؟ قرآن تو آپ نے پڑھا ہوگا اس میں صاف حکم ہے کہ مسیحیہ کے ساتھ شادی کرو۔"

ولی اللہ ۔ "قرآن میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ نصرانیوں کا کھانا حلال ہے مگر ہمارا اس پر عمل نہیں۔" صاحب نے اس جواب پر حیرت سے پوچھا "کیوں؟" جواب ملا۔ "اس لئے کہ ہمارے علما اس کی اجازت نہیں دیتے۔"

صاحب نے پھر متحیر ہو کے پوچھا۔ "تو کیا عالموں کو اس کا حق حاصل ہے کہ قرآن کے

www.pdfbooksfree.pk

جس حکم کو چاہیں منسوخ کر دیں۔"

ولی اللہ"۔نہیں۔معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

صاحب"۔تو پھر جو حکم نص صریح قرآن سے ثابت ہو اس کے خلاف کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے۔"

ولی اللہ۔خیر"اس بحث کو جانے دیجئے علما جانیں اور اُن کا فتویٰ مگر میں ایسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جس کی نسبت یقین ہے کہ دل میں کرائسٹ ہو گی۔ سنیئے جو کوئی دین اسلام کو چھوڑ کے دوسرا مذہب اختیار کر لے وہ شریعت کی رو سے مرتد ہے اور مرتد سے میل جول درکنار اُس کا قتل کرنا واجب ہے۔"

اس جواب نے کپتان صاحب کو تھوڑی دیر کے لئے خاموش رکھا مگر خود ہی ذرا غور کر کے بولے "سنو تم ابھی بچے ہو۔ پڑھ لیا ہے مگر برتنا دوسری چیز ہے ہر بات کا حکم نوعمری کی تیزی اور جوانی کے جوش سے نہ لگا دیا کرو۔ ایسے فتوے پوری تحقیق اور سچی شہادت ملنے پر دیئے جاتے ہیں نہ یوں سنی سنائی باتوں اور وہمی خیالی بد گمانیوں پر دنیا کا کوئی مسلمان عالم بھی تمہارے ان وہموں کی بنا پر نتھی کی نسبت کفر و ارتداد کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔ نتھی کی نسبت تمہارے یہ سب خیالات بے اصل اور بد گمانی کے ہیں سنو میں اگر تمہارا مفتی مُلّا اور قاضی ہوتا تو تمہارے بارے میں یہ شرعی حکم جاری کرتا کہ ایک سچی عفیفہ اور پاک دامن مومنہ پر تم نے کفر و بے دینی کی تہمت لگائی اور تم اسی کی حد یعنی سزا سے نہ بچ سکتے ولی اللہ اول تو یہ یاد رکھو کہ ہم لوگ ہندوستان میں جو آئے ہیں تو ملکی اصلاح اور سارے ملک میں امن و امان اور تہذیب و اخلاق پھیلانے کو آئے ہیں ہم کسی کا دین لینے اور اس کے بہکانے اور بگاڑنے کو

نہیں آئے ہیں یہ ہمارے پادری البتہ انجیل کی وعظ کہا کرتے ہیں مگر ہم اس امر میں ان کے خلاف ہیں ہم اور ہماری میم صاحب اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو اُنھیں کے دین اور عقیدے پر مضبوط کریں اور اسی اصول کی پابندی میں میم صاحب نے نتھی کو اس کے دین اس کے عقائد اس کے آداب معاشرت اور اس کے خاندان کے مذاق کے مطابق تعلیم دی ہے وہ عیسائی ہونا چاہتی بھی تو میم صاحب اُسے سمجھاتیں کہ تمہارا دین سچا ہے اور اچھا ہے تم کو اسی پر رہنا چاہیئے ہم لوگ یہ عہد کر کے آ رہے ہیں کہ کسی کے مذہب اور اخلاق و عادات میں دخل نہ دیں گے نتھی کے حالات میں اپنی میم صاحب سے ہمیشہ سنتا رہا ہوں اور آج بھی اُن سے کرید کرید کے پوچھ چکا ہوں ان سے معلوم ہوا کہ نہایت نیکبخت ہوشیار اور بڑی سلیقے والی لڑکی ہے مذہب کی پوری پابند ہے تعلیم نے بجائے آزادی کے اس میں صلاحیت۔ سعادتمندی، دینداری اور بزرگوں کی اطاعت کے اوصاف ایسے مستقل کر دیئے ہیں کہ چاہے ساری دنیا خلاف ہو جائے وہ نہ اپنے دین کو چھوڑیگی اور نہ بزرگوں کی فرمانبرداری سے باہر ہو گی ایسی لکھی پڑھی اور ماں باپ کی فرمانبردار لڑکی ہندوستان میں چراغ لیکے ڈھونڈھو تو بھی نہ ملے گی۔ تمہاری دلہن بننے میں اس کی اتنی خوش نصیبی نہ ہو گی جتنی کہ تمہاری ہو گی اس کے ساتھ شادی ہونے میں تمہاری زندگی سدھر جائے گی اور جیسی اچھی اس کے ساتھ گذرے گی اور کسی عورت کے ساتھ ممکن نہیں لہذا اس کے بارے میں انصاف کرو اور شادی سے انکار کر کے اپنے ماں باپ کے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ اور تم جانتے ہو کہ دنیا میں ان کی اکیلی یہی ایک تمنا ہے کہ آپس میں شادی ہو جائے اور تم دونوں کو دولھا دولھن بنتے دیکھیں۔

www.pdfbooksfree.pk

یہاں تک بیان کر کے لائق الدولہ بہادر ذرا رُکے اور فرمانے لگے اُن دِنوں انگریز لوگ عربی اور فارسی کی تعلیم ایسی قابلیت سے پاتے تھے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے قابل منشی اور متبحر عالم بھی بعض وقت گفتگو میں ان سے عاجز آجاتے تھے۔ کپتان صاحب بھی انھیں قابل انگریزوں میں تھے چنانچہ ولی اللہ کو ایسا عاجز کیا اور ہر بات کا ایسا عالمانہ جواب دیا کہ کچھ بنائے نہ بنتی تھی اور سارا لکھا پڑھا بھول گیا تھا۔

پھر کہا "خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ طاہرہ بیگم نے پھر اپنے قصہ کا سلسلہ شروع کیا اور کہنے لگیں، ولی اللہ نے آخر کپتان صاحب سے عاجز آکر کہا، لیکن جب میرے دل کو اطمینان ہی نہیں ہوتا تو کیسے شادی کو منظور کر لوں؟ یہ ممکن نہیں کہ اتنے دنوں ساتھ رہنے سہنے میں اس نے میم صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھایا ہو۔ ہمارے عقیدے میں تو یہ ہے کہ عیسائی سے ہاتھ ملانے میں بھی ہاتھ ناپاک ہو جاتا ہے دوسرے ابھی چار پانچ مہینے ہوئے اس نے بھتنوں کے وجود سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ عرب و عراق اور شام و روم میں مسلمان اور وہاں کے بڑے بڑے عالم نہ عیسائی کو نجس جانتے ہیں نہ ان کے ساتھ کھانے میں پرہیز کرتے ہیں، یہ میم صاحب کی محبت کا اثر نہیں تو کیا ہے جس عورت کے ایسے خیالات ہوں اس کو آپ مسلمان کہتے ہیں۔

کپتان صاحب۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نحفی نے یہ غلط نہیں کہا۔ ہم لوگ جو یہاں آتے ہیں تو اکثر مصر و شام اور فلسطین و عرب کی سیر کرتے ہوئے آتے ہیں۔ میں وہاں کے بڑے بڑے عالموں سے ملا اور وہاں بھی عیسائیوں کے ہاتھ کا کھانا کھانے اور مسیحیہ عورت کے ساتھ شادی کرنے کے خلاف نہیں پایا۔

ولی اللہ۔ آپ کو دھوکا ہوا ہوگا کسی رند مشرب اور بے اختیار شخص کو دیکھ کر آپ نے

خیال کر لیا ہوگا کہ وہاں کے پابند شرع لوگ بھی ایسی ہی بے احتیاطیاں کرتے ہیں۔

صاحب"۔ میں نے اس کو خوب تحقیق کر لیا ہے غلط نہیں کہتا۔ آپ کا جی چاہے خود جا کے دیکھ لیجئے"۔

ولی اللہ۔ خیر ہوگا مگر میں جب تک وہاں جا کر دیکھ لوں اور وہاں کے عالموں سے بحث کر کے اپنا اطمینان نہ کر لوں آپ کے کہنے سے ایسی بے احتیاطی نہیں کر سکتا۔

صاحب"۔ اگر تم میری بحث اور میرے سمجھانے کو نہیں مانتے تو اپنی معاشرت اور اپنی یہاں کے رواجوں کا خیال کرو۔ تمھارے یہاں شریف زادوں کا شیوہ ہے کہ بزرگوں خصوصاً باپ کے حکم سے باہر نہیں ہوتے۔ تم شائد جانتے ہو کہ تمھارے انکار سے تمھارے والد کو کس قدر ملال ہوگا اور تم کو تمام لوگ کیسا نالائق خیال کریں گے؟ مجھ سے ان سے ان بارے میں گفتگو ہو چکی ہے وہ نہایت ہی برہم ہیں اور میں نے ہزار سمجھایا اُن کا جوش اور غصہ کم نہ ہوا۔ کیا عجب کہ تمھارے ساتھ سختی اور جبر کرنے پر آمادہ ہو جائیں اس لئے تمھارا فرض ہے کہ اپنے والد کا کہنا مانو اور اس کا خیال کرو کہ تمھارے مذہب میں والدین کی اطاعت کا کیسا سخت حکم ہے"۔

ولی اللہ"۔ جی ہاں ہے مگر اس کے ساتھ یہ دینی فرمان بھی موجود ہے کہ۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (یعنی خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں)۔

اس گفتگو نے ولی اللہ کو ایک طیش سا دلا دیا تھا۔ یہ آخری جواب دیتے ہی صاحب سے بغیر اجازت لئے اُٹھ کے چلے گئے اور صاحب خاموش بیٹھے رہ گئے اسی فکر میں تھے کہ اندر سے میم صاحب نکل آئیں اور پوچھنے لگیں "کیوں فکر کس بات کی ہے"۔

صاحب"۔ میں نے اس وقت ولی اللہ کو ہر بات میں قائل کیا اور ہر طرح سمجھایا مگر

www.pdfbooksfree.pk

کسی طرح نہیں مانتا۔ یہ بات کسی طرح اس کے دل سے نہیں نکلتی کہ تم نے اسے تعلیم دیکر کرانی اور بے دین بنا دیا اور معلوم ہوتا ہے کہ فرنگی محل والوں نے یہ خیال اس کے دل میں جما دیا ہے۔"

میم صاحب"۔ مگر ننھی تو اپنے عقیدے میں اتنی مضبوط اور اپنے رسم و رواج کی اس قدر پابند ہے کہ اس پر ایسی بدگمانی کرنا بڑا ظلم ہے۔"

صاحب۔ (ہنس کر) "اور یہ ظلم اس پر تمہارے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔"

میم صاحب"۔ "تو تم نے مجھے کیوں نہ بلایا۔ شاید میرے سمجھانے سے اس کی بدگمانی دور ہو جاتی۔"

صاحب"۔ "میں نے تمہاری ہی طرف سے اطمینان دلایا مگر وہ سماعت نہیں کرتا"

ان باتوں کے بعد صاحب اور میم دونوں اٹھ کر اندر چلے گئے۔

چھٹا باب

مولانا کا فتویٰ

دوسرے دن ولی اللہ اپنے والد کے ساتھ گھر میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے کہ مولوی عزیز اللہ نے ٹوک کے کہا" اب تو تم کو نکاح میں عذر نہیں ہے؟ تمہاری نالائقی اور تمہارے اس انکار سے شرافت کو جو دھبہ لگ چکا ہے یوں نہیں چھوٹ سکتا کہ تم کو اپنی گزشتہ بدتہذیبی پر ندامت ہو اور بے عذر نہایت خوشی و رضامندی کے ساتھ شادی کر لو"

ماں نے بھی میاں کی تائید کی اور بولیں" سچ سچ بڑی بدنامی ہوئی۔ بیٹا تم تو عالم و فاضل ہو۔ سارا علم پڑھ چکے۔ فضیلت کی پگڑی بندھنے والی ہے تم سے ایسی حرکت ہونا بڑی تعجب کی بات ہے یہ تو سوچو کہ ہم تمہاری بھلائی نہ چاہیں گے تو کون چاہے گا۔

مگر ولی اللہ خاموش تھے سر جھکائے کھانا کھا رہے تھے اور اس طرح ٹال رہے تھے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ آخر مولوی عزیز اللہ آپے سے باہر ہو گئے اور ڈانٹ کے کہا "بولتا نہیں" اور قریب تھا کہ مار بیٹھیں مگر ماں نے روکا اور کہا" اے تو غصہ کیوں کرتے ہو۔ لوگوں کے کہنے سننے میں آگیا تھا۔ غلطی ہو گئی۔ سوچ سمجھ کے خود ہی

www.pdfbooksfree.pk

ماں نے گا تم ایسے ہی آپے سے باہر ہوتے جاتے ہو تو تم دخل نہ دو۔ میں سمجھا لوں گی۔
عزیز اللہ۔ مجھے للو پتو نہیں آتی اور ایک گھڑی کے لئے بھی لڑکوں کی نالائقی اور بدتہذیبی کو نہیں برداشت کر سکتا۔

اتنے میں ولی اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر دیا۔ ماں فوراً پاس آ کے اپنے آنچل سے آنسو پونچھنے اور دلدہی کرنے لگیں۔ مگر باپ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ مطلق پروا نہ کی اور بولے اس ٹسوے بہانے سے میں کچھ ڈر نہ جاؤں گا۔ مجھے اسی وقت جواب دے۔ میرا کہنا مانتا ہے تو خیر ورنہ نہ تو میرا بیٹا ہے نہ میں تیرا باپ۔ جا دور ہو اور نکل میرے گھر سے۔ یہ ہم نے پالا پوسا اور لکھایا پڑھایا اسی لئے تھا کہ ہمارا مقابلہ اور ہماری نافرمانی کرے۔"

اب ولی اللہ نے ضبط گریہ کے ساتھ ہچکیاں لے لے کر کہا "آپ چاہیں مار ڈالیں مگر میں آپ کے حکم کی پیروی میں خدا کی نافرمانی نہ کروں گا۔"

عزیز اللہ "خدا کی نافرمانی! ابے ہماری اطاعت خدا کی اطاعت اور ہماری نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اتنا پڑھ گیا اور ماں باپ کا مرتبہ بھی نہ جانا"

ولی اللہ۔ مگر یہ حکم مجھے آپ خدا کے حکم کے خلاف دے رہے ہیں نہ یقین ہو تو فرنگی محل میں چل کے جناب مولانا سے پوچھ لیجئے۔

عزیز اللہ۔ خدا کے خلاف کیسے؟ آخر اس نکاح میں شرع کے خلاف کونسی بات ہے۔

ولی اللہ۔ جی آپ نے مجھ کو انگریزی پڑھا پڑھا کے اور انگریزوں سے ملا ملا کے کرانن بنا ڈالا ہے۔ پھر ایسی کے ساتھ میرا نباہ کیسے ہوگا؟

بیٹے کے یہ کلمات سن کے مولوی عزیز اللہ سناٹے میں آ گئے پھر بولے "تو تیرے

نزدیک جو انگریزی پڑھے عیسائی ہو جاتا ہے۔

ولی اللہ۔ "بے شک"

عزیز اللہ "تو پھر اپنے ماں باپ کو بھی مرتد سمجھتا ہوگا؟ باپ کو اس لئے کہ شدبد انگریزی جانتا اور انگریزوں سے ملتا ہے اور ماں کو اس لئے کہ انگریزنوں سے ملتی ہیں۔

ولی اللہ۔ "میں یہ نہیں کہہ سکتا"

عزیز اللہ "نہ کہنے کی وجہ! اور پھر جب ہم دونوں مرتد ہو گئے ہیں تو ہمارا نکاح بھی فسخ ہو گیا اور تو جو پیدا ہوا تو تو بھی ولدالزنا اور کرانیوں کی اولاد ہے۔ شاباش! شاباش! تو نے فرنگی محل میں یہی پڑھا ہے؟"

ولی اللہ کی ماں۔ "اے ہے۔ تم تو مارے غصے کے خدا جانے کیا اول فول بکنے لگے۔ آدمی جھگڑے کو مٹاتا ہے یہ نہیں کہ جو منہ میں آیا بکنے لگے۔"

عزیز اللہ "میں لغو نہیں بکتا۔ تمہارے صاحبزادے کا فتویٰ تمہیں سنائے دیتا ہوں۔ اس نالائق سے پوچھو کہ آدمی بے دین و بے ایمان عقیدے کے بدلنے سے ہوتا ہے یا کسی سے ملنے جلنے اور کسی کے علم حاصل کرنے سے۔ مسلمانوں کی اور اسلام کی زبان تو عربی تھی پھر انہوں نے یونانی اور فارسی زبانیں اور ان کے علم پڑھے تو سب بیدین ہو گئے۔ یونانی پہلے بت پرستوں کی زبان تھی پھر عیسائیوں کی ہو گئی۔ فارسی آتش پرستوں کی زبان تھی یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہوا کہ کسی کو چھو لیا اور بے دھرم ہو گئے۔ کسی غیر نے سنسکرت پڑھ لی اور ان کے دین کو توہین ہو گئی۔"

ولی اللہ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کے اور والدہ کے عقیدے میں خدانخواستہ کوئی فرق

www.pdfbooksfree.pk

ہے مگر ننھی کے عقیدے میں ضرور فرق آگیا ہوگا۔"

عزیز اللہ"۔ ہوگا! اسے الہام ہوا ہے کہ اس کے عقیدے میں فرق ہوگا۔ کبھی تو نے اسے کوئی ایسی بات کہتے یا ایسی وضع اختیار کرتے دیکھا ہے جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور نہیں سنا ہے تو مردود تجھ پر تہمت لگانے کی حد شرع سے جاری ہونی چاہیئے ایک بے گناہ معصوم بچی کو بے دینی کی تہمت لگاتا ہے۔"

ولی اللہ"۔ میں نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ مگر سارا زمانہ کہہ رہا ہے۔"

عزیز اللہ"۔ تو گھر میں روز دیکھتا ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات کا معائنہ کرتا رہتا ہے۔ اس کا اثر تو نہ ہوا اور لوگوں کے کہنے میں آگیا۔ دس بیس مل کے کہدیں کہ تیرے منہ پہ ناک نہیں ہے تو تجھے یقین آجائے گا کہ تو نکٹا ہے (بیوی سے) اس احمق کی باتیں سنتی ہو؟"

ولی اللہ"۔ فرنگی محل میں خود مولینا یہی فرماتے تھے۔"

عزیز اللہ"۔ ابے گدھے تو نے جیسے حالات بیان کئے ہوں گے ویسا ہی انہوں نے حکم لگا دیا ہوگا۔ مفتی صاحب سے ایک شخص کی نسبت بیان کردو کہ بیدینی کی باتیں کرتا ہے۔ وہ اُسے بیدین و مرتد بتادیں گے ایک ہندو شخص کی نسبت کہو کہ وہ چھپا کے نماز پڑھا کرتا ہے۔ وہ اسے مسلمان جان لیں گے تو نے بغیر تحقیق کئے اپنی بدگمانیاں بیان کی ہوں گی۔ اور انہوں نے کہہ دیا ہوگا کہ اس سے نکاح کرنا اچھا نہیں پہلے اپنی بدگمانیوں اور افترا پردازیوں کی تحقیق کر پھر جا کے مسئلہ پوچھ۔"

ولی اللہ"۔ میں نے جیسا لوگوں سے سنا ویسا ہی مولانا سے بیان کر دیا۔"

عزیز اللہ"۔ اور سنا کس سے؟ مجھ سے یا اپنی ماں سے؟"

ولی اللہ"۔ آپ دونوں تو اس کی محبت میں اس کے عیوب دیکھتے ہی نہیں۔ آپ کیسے کہیں گے۔"

عزیز اللہ۔ (بیوی کی طرف دیکھ کر) سنتی ہو اس اُلّو کی باتیں (ولی اللہ سے مخاطب ہو کر) پھر اور کس نے ننھی کو دیکھا یا اس سے ملا ہے کہ اس کا حال بیان کریگا۔"

بیوی"۔ اچھا ایک کام کرو۔ تم آج ولی اللہ کو ساتھ لیکر مولانا کی خدمت میں چلے جاؤ۔ معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے ننھی کے حالات کس سے سنے اور اس نے کہا ہے تو کیا کیا باتیں بیان کی ہیں۔"

عزیز اللہ"۔ اچھا جاؤں گا۔ اگرچہ اس میں بجز رسوائی و ذلت کے سوا کچھ نہیں رکھا۔ مگر اس نالائق نے منہ میں کالک لگائی ہے تو پھر اچھی طرح سہی۔"

طیش میں تو تھے ہی یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے کھینچا۔ اور کہا چل اسی وقت چل۔ دیکھوں وہ کیا فرماتے ہیں ولی اللہ میں بھلا انکار کی کیا مجال تھی۔ باپ کے ساتھ فرنگی محل کا راستہ لیا۔

صبح کے آٹھ بجے تھے۔ تنگ راستے خلقت سے بھرے ہوئے تھے اور پھر اس میں گھوڑوں۔ اونٹوں۔ ہاتھیوں۔ فٹنوں۔ ہوادروں اور سکھ پالوں کے گزرنے اور ہٹو بچو کے شور و غل سے شور محشر برپا تھا۔ کئی جگہ مولوی عزیز اللہ کو راستہ چھوڑ کے مکانوں کے چبوتروں پر چڑھ جانا پڑا۔ لیکن اس قدر برہم و برافروختہ تھے کہ راستے بھر بیٹے کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ بھیڑ میں دھکے کھاتے اور ریلوں میں پھنستے الجھتے خدا خدا کر کے فرنگی محل پہنچے۔ ملا محمد معین صاحب کے گرد طلبہ کا حلقہ جما ہوا تھا اور وہ اپنے والد مرحوم کی شرح مسلم کا درس دے رہے تھے مولوی عزیز اللہ کے سلام کا جواب دے

www.pdfbooksfree.pk

کر معمولی مزاج پرسی کی اور کہا "دم بھر توقف فرمائیے۔ سبق ختم ہو لے تو آپ سے باتیں ہوں" باپ بیٹے طلبہ کے حلقے کے باہر بیٹھ گئے اور کوئی ایک گھنٹہ میں سبق ختم ہوا۔ اب دوسرے سبق کے لیے طلبہ حلقہ باندھنے کو تھے کہ مولانا نے فرمایا "بس اب موقوف بعد عصر پڑھ لینا اس وقت مجھے مولوی عزیز اللہ صاحب سے باتیں کرنا ہیں" ساتھ ہی ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آج کدھر بھول پڑے؟ مہینوں ملاقات نہیں ہوتی؟"

عزیز اللہ"۔ مولانا رزیڈنسی کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ حاضر ہوں مگر آج جناب سے ایک خاص مسئلے کے دریافت کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔ کیا جناب نے ولی اللہ سے فرمایا ہے کہ میری بھتیجی کے ساتھ نکاح نہ کرے اور اس سے نکاح ناجائز ہے"؟

معین ۔ (ذرا برہمی سے) "بیشک میری رائے یہی ہے میں نے تحقیق طور پر سنا ہے کہ آپ نے اس لڑکی کو انگریزی پڑھا کے اور انگریزنوں میں بٹھا بٹھا کے عیسائن بنا دیا ہے"

مولینا کی اس گفتگو کو مولوی صاحب نے حیرت سے سنا مگر چونکہ خود بھی پڑھے لکھے تھے اور فقہ و اصول کی کتابیں نکلی ہوئی تھیں بجائے خاموش ہو جانے کے کہا۔ اس تقریر میں دو باتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ میں نے اُسے انگریزی پڑھوائی اور انگریزوں سے ملایا۔ دوسری یہ کہ اسے عیسائی بنا ڈالا۔ ان میں سے کس بات سے نکاح ناجائز ہو گیا۔

مولینا"۔ دونوں سے پہلے سے اشارۃً اور دوسری سے صراحۃً۔ پہلی بات کا واجبی لازمہ ہے کہ عقائد درست نہ رہے۔ لہٰذا دوسری بات اسی پر متفرع ہے"

مولوی صاحب"۔ لیکن اس لزوم کا ثبوت آپ کے ذمے ہے۔ سلف سے آج تک لاکھوں بزرگان دین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے غیر مذہبوں غیر قوموں اور غیر زبانوں کے علوم حاصل کیے اور اپنے عقائد فقہ پر قائم رہے۔ انہوں نے ان علموں کو نہیں پڑھا تو یونانیوں کے علوم آپ تک کیونکر پہونچے؟"

مولینا"۔ وہ اور زمانہ تھا اور یہ اور زمانہ ہے اس زمانے کا قیاس اس زمانے پر قیاس مع الفارق ہے۔؟"

مولوی صاحب"۔ میں تو اس زمانے میں بھی صدہا ایسے اشخاص دیکھتا ہوں جنہوں نے انگریزی پڑھی اور عقائد میں یک سر مو فرق نہ آیا"

مولینا"۔ نہ آنا کیسا؟ ضرور فرق آگیا ہوگا۔ یہ کہیے کہ آپ نے اس کو محسوس نہیں کیا اور اسی تجربہ کی بنا پر میرا فتویٰ ہے کہ جو نصاریٰ کی زبان اور علوم حاصل کرے۔ بلالحاظ اسکے کہ اس کے عقائد کا انکشاف ہو یا نہ ہو وہ ملت حنیفیہ بیضاء سے خارج ہے۔ اور اس کے ساتھ مواکلت و مناکحت ناجائز ہے"۔

مولوی صاحب۔ تو شاید میری نسبت بھی جناب کا یہی حکم ہوگا۔ کیونکہ انگریزوں کا نوکر ہوں۔ ان کی صحبت میں رہتا ہوں اور شد بد انگریزی بھی جانتا ہوں"

مولینا"۔ اگر ایسا ہے تو آپ کی نسبت بھی میرا یہی فتویٰ ہے"۔

مولوی صاحب"۔ اور لطف یہ کہ مسیحیوں کے بارے میں قرآن کی نص صریح حکم دیتی ہے کہ اُن کے ساتھ مواکلت اور مسیحیہ عورتوں سے نکاح جائز ہے"

مولینا"۔ لیکن دیگر اسباب و علل کی بنا پر یہ ہمارا مفتی بہ مسئلہ نہیں ہے اور اگر ظاہر نص کے لحاظ سے اس کو گوارہ بھی کر لیا جائے تو اس مسلمان کی نسبت جو مسیحی

www.pdfbooksfree.pk

ہو جائے یہ حکم نہیں ہو سکتا اس لئے وہ مرتد ہے اور مرتد واجب القتل ہے۔"

مولوی صاحب۔" خوب یہ تو فرمائیے کہ مسیحیوں کے ساتھ مناکحت و مواکلت جائز ہے مگر جو ان سے ملے اور اُن کی زبان سیکھے اس سے ناجائز۔"

مولینا۔" ہاں ایسا ہی ہے اور یہی ہونا چاہیئے تاکہ لوگ اس فتنے میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔"

مولوی عزیز اللہ آئے تو یہ خیال کر کے تھے کہ مولانا کو قائل و معقول کر کے ولی اللہ کو نکاح پر آمادہ کر لوں گا مگر یہاں آ کے الٹی آنتیں گلے میں پڑ گئیں۔ کمال مایوسی کے ساتھ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے اُٹھے اور کمال برہمی کے لہجے میں "السلام وعلیکم" کہہ کے واپس چلے مولانا معین نے استمالت کے طور پر کہا، تشریف لے جائیے مگر پھر لیجئے گا اور اُمید ہے کہ یہ گفتگو آپ کو ناگوار نہ ہوئی ہو گی۔ شرعی معاملات اور مفتی فتووں میں مروت اور تعلقات کو دخل نہ ہونا چاہیئے میرا فرض تھا کہ اپنے فتوے اور مسلک کو آپ پر بلا کم و کاست اور بغیر کسی اندیشہ لومتہ لائم کے آشکارا کر دوں۔" مولوی عزیز اللہ جی ہاں جناب کو یہی مناسب تھا" کہا اور بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے واپس چلے۔

جیسے ہی فرنگی محل کے پھاٹک سے باہر ہوئے بیٹے کی طرف دیکھ کے کہا، معلوم ہوا کہ تم پر یہ مولینا ہی کا اثر ہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم کو مجھ سے ملنا اور میرے ساتھ رہنا بھی چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اس فتوے کی بنا پر میں بھی مرتد ہوں اور میرے ساتھ کھانا پینا رہنا سہنا حرام ہے یہ بھی سمجھ لو کہ میں نہ نوکری چھوڑ سکتا ہوں اور نہ یہ مکان ہے کہ نتھی کو گھر سے نکال دوں۔ ایسی حالت میں تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟

ولی اللہ۔" جو آپ کا حکم ہو میں اس کے بجا لانے کو تیار ہوں۔"

عزیز اللہ۔" میرے حکم سے تم کو کیا غرض۔ میری اطاعت میں خدا کی نافرمانی ہے۔"

ولی اللہ۔" آپ کی نسبت میں ایسا خیال نہیں رکھتا جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں۔"

عزیز اللہ۔" جو فتویٰ نتھی کے بارے میں ہے وہی میرے بارے میں ہے پھر تفریق کی کیا وجہ کہ میری نسبت تو ایسا خیال نہیں مگر نتھی کی نسبت ہے؟"

ولی اللہ۔" اچھا آپ خود اس فتوے کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔"

عزیز اللہ۔" میری نہ پوچھو۔ میں اپنے خیالات اپنے عقائد اور اپنے اسلام و ایمان کی نسبت اطمینان رکھتا ہوں۔ نہ میں اصول شیعہ کے مطابق مولانا معین صاحب کو مجتہد مانتا ہوں نہ اُن کا مقلد ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اہل سنت کے ایک مفتی ہیں اور فتویٰ صرف اُن لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو نہ جانتے ہوں۔ میں نے خود فقہ پڑھی ہے اور اپنے اعمال و عقائد کی نسبت خود حکم لگا سکتا ہوں۔ لہٰذا مجھے نہ اس فتوے سے کچھ اندیشہ ہے اور نہ اس کی بنا پر اپنے ایمان و عقائد میں شک و شبہ۔ مگر میرے خلاف تم مولینا کے معتقد یا کم از کم متبع ہو۔ اس لئے اپنی فکر کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

ولی اللہ۔ میرا عمل بھی مولینا کے اس فتوے پر نہیں ہے نہ میں کسی کو کفر و ارتداد کا الزام دیتا ہوں اور نہ کسی کے اعتقادات پر اعتراض کرتا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ نتھی کے ساتھ نکاح بھی نہ ہو اور جناب بھی ناراض نہ ہوں؟"

عزیز اللہ۔" بالکل غیر ممکن۔"

www.pdfbooksfree.pk

ولی اللہ۔ "میرا خیال یہ ہے کہ اس لڑکی کے عقائد اور اعمال و افعال پر اگرچہ کسی قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا مگر اختلاف مذاق اور متضاد تعلیموں کے باعث ہم دونوں کا باہم نباہ نہ ہو سکے گا۔"

عزیز اللہ۔ "اس بات کو دیکھنا کہ نباہ ہوگا یا نہیں تمہارا کام نہیں۔ یہ ہمارا کام ہے ہم تم سے زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ اس کے ساتھ تمہارا اور تمہارے ساتھ اس کا نباہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ یہ تو انگریزوں کے یہاں کا دستور ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے مل کے اور ساتھ اٹھ بیٹھ کے نباہ ہونے یا نہ ہونے کا اطمینان کیا کرتے ہیں۔ تم کو تو انگریزوں اور عیسائیوں کی باتوں سے نفرت ہے تمھیں شرم نہیں آتی کہ اپنے عقد اور اپنی دولہن کے بارے میں ایسی بے حیائی سے گفتگو کرتے ہو؟ اگر مسلمان ہو اور ہندوستانی ہو تو ویسا ہی کرو جیسا کہ یہاں ہوا کرتا ہے۔"

ولی اللہ۔ "مگر اس کو کیا کروں کہ میرا اطمینان نہیں ہوتا۔"

عزیز اللہ۔ "تو پھر جاؤ اپنا راستہ لو اس لئے کہ میں تمہارے نزدیک بے دین ہوں اور تم میرے نزدیک بے حیا ہو۔ ایک گھر میں ہم دونوں کا نباہ نہیں ہو سکتا۔"

ولی اللہ اس کے جواب میں عاجز و خاموش ہو گئے اور نہایت ہی اندوہ اور یاس و حرمان کی خاموشی میں باپ بیٹے گھر میں آئے۔ مولوی صاحب اسی وقت بغیر اس کے کہ بیوی سے کچھ کہیں سُنیں رزیڈنسی کے دفتر ہی چلے گئے۔ ولی اللہ اپنے کمرے میں جا کے خاموش بیٹھ رہے۔ ماں نے لاکھ پوچھا کہ جناب مولانا کے وہاں کیا ہوا کچھ نہ بتایا اور تھوڑی دیر کے بعد چند کتابیں بغل میں دبا کے باہر چلے گئے۔

ماں نے پھر چلتے وقت بھی پوچھا کہ بیٹا جناب مولانا کے پاس گئے تھے وہاں کیا ہوا۔ مگر کچھ جواب نہ دیا۔ خود غریب ننھی کا یہ حالت تھی کہ ان سب باتوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں دیکھتی اور کچھ نہ کہتی۔ اس کے نازک دل پر سخت صدمہ تھا ہر گھڑی ایک کوفت میں رہتی۔ کوئی ہم عمر سہیلی اور رشتہ والی بھی نہ تھی کہ اس پر اپنے دل کی حالت ظاہر کرتی۔

دو تین گھنٹوں کے بعد اپنے معمول کے مطابق لیڈی مکنتاش پڑھانے کو آ گئیں اور معمول کے مطابق اسے تعلیم کے جداگانہ کمرے میں لے گئیں جب دیکھا کہ کوئی اور شخص قریب نہیں ہے وہ تو تمام واقعات بیان کئے جو کپتان صاحب اور مولوی عزیز اللہ اور ولی اللہ میں گزرے تھے پھر آپ ہی کہنے لگیں "بیٹی تمھیں اس بات کا صدمہ ضرور ہوگا مگر اپنے دل کو تسلی دو۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا دولہا ولی اللہ سے اچھا اور محبت والا ہوگا۔ مگر ننھی نے ان باتوں کے وقت سر نیچا کیا تو کسی طرح اٹھاتی ہی نہ تھی۔ نہ میم صاحب سے چار آنکھیں کرتی تھی اور نہ کوئی لفظ زبان سے نکالتی تھی۔

آخر میم صاحب نے عاجز آ کر کہا "تمھیں مجھ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں۔ میرے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرو" مگر ننھی نے دل کڑا کر کے صرف اتنا کہا کہ "میرے دل کا کچھ حال نہیں ہے میں ان باتوں کو نہیں جانتی۔ میم صاحب نے آخر تنگ آ کے کہا "اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے گھر میں آج کل کیا باتیں ہوتی ہیں۔ اس کے جواب میں بھی ننھی نے یہی کہا کہ "میں کچھ نہیں جانتی"۔ دراصل اس کے دل کو اس جھگڑے پر جو خاص اس کے لئے تھا بڑا صدمہ تھا۔ یہ نہیں کہ اسے ولی اللہ کے ساتھ شادی نہ ہونے کا صدمہ ہو۔ بلکہ یہ امر ناگوار تھا کہ میرے لئے یہ آفت کیوں مچی ہوئی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

مگر اپنے اس ملال کو بھی میم صاحب پر نہیں ظاہر کیا اور وہ اپنی کوشش میں تھک کر واپس گئیں۔

ساتواں باب

بیٹے کی دھن

عصر کے وقت مولوی عزیز اللہ دفتر سے واپس آئے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی اور خاموش بیٹھ گئے۔ بیوی نے دو ایک بار کچھ پوچھا مگر جواب نہ دیا یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا فریضہ مغرب سے فارغ ہو چکے تو بیوی سے پوچھا "ولی اللہ کہاں ہے؟" جواب ملا "تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد اپنی کتابیں لے کر چلا گیا لاکھ پوچھا کہ مولانا صاحب کے وہاں کیا ہوا۔ کچھ نہ بولا۔ ادھر تمہاری یہ حالت ہے کہ سیدھی طرح جواب نہیں دیتے۔ بھلا پوچھو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو خواہ مخواہ کو پھولے ہوئے ہو؟"

عزیز اللہ۔ "نہ تم سے ناراض ہوں نہ تمہارے صاحبزادے سے۔ اپنی قسمت کو رو رہا ہوں۔"

بیوی (تنک کر) "لو اور سنو۔ جیسے میں ہی نے ولی کو بہکا دیا۔ آخر یہ تو معلوم ہو کہ ڈنگی

محل میں جا کے کیا کر آئے؟"

عزیز اللہ۔ "وہاں جا کے پتہ لگا کہ سب کیا دھرا مولوی صاحب ہی کا ہے بدگمانیوں اور سنی سنائی بے اصل باتوں پر فتوے دیے جاتے ہیں اور اس کا خیال نہیں کہ خدا کے یہاں کیا جواب دیں گے۔"

بیوی۔ "تو کیا مولوی صاحب بھی نکاح کو ناجائز بتاتے ہیں؟"

عزیز اللہ۔ "جی ہاں اُن کے نزدیک انگریزی پڑھنے اور انگریزوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔"

بیوی۔ "یہی مسئلہ ہے تو ہم تم بھی کافر ہوں گے۔"

عزیز اللہ۔ "جی ہاں یہی سوال میں نے اُن سے کیا تو صاف کہہ دیا کہ تم دین سے باہر ہو۔"

بیوی۔ "تو پھر خدا ہی حافظ ہے تم جا کے اور مولویوں سے تو فتویٰ لو۔"

عزیز اللہ۔ "اول تو صاحبزادے اپنے استاد کے سوا اور کسی کے فتوے کو کیوں ماننے لگے اور صاف صاف یہ ہے کہ مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ فقہ کی کتابیں میں نے بھی پڑھی ہیں۔ بخوبی سمجھ سکتا ہوں کہ کون بات جائز ہے اور کون ناجائز۔ لیکن فکر اس بات کی ہے کہ اس شادی کے معاملے میں کیا کیا جائے۔ مولانا معین صاحب جو چاہیں فتویٰ دیں مگر مجھ کو ولی کی یہ سرکشی اور نافرمانی کسی طرح نہیں گوارا ہو سکتی۔ مولوی صاحب کو اپنی شہ پر پا کے واپس آتے وقت اس نے ایسی بیہودہ گستاخیاں کیں کہ مجھے اس کی صورت سے نفرت ہو گئی۔"

بیوی۔ "خیر اللہ مالک ہے۔ وہ نہیں کرتا تو میری ننھی کو اس سے اچھا دولھا مل جائیگا۔"

عزیز اللہ۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ ولی کو میرے گھر میں اور میرے ساتھ رہنا ہے تو ہمارے

www.pdfbooksfree.pk

کہنے پر چلے گا اور یہ نہیں تو اپنا راستہ لے۔ نہ وہ میرا کوئی ہے اور نہ میں اُس کا کوئی۔"

بیوی ۔" اتنی سختی نہیں اچھی ہوتی وہ تو لڑکا اور جوان جہاں ہے اپنی ضد سے نہ ہٹے تو تعجب نہیں۔ مگر تم کو بڑھاپے میں اس کی سی ضد ہو۔ یہ البتہ بڑی حیرت کی بات ہے۔"

اتنے میں دروازے پر کسی نے آواز دی۔ اُٹھ کے باہر گئے تو دیکھا کہ کپتان مکنتاش صاحب کا اردلی کھڑا ہے۔ صورت دیکھتے ہی پوچھا "کیوں خیریت ہے؟ کیا اس وقت کوئی ضروری کام نکل آیا؟"

اردلی ۔" شاید ایسا ہی ہو۔ صاحب نے آپ کو یہ خط دیا ہے اور کہا ہے کہ صبح سویرے آکے مجھ سے ملئے گا۔" بہت اچھا" کہہ کے اردلی سے خط لیا۔ اندر آئے۔ چراغ کے پاس بیٹھ کے خط کھولا اور پڑھنے لگے۔ پڑھتے جاتے تھے اور چہرہ زرد پڑتا جاتا تھا۔ آخر بیوی سے پکار کے کہا "لو صاحبزادے کی اور سعادتمندی سن لو۔"

بیوی ۔" اے کیا ہوا جو تم مارے غصے کے کانپ رہے ہو؟"

عزیز اللہ ۔" پرسوں کپتان صاحب نے ولی اللہ کو بلا کے سمجھایا اور قائل معقول کیا تھا۔ اسی فہمایش کی بنیاد پر صاحب کو یہ خط بھیجا ہے۔"

بیوی ۔" تو اس میں کیا لکھا ہے۔"

عزیز اللہ ۔" سنو لکھتے ہیں :۔

حضور والا۔ جناب میرے خاندان کے آقا اور ہمارے ولی نعمت ہیں۔ مجھے ندامت ہے کہ پرسوں حضور نے مجھے لاکھ سمجھایا مگر میری سمجھ میں نہ آیا اور جو حالات حضور نے

ارشاد فرمائے اُن میں اس حقیر پر تقصیر کو شکوک و شبہات رہے حضور نے فرمایا تھا کہ والد اس بارے میں مجھ پر جبر فرمائیں گے تو بالکل بجا اور درست تھا۔ چنانچہ آج جناب قبلہ گاہی نے مجھے ڈانٹنے ڈپٹنے اور سخت و سست کہنے میں، کوئی بات نہیں اٹھا رکھی۔ اور آخر مجھے میرے استاد جناب مولانا محمد معین صاحب کی خدمت میں پکڑ لے گئے کہ اس بارے میں ان سے فتویٰ لیں۔ انہوں نے وہی فرمایا جو میں کہتا تھا کہ یہ شادی شرعاً جائز نہیں ہے والد نے اسی قسم کی بحث کی جیسی کہ جناب نے اس روز مجھ سے کی تھی مگر جناب مولانا اپنی رائے سے نہ ہٹے اور یہی کہتے رہے کہ جو لوگ غیر مذہب والوں سے ملیں جلیں ان کی سی تعلیم پائیں اور ان کی باتوں کو پسند کریں دین سے خارج ہیں تاہم حضور کے ارشاد سے میرے ذہن میں شبہے پیدا ہو گئے ہیں جن کا دور ہونا ضروری ہے مگر خرابی یہ ہے کہ صرف آپ کے فرمانے اور یقین دلانے سے میرے شکوک دور نہیں ہو سکتے۔ ادھر والد صاحب قبلہ کو کسی طرح گوارا نہیں ہے کہ میں ان کی نافرمانی کروں اور اُن کی اطاعت سے باہر ہوں۔ مولانا کے فرما دینے پر بھی ان کو اصرار ہے کہ میں اسی لڑکی کے ساتھ شادی کروں اور اس حکم سے باہر ہوں تو مجھے وہ اپنے گھر میں رکھنا بھی گوارا نہیں کرتے چنانچہ فرنگی محل سے واپس آتے وقت جب انہوں نے دیکھا کہ میں ان کی تعمیل ارشاد کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے نکال دیا اور قطعی طور پر فیصلہ کر دیا کہ میں ان کی مرضی کے مطابق شادی نہ کروں تو ان کے گھر سے نکل جاؤں چنانچہ اب میں بے خانماں ہوں اور میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لیکن اس خانماں بربادی پر بھی اس کے لئے تیار نہیں ہوں کہ اُن کی اطاعت کرنے میں خدا کی نافرمانی کروں۔ میں مسلمان

www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔مسلمان رہوں گا اور مسلمان مروں گا۔ بہر حال میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جلا وطنی اختیار کر کے ان امور کی تحقیقات کروں جن کو آپ سے سن چکا ہوں مجھے دیکھنا ہے کہ ممالک مقدسہ کے لوگ یہود و نصاریٰ سے کس طرح ملتے ہیں کس شان کے ساتھ ان کے مواکلت و مناکحت کرتے ہیں اور وہاں کے علماء کا ان مسائل میں کیا فتویٰ ہے۔ لہٰذا جناب کو اپنے ارادے کی اطلاع دے کر اسی وقت لکھنو چھوڑے دیتا ہوں۔ سیدھا ارض حجاز کو جاؤں گا اور زندگی ہے تو حج خانہ کعبہ اور زیارت تربت خیر الانام سے شرفیاب ہوں گا۔ ملک عرب کو لوگ دریا کے راستے سے جاتے ہیں میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ جہاز پر سفر کروں اس لیے ارادہ کر لیا ہے کہ افغانستان و ایران ہوتا ہوا حجاج کے قافلوں کا گرد کارواں بن کے جاؤں گا اور محتاج فقیروں کی طرح سفر کروں گا۔

آپ جناب قبلہ گاہی صاحب سے اتنا فرما دیں کہ میرا قصور معاف فرمائیں تاکہ میں اس عالم آخرت میں حقوق والدین کا مجرم قرار پانے سے بچ جاؤں میں نے شادی کے بارے میں اگر ان کے حکم سے سرتابی اور نافرمانی کی تو خدا عالم و دانا ہے کہ محض اس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے اور اگر ان کا یہ حکم نہ مانا تو اس حکم پر فوراً عمل کرنے کو تیار ہو گیا کہ ان کے سامنے سے دور ہوں اور اپنا راستہ لوں۔ میرا اصلی راستہ یہی ہے جس کی مدت سے تمنا تھی اور ان کو انھیں کے حکم سے اور ان کی مرضی کے مطابق اختیار کر لیا ہے فقط

راجی رحمت اللہ محمد ولی اللہ عفا اللہ عنہ

مولوی عزیز اللہ اگرچہ دل کے نہایت سخت اور بڑی ہٹی طبیعت کے

آدمی تھے مگر اس خط کو سناتے سناتے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بیوی کا تو یہ حال ہوا کہ بے اختیار منہ اور سر پیٹنے لگیں اور پھر یکایک طیش میں آ کر اور جس طرح کوئی بچوں سے چھوٹی شیرنی اپنے دشمن پر جھپٹے ویسا ہی جھپٹ پڑیں اور بولیں "میں نہیں جانتی اسی وقت جا کے تلاش کرو اور جہاں سے بنے میرے بچے کو ڈھونڈھ لاؤ یہ کس دل سے تم نے اس سے کہا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ۔ نکالا ہے تو اب تمھیں جا کے لاؤ ورنہ تمھاری اپنی جان ایک کر دوں گی"۔

عزیز اللہ۔ "واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ سختی کرنے کا یہ انجام ہو گا میں تو جا کے مولوی محمد معین صاحب کے سر ہو جاؤں گا جنہوں نے میرے لڑکے کو میرے ہاتھ سے کھویا ہے"۔

بیوی۔ (چلا کے) "اُن سے پھر جا کے سمجھ لینا اور زندگی بھر سمجھا کرنا مگر اس وقت تو میرے بچے کا پتہ لگاؤ ان کے یہاں بیٹھا تھوڑے ہی ہو گا۔ ہائے تمھارے ہاتھوں میری کوکھ اجڑ گئی ارے میں کیا کروں اور کس کے آگے جا کے ہاتھ جوڑوں کہ اس کا پتہ لگ جائے؟ تم اسی وقت کپتان صاحب کے پاس جاؤ۔ شاید انھیں کچھ پتہ معلوم ہو۔ بعد ازاں مولانا کے پاس جانا اُن کے کہنے پر عمل کرتا ہے تو بے اُن سے پوچھے نہ گیا ہو گا اور وہاں بھی نہ ملے تو سیدھے شاہ منعم بخش کے پاس پرانے حیدر گنج میں چلے جانا وہ خدا کے بڑے بھوپنچے ہوئے ولی اور زبردست عامل ہیں ہاتھ جوڑ کے کہنا کہ دستگیر دیدیں تاکہ شہر سے باہر نہ جانے پائے اور ان سے مٹی پڑھوا کے شہر کے سب ناکوں پہ خود جا کے ڈالیں تاکہ جدھر سے گزرے اس کی برکت سے اُلٹے پاؤں واپس آئے"۔

www.pdfbooksfree.pk

مولوی عزیز اللہ دل میں نہایت ہی پریشان تھے۔ بیٹے پہ جیسا سخت غصہ تھا اب ویسے ہی حسرت و یاس میں بدل گیا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کے بیوی سے کہا" ہماری قسمت ہی خراب تھی اور نہیں معلوم خدا ہم سے کن گناہوں کا انتقام لے رہا ہے بس بے صبر نہ ہو خدا پر بھروسہ کرو اس رونے دھونے سے ولی اللہ نہ مل جائے گا"

بیوی۔" اے تمھارے ہاتھوں اس کے سوا اور کیا نصیب ہوگا اب جاؤ گے یا گھر میں بیٹھے یوں ہی باتیں بنایا کرو گے"

عزیز اللہ" جاتا ہوں مگر میری کمر ٹوٹ گئی۔ بھئی مجھ میں تو کہیں آنے جانے کی طاقت نہیں ہے"

بیوی۔" اے سے تو کیا مجھے ہر طرح تباہ کرو گے؟ پہلے نوجوان جہان لڑکے کو اپنی مستخیت تابی سے خود لڑ بھڑ کے باہر کیا اور اب اس کی تلاش میں بھی نہ جاؤ گے؟ میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ اتنی سختی نہ کرو۔ جیسا کیا ہے ویسا بیٹھ کے بھگتو"

عزیز اللہ۔" بھگتنا تو ہی ہے" یہ کہا اور گھر سے نکل کے چلے گئے۔

آٹھواں باب

یوسف گم گشتہ

رات کا وقت تھا اور اندھیری رات کا ابتدائی حصہ۔ عالم پہ تاریکی کا سیاہ برقعہ پڑا ہوا تھا۔ چاند کا کہیں پتہ نہ تھا اور گلخن فلک میں تارے انگاروں کی طرح دہک رہے تھے تاکہ غم فرزند کے حسرت زدہ عزیز اللہ ان انگاروں پر لوٹیں۔ اور ولی اللہ کی ماں کا کلیجہ ان کی لپک میں جلے۔ شہر کی گلی کوچوں میں آدمیوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے ان دنوں لکھنو کی آبادی آٹھ لاکھ سے زیادہ تھی اور تنگ راستوں میں صبح شام ایسی بھیڑ ہوتیں کہ ہوا کو بھی گذرنے کا راستہ مشکل سے ملتا۔

اس بھیڑ میں مولوی عزیز اللہ لوگوں سے ٹکراتے اور گرتے پڑتے رزیڈنسی کی طرف چلے جاتے تھے نہ ہوش تھا کہ کس مقام پر ہیں اور نہ خبر تھی کہ کدھر جا رہے ہیں کئی جگہ گر پڑے۔ گھٹنے اور کہنیاں چھل گئیں۔ کنپٹی سے خون جاری ہو گیا یہ بہت ہی مختصر راستہ طے کر کے رزیڈنسی میں پہونچے کپتان صاحب اپنی کوٹھی کے ایک کمرے میں انٹا کھیل رہے تھے صورت دیکھتے ہی کمرے سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے۔

" ول مولوی صاحب آپ کے بیٹے کا خط پڑھ کے ہمیں بڑا افسوس ہوا۔ ہم پہلے ہی

www.pdfbooksfree.pk

کہتے تھے کہ ان باتوں کو خود لڑکوں کی مرضی پر چھوڑنا چاہیے مگر آپ کی سمجھ میں نہ آتا تھا اب آپ نے اپنی زبردستی کا انجام دیکھا۔"

عزیز اللہ۔ "جی دیکھا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ گھر میں یہ حالت ہے کہ جیسے میرے خون کی پیاسی ہوگئیں۔ کہتی ہیں کہ جہاں سے بنے دلی اللہ کو ڈھونڈھ لاؤ حضور کو اگر یہ پتہ معلوم ہو تو بتا دیں؟"

صاحب۔ "ہم نہیں جانتے ایک لڑکا اس خط کو لا کے میرے اردلی کو دے گیا میں پڑھ کے فوراً باہر آیا کہ اس سے دلی اللہ کو اپنے پاس بلوا بھیجوں مگر وہ غائب تھا اردلی کو بھیجا کہ اسے ڈھونڈھے وہ بھی ناکام واپس آیا۔"

عزیز اللہ۔ (روتے کی آواز میں) "تو میں پھر کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں؟"

صاحب۔ "آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں دل کو مضبوط رکھیے۔ میں اسی وقت سواروں کو شہر کے چاروں طرف دوڑاتا ہوں کہ دلی اللہ جہاں ملے سمجھا بجھا کے میرے پاس لے آئیں اور وزیر سلطنت نواب معتمد الدولہ بہادر کو بھی لکھتا ہوں کہ جس طرح بنے اس کو تلاش کرا کے میرے پاس حاضر کر دیجیے۔ گھبرائیے نہیں خدا نے چاہا تو کل تک مل جائے گا۔"

عزیز اللہ۔ "حضور کو خط بھیجنے ہی لکھنؤ سے چلا نہ گیا ہو۔"

صاحب۔ "اتنا جلدی کیسے جا سکتا ہے؟ اور پھر ایسا شخص جس کے پاس نہ خرچ کرنے کے لئے روپیہ ہے نہ کوئی سامان سفر۔"

عزیز اللہ۔ "اس کی بے زری و بے سامانی ہی سے تو مجھے اس کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔"

صاحب۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ پہلے گھر جا کر اپنی بیوی کو تسلی دیں پھر اس کے بعد فرنگی محل میں ملا محمد معین صاحب کے پاس چلے جائیں ان کا شاگرد اور معتقد ہے۔ بغیر ان سے پوچھے نہ گیا ہوگا۔"

عزیز اللہ۔ "جانتا ہوں لیکن وہاں بھی پتہ نہ لگا تو کیا کروں گا؟"

صاحب۔ "زیادہ بدحواس نہ ہو جیے۔ وہاں بھی پتہ نہ لگے تو خاموشی کے ساتھ گھر میں چلے آیئے گا اور اطمینان سے کھانا کھا کے سو رہیے گا کل خدا نے چاہا تو ضرور پتہ لگ جائے گا۔ جستجو کا جو انتظام میں کر رہا ہوں اس میں ناکامی نہیں ہو سکتی اور یقین جانیے کہ دلی اللہ ابھی شہر ہی میں ہوگا اور ضرور مل جائے گا۔"

شکستہ دل مولوی صاحب نے کپتان صاحب سے رخصت ہوتے ہی فرنگی محل کی راہ لی اگرچہ صاحب نے بہت تسلی و دلدہی کر دی تھی مگر ان کی بدحواسی کی کوئی حد نہ تھی۔ مجنونوں کی سی حرکتیں کرتے۔ راستے میں جو شناسا مل جاتا اس سے ٹوک کے پوچھتے۔ "آپ نے کہیں دلی اللہ کو تو نہیں دیکھا؟" کہیں دور پر بھی کسی طالب علم کی صورت نظر آجاتی تو بے اختیار اس کی طرف لپکتے۔ راہ گیروں کو دھکیلتے اور بھیڑ میں کچلتے جا پہونچتے اور بغیر اس کے کہ صاحب سلامت کریں بلا تامل سوال کر دیتے "آپ غالباً دلی اللہ کو جانتے ہوں گے بتائیے کہاں ہیں؟" مگر جواب ہر ایک سے نفی ہی میں ملتا۔

بعد خرابی بسیار فرنگی محل میں پہونچے جناب مولینا محمد معین صاحب اپنے کوٹھے پر تنہا تصنیف و تالیف میں مصروف تھے مولوی عزیز اللہ کی آواز سن کے بلا لیا اور پوچھا "کیوں؟ خیریت ہے۔"

عزیز اللہ۔ "جناب کو معلوم ہو تو بتا دیجیے کہ دلی اللہ کہاں ہے؟"

www.pdfbooksfree.pk

مولینا:" کیا گھر نہیں گیا؟ اس وقت تو آپ کے ساتھ ہی گیا تھا جب سے میں نے نہیں دیکھا مگر دیکھیے میں طلبا سے دریافت کراتا ہوں شائد ان کے پاس ہو۔" یہ کہہ کے اپنے خادم مدار بخش کو آواز دی اور جیسے ہی وہ آیا فرمایا مسجد میں جو طلبا رہیں اُن میں جا کے دیکھو ولی اللہ تو نہیں ہے۔ ہو تو بلا لاؤ اور نہ ہو تو جو طلبہ موجود ہوں اُن سے پوچھنا کہ وہ کہاں ہے؟"

مدار بخش مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اور مولوی عزیز اللہ نے کہنا شروع کیا کہ " جناب مولینا میں عجیب مصیبت میں پڑ گیا ہوں اپنی بے باپ کی بھتیجی کو بچپن سے پالا لکھا یا پڑھایا ہر کام میں سلیقہ مند بنایا اور صرف اس امید پر کہ اسے اپنی بہو بناؤں گا۔ اب ولی اللہ نے شریفوں کی وضع کے خلاف نکاح سے انکار کیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے انگریزی پڑھنے اور انگریزنوں سے ملنے کے باعث اُسے گمان ہے کہ وہ عقائد اسلام کے خلاف ہو گی میں نے ہزار سمجھایا ایک نہ سنی آخر آج صبح کو میں اُسے حضرت کی خدمت میں لے آیا۔ یہاں پتہ لگا کہ اسکی بدگمانیاں سن کر حضور بھی شادی کے خلاف ہیں اور اس کی تائید فرماتے ہیں مگر میں جناب سے حلف اٹھا کے اور خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ فقط اس کی بدگمانی ہی بدگمانی ہے لڑکی اس قدر نیک بخت۔ نمازی۔ شرع کی پابند اور دیندار ہے کہ ایسی عورتیں بہت کم نظر آتی ہیں اسی سے سن کر حضرت بدگمان ہو گئے ہونگے ورنہ ہرگز ایسا فتویٰ نہ دیتے۔ میرا خیال ہے کہ جناب کو لڑکی کی اصلی حالت نہیں معلوم ہے یہاں سے جاتے وقت میں نے پھر اسے سمجھایا اور سختی سے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو ضرور شادی کرے گا مگر اس نے نہ سنا اور میں نے غصے میں سخت سست باتیں کہیں نتیجہ یہ ہوا کہ میں تو اسے گھر میں چھوڑ کے اپنے

دفتر میں چلا گیا اور وہ میرے جانے کے بعد گھر سے کتابیں لے کر گیا تو اس وقت تک سے پتہ نہیں ہے۔"

مولینا:" تو کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے کہیں دوستوں میں دیر ہو گئی ہو گی اور کیا عجب کہ آپ کے آنے کے بعد گھر میں پہونچ گیا ہو۔"

مولوی صاحب۔ (ٹھنڈی سانس لیکر)" جی اس کی بالکل اُمید نہیں۔ ابھی شام کو میرے آقا کپتان مکناٹش صاحب کو اس کا یہ خط ملا ہے جس کے پڑھنے سے حضرت پر سب حال کھل جائے گا" یہ کہتے ہی مولوی صاحب نے وہ خط جیب سے نکال کر مولینا کے سامنے ڈال دیا۔ مولینا نے اس کو لفافے سے نکال کے پڑھا اور سخت حیرت کے ساتھ بولے" زبردستی شادی کرنے کے معاملے میں تو آپ کا پورا بیان سن لینے کے بعد بھی میں خلاف ہوں مگر باللہ التعظیم مجھے اس کے اس ارادے کی خبر نہیں ہے اور نہ کبھی اس نے مجھ سے اس کا مطلق تذکرہ کیا۔"

اتنے میں مدار بخش نے آکے کہا ولی اللہ مسجد میں نہیں ہیں۔ تین چار طالب علم ہیں ان سے معلوم ہوا کہ دوپہر تک یہاں تھے اس کے بعد چلے گئے۔

مولینا:" تو اُن طالب علموں کو میرے پاس بلا لاؤ۔"

مدار بخش ذرا ناگواری کے ساتھ واپس گیا اور مولانا نے پھر اپنا سلسلہ کلام شروع کیا اور کہا" مجھے اس کی اس ناعاقبت اندیشی کی حرکت کا بڑا افسوس ہے مجھ سے ذرا بھی تذکرہ کرتا تو میں ضرور منع کرتا۔ میرے نزدیک بغیر والدین کی اجازت کے اس کی یہ حرکت بھی جائز نہیں ہے۔"

مولوی صاحب:" جائز و ناجائز درکنار۔ یہ فرمائیے کہ اب میں کیا کروں؟ اکیلا ایک

www.pdfbooksfree.pk

ہی لڑکا ہے میری تو یہ خط پڑھتے ہی کمر ٹوٹ گئی۔ آنکھوں کی روشنی میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ جیسا لکھتا ہے ویسا ہی کر بیٹھا تو کیا ہوگا۔ اور میں کیا کروں گا؟ گھر میں اس کی ماں کی یہ حالت کہ سٹرن ہوگئی ہیں کچھ کہو سمجھتی ہی نہیں اور رٹ لگا رکھی ہے کہ جس طرح بنے جا کے ڈھونڈ لاؤ۔"

مولینا "انھیں جا کے تسلی دیجئے اور خود بھی زیادہ نہ گھبرائیے۔ اتنی جلدی ولی اللہ جا نہیں سکتا اور میں نے طلبہ کو بلایا ہے ان کو تاکید کر دوں گا جہاں ملے ڈھونڈھ کر لے آئیں۔"

اتنی دیر میں طلبہ آ گئے اور مولانا کے پوچھنے پر بتایا کہ ولی اللہ دوپہر کے بعد تک یہیں تھے مگر ہم سے الگ بیٹھے ہوئے کچھ لکھتے رہے جس وقت یہاں سے گئے ہیں بہت ہی پریشان اور متردد معلوم ہوتے تھے ہم نے بہت پوچھا مگر اپنی پریشانی کا کوئی سبب نہیں بتایا۔"

مولینا "تو ان کو تلاش کرو۔ جہاں جہاں ان کی آمد و رفت ہو جا کے دریافت کرو اور جہاں ملیں میرے پاس لے آؤ۔"

نواں باب

مولوی شاہ منعم بخش صاحب

اب مولوی عزیز اللہ نے فرنگی محل سے اٹھ کر بیوی کی ہدایت کے مطابق پرانے حیدر گنج کی راہ لی۔ اور اس ڈاکٹری اسپتال کے پاس پہونچے جو بفرمان شاہی تعمیر ہونا شروع ہوا تھا وہاں سے پتہ پوچھتے ہوئے دوہرے مناروں والی مسجد میں پہونچے اور شاہ منعم بخش صاحب کو دریافت کیا ایک خادم نے جو مؤذن کی خدمت انجام دیتے تھے چپکے سے کہا "آہستہ بات کیجئے۔ شاہ صاحب اپنے حجرے میں وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ پھر رات گئے جب عشا کی نماز کو برآمد ہوں گے ملاقات ہوگی" مولوی عزیز اللہ نے بہت ہی آہستہ سے پوچھا "تو چاہے کیسی ہی شدید ضرورت ہو اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی؟ جواب ملا۔ نہیں شاہ صاحب بغیر وظیفہ ختم کئے نہیں اٹھ سکتے۔ مجبوراً مسجد کے ایک کنارے والے در میں بیٹھ گئے اور خیال میں بیٹے کی جستجو میں سارے شہر کی گلیوں کی خاک چھاننے لگا۔

بڑی دیر کے بعد موذن نے اذان دی۔ اس کے ایک گھڑی بعد حجرے کا دروازہ کھلا اور ایک مقدس بزرگ برآمد ہوئے۔ گورے چہرے پر چھوٹی سیدھی

www.pdfbooksfree.pk

سفید داڑھی خوب زیب دے رہی تھی۔ منڈے سر پر سفید گول چنٹ دار ٹوپی تھی۔ اُجلے براق گاڑھے کا کرتا پائجامہ پہنے تھے اور ایک دھاری دار لنگی گلے میں لپٹی تھی آتے ہی بدھنی لے کے استنجے کو گئے۔ واپس آکر وضو کیا۔ اپنی لنگی سے منہ پونچھتے اور السلام علیکم کہتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور سنتوں کی نیت باندھ کے مصروف عبادت ہو گئے۔ گھڑی بھر میں بہت سے نمازی جمع ہو گئے اور شاہ صاحب جو سنتیں ختم کرنے کے بعد کچھ دیر تک خاموش بیٹھے دعائیں پڑھتے رہے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور محراب مسجد میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

بعد نماز جب لوگ سنتیں نوافل اور وتر پڑھ چکے تو اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے یہاں تک کہ صرف شاہ منعم بخش اور مولوی عزیز اللہ باقی تھے موذن بھی کسی ضرورت سے اپنے حجرے میں چلا گیا۔ میدان خالی دیکھ کر مولوی صاحب شاہ صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ شاہ صاحب نے جو کوئی دعا پڑھ رہے تھے اس کو ختم کر کے پوچھا "کیا آپ اس خاکسار کے پاس تشریف لائے ہیں؟ مگر یہ ملنے کا وقت نہیں ہے۔ میں صبح کو نماز چاشت کے بعد اور سہ پہر کو مابین عصر و مغرب ملا کرتا ہوں۔"

مولوی صاحب۔ "مگر خلقت کی ضرورتیں وقت کی پابند نہیں ہیں۔"

شاہ صاحب۔ "میں تو خدا کا ایک ذلیل بندہ ہوں۔ خلق اللہ کی ضرورتیں بھلا مجھ سے کیا پوری ہوں گی۔ حقیقی حاجت روا اللہ جل شانہ ہے اور اگر ذلیل دنیوی مقاصد ہوں تو حکام وقت اور دولت مندوں سے کام نکل سکتا ہے۔ فقیر کے پاس کیا رکھا ہے جو آپ نے زحمت فرمائی۔"

مولوی صاحب۔ "آپ کے پاس سب کچھ ہے۔ طالب چاہیے۔"

شاہ صاحب۔ "سچا طالب ہو تو اسے کہیں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہر چیز خود بہ خود مل جاتی ہے **مَن طَلَبَ وَجَدَ**۔ مگر سچا طالب ہی تو نہیں ملتا۔ اگر سچ پوچھیے تو سچا طالب دنیا سے مفقود ہے۔ مجھ ہی میں سچی طلب ہوتی تو خدا مل جاتا۔ افسوس صد افسوس جس چیز کی طلب میں تیس سال سے سرگرداں ہوں آج تک نہ نصیب ہوئی (لنگی سے پُرنم آنکھیں پونچھ کے) خیر اپنا مطلب بیان فرمایئے۔ فقیر سے جو کچھ ہو سکے گا۔ حاضر ہے۔"

مولوی صاحب۔ بندہ زاد ایک امر پر بگڑ کے چلا گیا اور آج اس کا ایک خط میرے آقا کپتان کمنتاش کے پاس آیا جس کو پڑھ کر حواس جاتے رہے اور گھر میں کہرام مچا ہوا ہے حضرت اس کا وہ خط ملاحظہ فرمالیں۔ سب حال روشن ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہی خط نکال کے آگے رکھ دیا اور دوڑ کے چراغ اٹھا لائے۔ شاہ صاحب نے پورا خط پڑھ لیا تو زمین پر رکھ کے فرمایا "آپ کو اور آپ کی بیوی کو صدمہ ضرور ہونا چاہیے مگر میرے نزدیک اس میں خدا کی بڑی بڑی مصلحتیں مخفی ہیں آپ کو اپنے اعمال کی سزا ملی کہ نصاریٰ سے اتنا ربط و ضبط بڑھایا کہ لڑکی کو اُن کی کتابیں پڑھائیں شاید آئندہ کے لیے متنبہ ہو۔ ولی اللہ نے جو والدین کے دلوں کو صدمہ پہونچایا اس کی پاداش میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے پر آمادہ کر دیا گیا مگر چونکہ اس میں اس کا اصلی مقصد خدا کی فرماں برداری تھی اس لئے ان صعوبتوں کے آخر میں شرف حج سے بہرہ ور اور دولت زیارت تربتِ رسولِ ربِّ غفور سے بہرہ مند ہوگا۔ جل شانہ کیا تیری شان ہے اور تیرے ہر کام میں کتنی اور کیسی کیسی مصلحتیں چھپی ہوئی ہیں۔"

مولوی صاحب۔ بجا ارشاد ہوا۔ خدا کی مصلحتوں میں کیا شک ہے۔ مگر ہمیں جو

www.pdfbooksfree.pk

سزا ملی ہے ناقابل برداشت ہے۔"

شاہ صاحب۔ "کیا عذاب دوزخ سے زیادہ ناقابل برداشت ہے؟"

مولوی صاحب۔ "دنیوی سزا کو عذاب آخرت سے کیا نسبت۔ مگر حضرت جس طرح خدا کے سامنے ہم اس عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اسی طرح اس سزا سے بچنے کے لئے بھی التجا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت رسالت روحی فداہ کا معمول تھا۔"

شاہ صاحب۔ بیشک دونوں عذابوں سے پناہ مانگنی۔

مولوی صاحب۔ "اسی لئے میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی ذات بابرکات کو اس کا ذریعہ اور وسیلہ بنانا چاہتا ہوں۔"

شاہ صاحب۔ "خدا کرتا میں ویسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ خیال کرتے ہیں مگر میں اپنے نفس کو اس درجہ ہوا و ہوس کا بندہ دیکھتا ہوں کہ اپنے میں اس کی صلاحیت نہیں پاتا۔"

یہ جواب پاتے ہی مولوی عزیز اللہ زار و قطار روتے ہوئے شاہ صاحب کے قدموں پر گر پڑے اور چلا کے کہا "خدا کے لئے میری دستگیری کیجئے یا اس دل کو ایسا بے حس بنا دیجئے کہ ان مصیبتوں سے تکلیف نہ پہونچے اور یا دعا فرمایئے کہ میری حاجت روائی ہو اور میرا یوسف گم گشتہ پھر گھر میں آجائے۔"

شاہ صاحب۔ (تسلی دے کر) اٹھ کے بیٹھئے اور خدا سے رجوع فرمایئے۔ میں دعا کرتا ہوں اور جو کچھ تدبیریں معلوم ہیں کرتا ہوں مراد کا بر لانا خدا کے اختیار میں ہے۔ مگر یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ اس میں کوشش کرنا بھی معصیت میں داخل ہے۔"

مولوی صاحب۔ (حیرت زدگی سے) "معصیت!"

شاہ صاحب۔ ایک شخص جو حج اور زیارت مقامات مقدسہ کو جا رہا ہے روکا جائے! یہ گناہ نہیں ہے؟"

مولوی صاحب۔ "بے شک گناہ ہے مگر میری نیت یہ نہیں ہے کہ اسے کار خیر سے روکوں۔ بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اپنا گھر آباد کر کے ہم سب کو تسلی دے کے ہم سے ہنسی خوشی رخصت ہو کے اور ضروری سامان سفر فراہم کر کے جائے یہ تو شاید جائز نہ ہوگا کہ انسان بھیک مانگتا ہوا بے سوچے سمجھے اٹھ کھڑا ہو اور وہ تو ایسی راہ سے جاتا ہے جدھر ڈاکوؤں ٹھگوں اور دنیا بھر کی آفتوں سے بچ کے صحیح و سالم پہونچنا بہت دشوار ہے۔"

شاہ صاحب۔ "اچھا میں دستک دے دیتا ہوں اگر لکھنؤ کے باہر نہیں گیا تو انشاء اللہ آجائے گا۔"

مولوی صاحب۔ "اور جو چلا گیا ہو تو؟"

شاہ صاحب۔ "اس کے لئے ایک چوکی دیتا ہوں اس کو لے جا کر اپنے دروازے پر لگا دیجئے۔"

مولوی صاحب۔ "اور میں نے سنا ہے کہ حضرت کی پڑھی ہوئی مٹی میں خدا نے بڑا اثر دیا ہے۔"

شاہ صاحب۔ "اس کو بھی لیتے جایئے۔ شہر سے جانے کے جتنے راستے ہیں سب میں تھوڑی تھوڑی ڈلوا دیجئے۔ اگر اس پر پاؤں پڑ گیا تو پھر کہیں نہیں جا سکتا۔ سیدھا گھر واپس آئے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس پر اس کا پاؤں پڑ جائے۔"

www.pdfbooksfree.pk

مولوی صاحب ۔ "بہتر۔ مگر کوئی ایسا تعویذ بھی مرحمت ہو کہ دلی اللہ میری بھتیجی طاہرہ بنت صفی اللہ کے عشق میں بیتاب ہو کے سیدھا گھر میں آئے اور آتے ہی بے عذر نکاح کرلے۔"

شاہ صاحب ۔ (ذرا جھنجلا کے) "پہلے اسے گھر میں تو آلینے دیجیے اور جب آ جائے تو میرے پاس لائیے۔ اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا آپ تو ساری ہوسیں آج ہی نکالے ڈالتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ میں حُب کا عمل بہت ہی کم کرتا ہوں اس میں لوگ بے احتیاطیاں کرتے ہیں اور تعوذ دینے والے کے ذمے مواخذہ رہ جاتا ہے۔"

مولوی صاحب ۔ "تو حضرت میں تو بالکل جائز معاملے میں آپ سے مدد چاہتا ہوں اس میں تو سراسر مصلحت ہے۔"

شاہ صاحب ۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں مصلحت ہے یا نہیں؟ بہر تقدیر اس میں ابھی جلدی نہ کیجیے۔ لڑکے کے گھر آجانے کے بعد دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کے شاہ صاحب نے پہلے کچھ پڑھ کے تین بار تالیاں بجائیں۔ پھر اُٹھ کر حجرے میں گئے اور ایک لمحہ بھر میں ایک نقش لاکر دیا کہ دروازے کے پٹ پر چپکا دیا جائے اور ایک پڑیا میں کوئی تولہ بھر مٹی دے کر فرمایا "اس کو گھر لے جا کے بہت سی مٹی میں ملا لیجیے گا اچھی پاک صاف چھوٹی مٹی باریک پسوا کے ایک کوری ہانڈی میں رکھیے اور اس میں اس مٹی کو ڈال دیجیے۔ پھر اس مٹی کو ناکوں اور باہر جانے والے رہگذروں میں آج ہی صبح سے پہلے ڈلوا دیجیے۔"

یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مولوی صاحب نے شاہ صاحب

کے ہاتھ کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور رخصت ہوتے وقت پھر عرض کیا کہ "دعا ضرور فرمائیے گا۔ بجز آپ کی دعا کے میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔"

شاہ صاحب ۔ "میں ضرور دعا کروں گا آپ مطمئن رہیں۔"

آدھی رات کو تھوڑی ہی دیر باقی تھی کہ مولوی عزیز اللہ شاہ منعم بخش صاحب کو سلام کر کے اپنے گھر کی طرف چلے۔ راستہ میں اگرچہ بالکل سناٹا ہو گیا تھا مگر نخاس سے اُن کے گھر تک اب تک بہت سی دوکانیں کھلی ہوئی تھیں اور جا بجا لوگوں کا ہجوم تھا۔ خدا سے لَو لگائے اور دعائیں پڑھتے گھر میں آئے۔ دروازے کے باہر ہی تھے کہ بیوی کی صدائے آہ و بکا سُنی۔ دل بھر آیا اور دروازہ کھلوا کے روتے ہوئے اندر گھر میں قدم رکھا۔ صورت دیکھتے ہی بیوی نے فریادیوں کی طرح پوچھا۔ "بتاؤ کہیں میرے بچہ کا پتہ لگا؟" مگر دل اندر سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ بیوی بگڑ کے چلائیں۔ "اب مجھ سے تمھاری یہ چپ برداشت نہ ہوگی۔ اس دھاڑے کو پہونچیے مگر حالت نہ بدلی۔ تمہی نے میرے بچے کو کھویا ہے تمھاری ہی حرکتوں سے یہ ہوا۔ اپنے بچے کو میں تم سے یہاں دنیا میں لوں گی اور نہ ملا تو حشر کے دن تمھاری دامن گیر ہوں گی۔"

اب مولوی عزیز اللہ نے دل کو ذرا قابو میں کر لیا تھا۔ آہستہ سے بولے، "اس گھڑی تک کہیں پتہ نہیں۔ پہلے صاحب کے پاس گیا وہاں پتہ نہ لگا تو فرنگی محل چلا گیا نہ انھیں خبر ہے نہ اُن کے طالب علموں کو سب طرف سے مایوس ہوا تو مولوی شاہ منعم بخش صاحب کی خدمت میں گیا انہوں نے بڑی بحث اور تکرار کے بعد دستک دی ایک نقش دیا کہ دروازے پر لگا دیا جائے اور تھوڑی سی مٹی دی ہے

www.pdfbooksfree.pk

کہ اور مٹی ملا کے باہر جانے والی راہوں میں ڈال دی جائے یہ کہتے ہی نقش اور پڑیا جیب سے نکال کے بیوی کے آگے رکھ دی۔ بیوی نے فوراً ذرا سی لیئی پکا کے نقش کو دروازے پر لگا دیا۔ چھوٹی مٹی لا کے سِل پر پیسنے لگیں۔ پیستے پیستے میاں سے کہا اور تم نے اس کی تلاش کا کیا انتظام کیا ہے؟" اس کے جواب میں مولوی صاحب نے بتایا کہ رزیڈنسی کے سوار اور محکمہ وزارت کے ہرکارے چاروں طرف جستجو کر رہے ہیں مولوی صاحب نے طلبہ سے کہدیا ہے کہ ڈھونڈھیں اور جہاں ملے فوراً لے آئیں۔"

بیوی ۔ یا اللہ۔ صدقہ تیرے رسول اور تمام ولیوں کا میرا ولی اللہ ملجائے پاک پروردگار میرا بچہ آگیا تو شاہ مینا کے مزار پر چادر چڑھاؤں گی۔ شاہ عبدالحق کا توشہ کروں گی اور سو فقیروں کو کھلاؤں گی۔"

دسواں بَاب

ننھی کے نئے مُربی

ایک ہفتہ گذر گیا اور ولی اللہ کا کہیں پتہ نہیں۔ رزیڈنسی کے سواروں محکمہ وزارت کے ہرکاروں نے شہر کا کونہ کونہ ڈھونڈھ ڈالا۔ فرنگی محل کے طلبہ نے تلاش کرنے کو کوئی جگہ نہ چھوڑی نہ شاہ منعم بخش کی دستک اور مٹی نے اثر کیا اور نہ اُن کا نقش کام آیا سب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ولی اللہ نے کپتان صاحب کو جو لکھا تھا اسی پر عمل کیا اور خط بھیجتے ہی لکھنؤ سے روانہ ہو گئے ماں باپ کی حسرت و یاس حد درجے کو پہونچ گئی۔ ماں گھر میں ہر وقت بیٹھی رویا کرتی اور باپ بارہا شاہ منعم بخش کے پاس گئے ہاتھ جوڑ جوڑ کے اُن سے دُعا کرنے کو کہا اور جس فقیر یا عامل کا نام سُنا اس کے پاس دوڑے گئے اور اب ہر ایک کے آگے یہ تمنا پیش کرتے کہ اگر ولی اللہ نہیں آتا تو دعا کیجئے کہ میرے اور اس کی ماں کے دل کو تسلی ہو جائے لیکن نہ یوسف گم گشتہ کا سراغ لگتا تھا اور نہ دلوں کو تسلی ہوتی تھی۔

ننھی خاموش اور سخت دلی تکلیف کے ساتھ اس قیامت کو دیکھتی اور اُف نہ کرتی اکثر اوقات وہ اپنی چچی کے پاس بیٹھ کر جو اس کے حق میں ماں سے بھی

www.pdfbooksfree.pk

زیادہ تھیں اُنھیں تسلی دینا چاہتی مگر الفاظ نہ ملتے جن سے کام لے۔ اسی حال میں ولی اللہ کی ماں کو بخار چڑھ آیا۔ جس کی حدت و شدت بڑھتی ہی جاتی اور کسی طرح اترنے کا نام نہ لیتا اب مولوی عزیز اللہ کو دوسری مصیبت کا سامنا ہوا۔ بیٹے کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کے عوض بیوی کے لئے طبیبوں اور درویشوں کے پاس جانے لگے۔ آخر طبیبوں کی تشخیص نے اس بخار کو تپ محرقہ تجویز کیا۔

مولوی عزیز اللہ اگرچہ اس دوا دوش میں نوکری کی طرف سے بالکل غافل تھے اور تین تین چار چار روز تک رزیڈنسی جانا ناغہ ہو جاتا۔ مگر ان کی نیک نفسی ایمانداری اور محنت و جفاکشی کا انگریزی حکام پر اس قدر اثر تھا کہ کسی نے اس کا بہت ہی کم خیال کیا۔ انھیں معذور سمجھتے رہے۔ کپتان صاحب ان کو فرصت کے اوقات میں بلا بلا کے سمجھاتے اور تسلی دیتے ان کی میم صاحب جو روز ننھی کے پڑھانے کو آیا کرتی تھیں۔ گھنٹوں بیٹھ بیٹھ کے ولی اللہ کی ماں کی دل جوئی کرتیں اور بار بار اصرار سے کہتیں کہ کہو تو رزیڈنسی کے ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔ ان کے علاج سے بخار اتر جائے گا مگر ان کو نہ میاں نے منظور کیا نہ بیوی نے۔

ایک دن شام کو مولوی عزیز اللہ کپتان صاحب کے پاس بیٹھے تھے اگرچہ دفتری کارروائیوں پر گفتگو ہو رہی تھی مگر بار بار ٹھنڈی سانسیں لیتے اور بات بات پر رونے دیتے تھے یہ حالت دیکھ کر صاحب نے کہا، مولوی صاحب آپ کو بہت رنج ہے اور یہ صدمہ کسی طرح بھولتا ہی نہیں۔ میری رائے میں آپ اپنے اوپر جبر کر کے دفتر کے معاملات اور پولیٹیکل کارروائیوں میں دل لگائیں اگر چند روز یہی حالت رہی تو آپ کی صحت میں فرق آجائے گا۔

عزیز اللہ۔ "میں خود دیکھ رہا ہوں کہ میرے بیکار ہو جانے کی وجہ سے حضور کا حرج ہو رہا ہے ۔۔۔۔"

صاحب۔ میرا یہ مطلب نہ تھا کام تو کسی نہ کسی طرح چلے جاتا ہے مجھے سب سے زیادہ فکر آپ کی ہے۔"

عزیز اللہ۔ "میری فکر کرنا بیکار ہے۔ بیوی اس صدمے سے ایسی بیمار ہیں کہ جینے کے لالے پڑ گئے اور مجھے یقین ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ نہ رہیں گی۔ دو ہی چار روز کی مہمان ہیں ادھر خود میری یہ حالت ہے کہ ان کے بعد شاید مہینہ ہی بھر میں میرا بھی فیصلہ ہو جائے گا یہ امید نہ رکھئے کہ میں اب کام کرنے کے قابل ہوں گا کسی کو تلاش کر کے میری جگہ پر مقرر فرمالیجئے اور میرے ساتھ اتنی ہی مہربانی کافی ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔

صاحب۔ "ایسا نہ کہئے۔ آپ کو دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے ننھی موجود ہے جس کو آپ بیٹے سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں آپ کو اس کی شادی کرنا ہے اور آپ کی بیوی بھی خدا نے چاہا تو اچھی ہو جائیں گی۔"

عزیز اللہ۔ ننھی آپ کی ہو چکی اس کے باپ ماں مربی دولی جو کچھ ہیں آپ اور میم صاحب ہیں۔ دنیا میں میرا کوئی عزیز نہیں اور جو تھے ان کو میں نے چھوڑ دیا۔ اس لیے اس بدنصیب لڑکی کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ ہاں اتنی التجا ضرور ہے کہ اسے مسلمان ہی رکھئے گا اور کسی شریف مسلمان گھرانے میں بیاہ دیجئے گا۔ ہمیں دنیا میں جو کچھ کرنا تھا کر چکے اور دنیا سے یہ اطمینان لے کے جائیں گے کہ اس لاوارث بیکس لڑکی کو آپ سا شفیق و فیاض مربی مل گیا۔"

www.pdfbooksfree.pk

صاحب: "اس امر میں آپ کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ میم صاحب کو ننھی سے ایسی محبت ہے کہ خاص اپنی بیٹی جانتی ہیں آپ کو معلوم ہے کہ خدا نے ہمیں اولاد نہیں دی۔ چنانچہ ہم نے اس کو پہلے ہی اپنی بیٹی سمجھ لیا اور اسی سبب سے مجھے اور میم صاحب کو آپ سے زیادہ اس کی شادی کی فکر تھی۔ خدا سے ہماری دُعا ہے کہ اس کے سب کام آپ کریں اور ان کاموں کو ہم آپ ہی سے لیں۔"

عزیز اللہ۔ مجھے اس کی بہت ہی کم امید ہے" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گھر سے خدمت گار نے آ کے کہا "جلدی چلیے آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا" سنتے ہی کپتان صاحب سناٹے میں آ گئے اور مولوی عزیز اللہ نے ان کے طرف دیکھ کے کہا "لیجیے میں تو چند روز کا مہمان بنتا تھا مگر وہ فقط چند لمحوں کی مہمان تھیں ایسی ہی غلطی کیا عجب کہ میں نے اپنے بارے میں بھی کی ہو۔ مجھے بھی دو ہی چار روز کا مہمان سمجھے" یہ کہا اور رخصت ہو کے گھر آئے۔ گھر میں کون تھا! اکیلی ننھی رو رہی تھی اور اس کی مہین آواز میں ملی ہوئی گونگی ماما کی بھیانک آواز تھی۔ مولوی صاحب نے گھر میں قدم رکھتے ہی ننھی سے پوچھا: "یہ کیا ہوا؟ میں تو ایسی نازک حالت میں نہیں چھوڑ گیا تھا"۔

ننھی نے آنسو پونچھ کے کہا "آباجان۔ اچھی خاصی تھیں۔ باتیں کرتے کرتے دم نکل گیا مگر ایک گھڑی پہلے سے انھیں اپنی حالت معلوم ہو گئی تھی مجھ سے کہنے لگیں کہ میں نے رنج اور صدمے میں تمھارے ابا کو بُرا بھلا کہا ہے آئیں تو ان سے میرا قصور اور کہا سنا معاف کرا لینا اور اب ان کی تسلی تم ہی سے ہے کوئی ایسی بات نہ کرتا کہ ان کا صدمہ اور زیادہ ہو جائے یہی صدمہ ان کے لئے کیا کم ہے کہ اور زیادہ ملال کی باتیں پیش آئیں یہ کہہ کے کلمہ پڑھنے لگیں اور کلمہ پڑھتے پڑھتے آخر ہو گئیں۔"

عزیز اللہ۔ میں نے اُن کا کہا سُنا خوشی سے معاف کیا اور سچ یہ ہے کہ جتنا سخت سُست میں نے ان کو کہا ہے اس کا آدھا بھی انہوں نے مجھے نہیں کہا مگر وہ خوش نصیب تھیں کہ چلتے چلاتے اپنا کہا سُنا معاف کرا لیا اور دنیا سے پاک و صاف گئیں مگر مجھ بدنصیب کو اتنا موقع بھی نہ ملا کہ اُن سے اپنے گناہ معاف کرا لیتا۔"

اتنا کہتے ہی چیخ چیخ کے اور داڑھیں مار مار کے رونے لگے اور ساتھ مل کے ننھی اور گونگی نے اتنا کہرام مچایا کہ گھر ماتم کدہ بن گیا دیر تک آہ و واویلا کر کے مولوی عزیز اللہ نے کہا" ہائے میں بڑا گنہگار ہوں اور یہ بھی میری ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ بھی ساتھ چھوڑ کے چلی گئیں" یہ کہہ کے باہر نکلے۔ خدمت گار کو جو دروازہ پر رہتا تھا بھیج کر دو ایک دوستوں کو بلایا اور خود رزیڈنسی میں جا کے وہاں کے تمام مسلمان ملازموں کو بلا لائے۔ تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا اور دوسرے دن صبح کو وہ حسرت زدہ مرحومہ رزیڈنسی کے احاطے اور تالاب کے درمیان میں جو تکیہ ہے اس میں روز حشر کا انتظار کرنے کے لئے لٹا دی گئیں۔

مولوی عزیز اللہ بیوی کو مٹی دے کر آئے تو ایسے تھکے تھے کہ آتے ہی لیٹ گئے اور لیٹتے ہی بخار چڑھ آیا وہ دن اور بعد کی رات کرب و انجن میں گزری اور ایک ہی روز کے بخار میں اٹھنے کے قابل نہ رہے دوسرے دن صبح کو میم صاحب ننھی کی دل دہی و تشفی کے لئے آئیں تو مولوی عزیز اللہ کی ابتر حالت دیکھی اور ننھی کو سہما ہوا پایا اسی وقت واپس گئیں۔ کپتان صاحب کو خبر کی اور اس بدقسمت خاندان کے حال پر اس قدر مہربان تھیں کہ الٹے پاؤں صاحب کو ساتھ لے کر واپس آئیں اندر آ کے ننھی کو پردے میں بٹھایا اور صاحب نے آ کر مولوی صاحب کی بہت نازک اور خراب حالت دیکھی

www.pdfbooksfree.pk

دیکھتے ہی گھبرا گئے اور کہا افسوس آپ کو بخار آگیا؟"

مولوی صاحب ۔ (ناتوانی کی آواز میں) "میں نے کل ہی عرض کر دیا تھا کہ میری زندگی کا اعتبار نہیں۔"

صاحب ۔ "اس خیال میں پڑ کے دوا اور علاج میں غفلت نہ کیجئے۔ میں اپنے ڈاکٹر صاحب کو لئے آتا ہوں اور میری رائے ہے کہ اسی وقت آپ مکان بدل دیں۔"

مولوی صاحب ۔ "علاج کا آپ کو اختیار ہے بشرطیکہ ایسی دوائیں ہوں جن میں شراب کی آمیزش نہ ہو مگر میں مکان نہ بدلوں گا اسی مکان میں میری بیوی مری اور اسی میں میں بھی مروں گا۔"

صاحب ۔ "مگر ڈاکٹر صاحب سب سے پہلے نقل مکان کرائیں گے اور جب آپ ان کی تدبیروں پر عمل کرنے ہی کو نہیں کہتے تو پھر ان کو لانا بالکل بیکار ہے۔"

مولوی صاحب ۔ "اگرچہ علاج بے سود ہے مگر جو دوا دیں گے آپ کے حکم سے میں پی لوں گا لیکن اب جتنا وقت باقی ہے اس کو ان فضولیات میں نہ ضائع کیجئے اس لئے کہ مجھے آپ کی خدمت میں چند ضروری باتیں عرض کرنی ہیں۔"

صاحب ۔ "کہئے۔ میں توجہ سے سن رہا ہوں۔"

مولوی صاحب ۔ "میں ننھی کو اس حال میں چھوڑے جاتا ہوں کہ آگے پیچھے کوئی نہیں نہ کوئی خبر گیراں ہے نہ پرسان حال۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بڑی منحوس اور بدنصیب لڑکی ہے اس کی شادی ہی کے سلسلے میں یہ سب واقعات پیش آئے مگر اس میں اس کا کیا قصور؟ ہر طرح واجب الرحم ہے مجھے اس کی بیکسی کا خیال آتا ہے تو کلیجہ پاش پاش ہونے لگتا ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ مرنے کے بعد محض اس کے خیال سے میں

قبر میں بھی چین سے نہ لیٹ سکوں گا۔"

صاحب ۔ "اس بارے میں آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ننھی ہماری ہو چکی اور ہم اس کے کفیل ہیں آپ اطمینان رکھیں کہ اسے تکلیف نہ ہوگی اور آپ کی خواہش کے مطابق وہ مسلمان رہے گی اور کسی اچھے شریف لڑکے ہی کے ساتھ اس کی شادی ہوگی۔"

میم صاحب ۔ "اور صاحب سے زیادہ اس کی خبر رکھنے والی میں ہوں۔ میں نے اسے تعلیم دی ہے اسے لکھایا پڑھایا ہے اور ایسے تعلقات ہیں کہ اگر میری حقیقی بیٹی بھی ہوتی تو دل کو اس کے ساتھ اتنا لگاؤ نہ ہوتا جتنا کہ ننھی کے ساتھ ہے یہ بھی آپ یقین رکھیں کہ ہمیں اختلاف مذہب کا بالکل خیال نہیں ہم ہزاروں کوس اپنا وطن چھوڑ کے یہاں اس لیے نہیں آئے ہیں کہ لوگوں کے ایمان اور عقیدوں میں خلل ڈالیں ہم ان کی خوشی اور فلاح کے خواہاں ہیں اور یہ چیز یں جہاں تک ہمارا بس چلے گا ننھی کو حاصل رہیں گی۔"

عزیز اللہ ۔ "بس میرا اطمینان ہو گیا اور اب میں دلی مسرت کے ساتھ مروں گا آج سے ہی آپ دونوں صاحب ننھی کے ماں باپ ہیں (ننھی کو آواز دیکر) بیٹی۔ یہاں آؤ۔ صاحب تمہارے والد ہیں اور اب ان سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔" میم صاحب خود اٹھ کر ننھی کو لے آئیں۔ اور جیسے ہی وہ زار و قطار روتی ہوئی سامنے آئی کہا۔ "بیٹی رونے دھونے کی ضرورت نہیں۔ کپتان صاحب تمہارے والد ہیں جھک کے سلام کرو اور ہمیشہ انھیں کی مرضی پر چلنا۔" ننھی نے صاحب کو ادب سے سلام کیا اور صاحب نے اپنے یورپ کے مذاق کے مطابق گلے سے لگایا پیشانی چومی اور کہا۔ "تم آج سے ہماری بیٹی ہو اور میں تمہارا باپ ہوں" مگر ان کے پیشانی چومنے سے ننھی پسینے پسینے ہو گئی۔

عزیز اللہ ۔ "بیٹی۔ تم صدمہ نہ کرو۔ ہم لوگ مرنے ہی کے لیے دنیا میں آئے ہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

اور ہر شخص کا انجام موت ہے تمھاری والدہ اور تمھارے والد مولوی صفی اللہ میرے اور میری بیوی کی آغوش میں تم کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے پھر تمھاری دوسری ماں بھی تم کو چھوڑ کے سدھار گئیں اور سفر آخرت کرتے وقت تم کو میرے سپرد کر گئیں اب میں بھی تم کو چھوڑ کے دوسرے عالم میں جاتا ہوں اور تمھارا ہاتھ تمھارے ان نئے مہربان رحم دل اور شفیق والدین کے ہاتھ میں دے جاتا ہوں۔ خدا تمھیں پروان چڑھائے اور خوش و خرم رکھے اور تمھاری یہاں کی خوشی سے مجھے اس دوسرے عالم میں مسرت حاصل رہے گی۔ بس خدا حافظ۔ اس گھڑی سے تم میری نہیں ان دونوں فیاض بزرگوں کی ہو۔"

میم صاحب ۔" مولوی صاحب ایسی باتیں نہ کیجئے کہ اس معصوم بچی کا دل پھٹ جائے آپ کی بیوی کا صدمہ اس کے نازک دل کو کملائے ہوئے ہے اور آپ جیتے جی اس کے پژمردہ دل کو توڑے دیتے ہیں۔"

عزیز اللہ ۔" میں اس کا دل نہیں توڑتا۔ بلکہ اپنا اطمینان کرتا ہوں اور اس کو خوشی کے ساتھ فخر کرنا چاہئیے کہ مجھ سے اور اپنے تمام گزشتہ مربیوں سے اچھے مربی مل گئے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند کریم اس کے حال پر مہربان ہے۔"

کپتان صاحب ۔" خیر اب ان یاس و نامرادی کی باتوں کو چھوڑ کے علاج کی طرف توجہ کیجئے؟"

عزیز اللہ ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرض موت میں ان سے کہا گیا کہ طبیب کو بلوائیے۔ فرمایا طبیب آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں جو چاہوں گا کروں گا۔ یہی جواب میرا بھی ہے کوشش کی ضرورت نہیں۔ وہ طبیب برحق جو چاہے گا کرے گا۔"

کپتان صاحب ۔" آپ ایسے ہی مایوس ہیں تو کیا ہو سکتا ہے"؟

عزیز اللہ ۔" میں مایوس نہیں ہوں خدا فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ایسے وعدہ رحمت اور ایسی رحمانی تسلی و تشفی کے بعد کون مایوس ہو سکتا ہے؟"

کپتان صاحب ۔" آپ تنہا ہیں اور ــــــ"

عزیز اللہ ۔ میں تنہا بھی نہیں ہوں۔ حضرت رسالت نے وفات کے وقت فرمایا تھا۔ ھو الرفیق الاعلیٰ۔ یہی میں بھی کہتا ہوں اور اس سے اچھا رفیق کون ہو سکتا ہے۔"

کپتان صاحب ۔" بیشک وہی سچا رفیق ہے لیکن دنیوی ضرورتوں کے لحاظ سے کسی کو آپ کے پاس رہنا چاہیئے میں اسی وقت جا کے دفتر میں سے آپ کے چند دوستوں کو اور دو چپراسیوں کو بھیجے دیتا ہوں کہ آپ کی بیماری کے زمانے میں یہاں حاضر رہیں اور علاج وغیرہ میں کمی نہ ہو۔"

عزیز اللہ ۔" یہ آپ کے فرائض ہیں اور آپ کو ان میں اختیار ہے مجھے اب دنیا کے معاملات سے کوئی علاقہ نہیں۔ نہ اس بارے میں میری کوئی خواہش ہے اور نہ ان ضرورتوں کو میں اپنی ضرورت سمجھتا ہوں۔"

اب صاحب رخصت ہو کر اٹھے اور چلتے وقت ننھی کے سر پر ہاتھ رکھ کے کہا "بیٹی گھبرانا نہیں اگر مولوی صاحب تمھارے والد کی جگہ نہ ہوتے تو میں تم کو اسی وقت اپنے ساتھ لے جا کے دوسرے مکان میں رکھتا۔ ان کی خبر گیری کے لئے تمھارا یہاں رہنا ضروری ہے لیکن اسی وقت تلاش کرا کے دو تین بوڑھی مسلمان عورتوں کو بھیج دوں گا۔ کہ یہاں رہ کے تمھاری تسلی و دل جوئی کرتی رہیں اور تنہائی سے تم پریشان نہ ہو۔ گھنٹہ بھر

www.pdfbooksfree.pk

کے اندر کام کاج کے لئے رزیڈنسی کے ملازم آجائیں گے اور اس کے بعد جس قدر ممکن ہوا میں اُن عورتوں کو بھیجوں گا تمھیں جس چیز کی ضرورت ہو فوراً میرے پاس کہلا بھیجنا۔"

یہ کہہ کے صاحب اور میم چلے گئے اور ننھی مولوی صاحب کے سرہانے بیٹھ کے رومال سے مگس رانی کرنے لگی چند منٹ کے بعد بولی "ابا جان آپ نے مجھے کپتان صاحب کے سپرد تو کر دیا مگر میں نہیں جانتی کہ میرا کیا حشر ہوگا اتنے انگریزی پڑھنے اور میم صاحب سے ملنے کا تو یہ انجام ہوا کہ کافر بنائی گئی اور جورو ہے بیدین اور کرانی کمتا ہے آپ کے بعد اکیلی ان کے ساتھ رہوں گی تو کیا ہوگا ؟"

عزیز اللہ۔ "بیٹی مجھے اپنے اور تمھارے ایمان میں مطلق شک وشبہ نہیں۔ ہمارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے وہ ہماری اور ہمارے دلوں کی حالت سے بخوبی آگاہ ہے تم کسی کے کہنے اور بدنام کرنے کی بالکل پروا نہ کرو۔ وہ کریم ورحیم انجام بخیر کرے گا۔ تمھارا بس اتنا کام ہے اور یہی وصیت ہے کہ مرتے دم تک اپنے عقاید درست رکھنا۔ خدا کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمھارا ایمان رہے گناہوں سے بچنا چونکہ تمھارا عیسائیوں کا ساتھ ہوگا اس لئے یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے۔ کہ شراب اور سؤر کے گوشت سے ہمیشہ پرہیز رکھنا۔ اگرچہ بظاہر تم بدنصیب ویکس نظر آتی ہو مگر اب میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ ان مہربان غیر مذہب مربیوں کی عنایت سے تم نہایت ہی اقبال مند اور خوش قسمت بیوی ثابت ہوگی اور اسی اطمینان وتسلی کو ساتھ لے کر میں جاؤں گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنسی کے آدمی اور چپراسی آگئے دروازے پر سے خدمتگار

نے پکار کے ان کے آنے کی اطلاع کی۔ شام ہونے سے پہلے دو بوڑھی عورتیں بھی آگئیں جن کو کپتان صاحب کے کہنے سے دفتر رزیڈنسی کے ایک محرر صاحب نے اپنے گھر سے بھیج دیا تھا۔

علاج بھی مستعدی سے شروع ہوگیا۔ کپتان صاحب کی خواہش کے مطابق حکیم مرزا محمد علی صاحب نے آکے نبض دیکھی۔ جن کی حذاقت اور معجز نما علاجوں کی دور دور شہرت ہو رہی تھی اور دو روز تک نہایت ہی اہتمام وسرگرمی سے علاج ہوتا رہا۔ حکیم صاحب نے بلغمی ومادی تپ کی تشخیص کی۔ رزیڈنسی کے ڈاکٹر صاحب کی رائے تھی کہ ملیریا کا موسمی بخار ہے مگر تیسرے روز جب بخار کی شدت والتہاب سے سرسامی کیفیت نمودار ہوئی تو سب کو معلوم ہوا کہ تپ محترقہ ہے اور مریض میں اتنی قوت نہیں رہی کہ طبیعت تو ان مرض کا مقابلہ کر سکے اطبا کو بالکل یاس ہوگئی اور جس دن صاحب سے گفتگو ہوئی تھی اس کے پانچویں دن صبح تڑکے نماز کے وقت مولوی عزیز اللہ کا انتقال ہوگیا۔

www.pdfbooksfree.pk

گیارہواں باب

خدا کی کارسازی

مولوی عزیز اللہ کے انتقال کے بعد ننھی ایسے گومگو کے عالم میں پڑی ہوئی تھی۔ کہ ان قیامت خیز سانحوں کو بھی بھول گئی۔ سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور کس کے پاس جائے اپنی ذات سے اس کو پسند نہ تھا کہ اسلامی دنیا اور مسلمانوں کی برادری سے یک قلم قطع تعلق کر کے غیر مذہب والوں خصوصاً انگریزوں میں جا کے رہے۔ دل میں کہتی کہ ان کی وضع قطع جدا۔ معاشرت جدا۔ کھانا پینا جدا۔ مذہب جدا۔ رسم و رواج جدا۔ میرے ان غیر مسلم نصرانیوں میں جا کے رہنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہو جاؤں۔ آخر کپتان صاحب کے اہتمام سے مولوی عزیز اللہ بھی اپنی بیوی کے پہلو میں لٹا دیے گئے۔

تیسرے دن رزیڈنسی والوں ہی کے اہتمام سے مرحوم کا سوم ہوا اور اندر باہر فاتحے درود کی تمام رسمیں بغیر اس کے کہ ننھی سے پوچھا جائے رزیڈنسی کے منشیوں اور ان عورتوں نے انجام دیں جو اس کی دلہن کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ چالیسویں تک وہ عورتیں اور مرد اسی گھر میں رہے اور کپتان صاحب ہی کے خرچ سے تمام فاتحے اور

سب کام بڑے اہتمام سے اور بہت ہی فراخ دلی کے ساتھ پورے ہو گئے۔ اس زمانہ میں صاحب اور میم صاحب روز بلا ناغہ آ کے گھنٹوں بیٹھتے اور مصیبت زدہ لڑکی کی تسلی و دلدہی کرتے اور کوشش کرتے کہ اس کا غم غلط کریں اور اس کے پریشان دل میں کسی قسم کی فکریں نہ پیدا ہونے دیں۔

چالیسویں کے بعد کپتان مکنٹاش اور ان کی میم صاحب نے آ کر کہا "اب عورتیں جو تمھارے پاس رہتی ہیں زیادہ نہیں ٹھہر سکتیں۔ اپنے گھر جائیں گی اور باہر جو ملازمین کام کر رہے ہیں وہ بھی نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا اب ہمیں تمھارے رہنے کا بندوبست کرنا ہے۔"

ننھی :۔ "میں آپ کی لونڈی ہوں۔ جو مناسب جانئے کیجئے میں تو لونڈیوں کی طرح آپ کے دہاں پڑی رہتی اور آپ کے کام کاج کرتی مگر لوگ بدنام کریں گے اور پھر کسی مسلمان کے گھر میں جانے کے قابل نہ رہوں گی۔"

میم صاحب :۔ "تم میری پیاری بیٹی ہو اور ہم لوگ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو تمھاری شان اور تمھاری معاشرت کے خلاف ہو۔ واقعی ہمارے ساتھ رہنے میں تمھاری بدنامی ہوگی ہم بہت ہی جلد تلاش کر کے کسی اچھے خوبصورت اور لائق مسلمان لڑکے کے ساتھ تمھاری شادی کر دیں گے اور جب تک یہ انتظام ہو ہم تم کو اس طرح رکھنا چاہتے ہیں کہ ہم سے الگ اپنے مذاق کے موافق رہو اور ہم تمھاری خبر گیری کرتے رہیں۔"

ننھی :۔ (رو کر) "آپ کی شفقت و مربّی گری کا شکر گزار ہونا میرے امکان سے باہر ہے لیکن ایک بات عرض کرنا ضروری ہے ایسی بات کو میری زبان سے نہ نکلنا چاہئے تھا مگر خدا نے بے غیرت ہونے پر مجبور کیا ہے تو خواہ مخواہ بے حیا و بے غیرت بننا پڑے گا اور جو جی چاہے کیجئے مگر یہ خیال اپنے دل سے نکال ڈالئے جس کو آپ نے ابھی ظاہر فرمایا ہے۔"

www.pdfbooksfree.pk

صاحب ۔" کون سا خیال؟ میں نہیں سمجھا۔"

میم صاحب ۔" میں سمجھ گئی۔ یہ اپنے سامنے اپنی شادی کا ذکر آنا نہیں پسند کرتیں۔"

ننھی ۔" اسی قدر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

میم صاحب ۔" اس سے زیادہ تو یہ ہوا کہ تم شادی کرنے ہی کے خلاف ہو۔"

ننھی ۔" جی ہاں۔ میں جس کی ہونا تھی ہو چکی وہ نہیں ہے تو اسی کے نام پر کنواری بیٹھی رہوں گی۔"

میم صاحب ۔" میں جانتی ہوں کہ تمھیں ولی اللہ کے ساتھ دلی محبت تھی مگر وہ تمھارے قابل نہ تھا اور ایسے نازک مزاج شخص کے ساتھ جو ایک ذرا سی بات پر بگڑ کے گھر سے چلا گیا تمھارا نباہ ہونا مشکل تھا جو اپنے ماں باپ کا نہ ہوا وہ کسی اور کا کیا ہوگا۔"

ننھی ۔ (آنکھیں نیچی کر کے) " جو کچھ ہوا اور جیسا پیش آئے میں اس کے سوا کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ جانتی ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے گیا۔ اس کا واپس آنا بالکل غیر ممکن ہے اور آیا بھی تو اب پہلے سے زیادہ میرے خلاف ہوگا کیونکہ میری ہی وجہ سے اس کے والدین اس سے چھوٹے اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے مگر میں اسی کے نام پر جیونگی۔ اور جس طرح سینکڑوں بیوائیں ساری زندگی رنڈاپے میں کاٹ دیا کرتی ہیں میں بھی کاٹوں گی۔"

صاحب ۔" یہ مشکل ہے دل میں سوچو کہ اس زندگی میں کیسی کیسی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

ننھی ۔" سب کو جھیلوں گی۔"

میم صاحب ۔" ہم اس امر میں تم کو پوری آزادی دیں گے اور اسی کے ساتھ

تمھاری شادی کریں گے جس کو تم خود پسند کرو گی۔ تم پر جبر ہرگز نہ کریں گے۔"

ننھی ۔" یہ پسند اور ناپسند کا معاملہ نہیں ہے۔ میرا فرض تھا کہ آپ کی اطاعت کرتی مگر افسوس کہ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا اس لئے اس خیال ہی کو چھوڑ دیجئے۔"

صاحب ۔" ابھی تم ہماری بیٹی ہو اور جانتی ہو کہ دنیا میں ہمارا نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ ہماری ساری ارمانیں تم ہی سے پوری ہو سکتی ہیں۔"

ننھی ۔" اگر اپنی ارمانوں پر آپ مجھے قربان کرنا چاہتی ہیں تو آپ کو اختیار ہے اور میں حاضر ہوں نافرمانی نہ کروں گی۔ مگر یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اس سے کوئی خوشی ہوگی یا چین نصیب ہوگا۔ میرے لئے ایک کو فنا ہو جائے گی۔ زندگی عذاب ہوگی اور میرے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی بھی خراب ہوگی یہ پسند ہے تو آپ کو اختیار ہے آپ میرے مالک ہیں۔"

میم صاحب ۔" نہیں ہم تمھاری مرضی کے خلاف نہ کریں گے۔"

صاحب ۔" اس کی کچھ جلدی بھی نہیں ہے۔ آج نہیں برس دو برس میں سوچ سمجھ کے اور اپنی طبیعت کا اندازہ کر کے جیسا کہو گی کیا جائے گا۔ سردست تمھارے رہنے کا یہ انتظام ہوگا کہ رزیڈنسی سے ملا ہوا ایک اچھا صاف ستھرا مکان میں نے تمھارے لئے خرید لیا ہے اور اس میں رہنے کا مناسب سامان بھی فراہم کر کے اسے آراستہ کر دیا ہے۔ اس میں اٹھ چلو۔ پانچسو روپیہ مہینہ ہم تمھیں دیا کریں گے اندر اور باہر جتنے نوکروں کی ضرورت ہو بتاؤ کہ ہم تحقیق کر کے اعتبار اور بھروسے کے آدمی رکھدیں۔"

ننھی ۔ میرے لئے نہ ایسے عالیشان مکان کی ضرورت ہے نہ اتنے سامان کی اور نہ نوکروں کی۔ مکان یہی کافی ہے دس پانچ روپیہ مہینہ خرچ کو دیدیا کیجئے۔ غریبوں کی طرح

www.pdfbooksfree.pk

بسر کرو گی اور ابھی تو خرچ کی ضرورت بھی نہیں۔ ابا جان کے صندوقوں کو ابھی تک میں نے نہیں کھولا۔ تھوڑا بہت میرے بسر کے لئے چھوڑ ہی گئے ہوں گے"

میم صاحب۔" ابھی تک تم کو خبر نہیں کہ وہ کیا چھوڑ گئے ہیں؟"

ننھی۔" جی نہیں۔ بغیر آپ کی اور صاحب کی موجودگی کے میں صندوقوں کو کیسے کھولتی"

صاحب۔" تو چلو ہم سب صندوقوں کو کھول کے دیکھ لیں لیکن تم میری بیٹی ہو۔ تمہاری زبان سے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مجھے صاحب کہا کرو"

میم صاحب۔" یا اپنی ہی زبان میں ہمیں اماں اور ابا کہا کرو اور اگر ہماری خوشی پر چلو تو ماما اور پاپا کہو"

ننھی۔" میں یہی کہوں گی"

اس کے بعد میم صاحب نے ننھی سے گھر کے صندوقوں کی کنجیاں لیں اور تمام صندوقوں اور پٹاروں کو کھول کے دیکھا۔ کپڑے اور زیور کی کمی نہ تھی اور سب سامان بھی ضرورت کے موافق فراہم تھا اور وجہ یہ تھی کہ ننھی کی شادی کے لئے مولوی صاحب نے پورا انتظام درست کر لیا ہے اس کے بعد مولوی صاحب کا خاص صندوق کھولا گیا تو اس میں سات ہزار چھ سو تراسی روپیہ نکلے جو بہت احتیاط سے رکھے ہوئے تھے۔ ہزار ہزار کی سات تھیلیوں میں سات ہزار تھے چھ سو تراسی ایک بڑے خانے میں کھلے رکھے تھے۔

یہ سب روپیہ اور باقی تمام سامان دیکھ کے میم صاحب نے ننھی سے کہا" ان سب چیزوں کو تم اپنے پاس رکھو۔ میں ان کی فہرست لکھ کر اپنے پاس رکھوں گی جو صرف کرو اس کا حساب لکھتی جاؤ۔ میں ہر مہینے میں تمہارا حساب دیکھ لیا کرونگی اگر تم نے بے احتیاطی سے خرچ کیا تو تمہیں الزام دیا جائے گا۔ اور سلیقہ کے ساتھ کفایت شعاری سے

خرچ کیا تو علاوہ ماہوار کے تم کو انعام دیا کروں گی"

ننھی۔" اب اس روپیہ کے ہوتے آپ کو ماہوار تنخواہ دینے کی کیا ضرورت ہے"

صاحب۔" تنخواہ تم کو ضرور دی جائے گی تم کو چاہئے کہ جو کچھ خرچ ہو اسی میں سے خرچ کیا کرو اور اس روپیہ اور تمام سامان کو حفاظت کے ساتھ رکھو"

ننھی۔" تو پاپا جان۔ پانسو روپیہ میری ضرورت سے بہت زیادہ ہے"

پاپا جان کے لفظ پر میم صاحب کو ہنسی آگئی اور کپتان صاحب نے خوش ہو کر کہا" بس یہی ٹھیک ہے۔ تم مجھے پاپا جان اور اپنی ماں کو ماما جان کہا کرو اس میں انگریزی اور ہندوستانی معاشرت کے میل جول کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ مجھے نظر آتا ہے۔ باقی رہا یہ تو تم کہتی ہو کہ پانسو روپیہ بہت ہیں تو مضائقہ نہیں جتنا روپیہ بچے اس کو ہر مہینے میں بچانا اور جمع کرتے جانا۔ کبھی تمہارے کام آئیگا"

میم صاحب۔" لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اب تم ہماری بیٹی ہو۔ اس لئے ہماری ہی حالت اور حیثیت کے مطابق تم کو رہنا ہوگا۔ میں ہندوستانی نوابوں کے گھروں میں دیکھ چکی ہوں اس لحاظ سے تمہارے پاس اندر کم سے کم ایک ماما دو پیشی خدمتیں ایک مغلانی اور باہر دو خدمت گار اور چار پہرے چوکی والے ضرور ہونے چاہئیں

ننھی نے اس میں بہت عذر کیا۔ مگر صاحب نے نہ مانا۔ اور اسی وقت فٹن منگوائی۔ ننھی کو اس نئے مکان میں پہونچا دیا اور باہر کے تمام لوگوں کو سامنے بلا کے کہا" آپ سب ایک ہفتہ اور ہماری بیٹی کے ساتھ اس نئے مکان میں رہیں۔ آپ چلے گئے تو یہ اکیلی گھبرائے گی۔ اس مدت کے اندر ہم ان کے لئے جب مامائیں اور خدمتگار مقرر کر لیں تب آپ واپس جائیں۔ اور آپ نے ان کی ہمدردی میں جو کچھ محنت کی اور

www.pdfbooksfree.pk

امانت داری و شرافت کا برتاؤ کیا اس کے ہم شکر گزار ہیں۔"

اب ننھی اس نئے مکان میں تھی جو نہایت شاندار تھا اور سب سامان بہت ہی خوبی اور صفائی کے ساتھ اس میں آراستہ کر دیا گیا تھا۔ آٹھ روز کے اندر تمام مجوزہ مرد اور عورت ملازمین مقرر ہو گئے جو لوگ اس وقت تک کام کاج کرتے رہے تھے شکریہ کے ساتھ رخصت کیے گئے اور وہ گھروں کو گئے اور نئے نوکروں کے ساتھ ننھی اعلیٰ درجہ کی بیگموں اور شاہزادیوں کی طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔ ہر روز میم صاحب اور کسی کسی دن کپتان صاحب آ کے اس کی دلدہی و تسلّی کرتے۔ اکثر معاملات میں اُسے مشورہ دیتے اور اس کے آرام و خاطر داشت میں کوئی بات اٹھا نہ رکھتے لیکن جب کبھی شادی کا تذکرہ آتا ننھی قطعی انکار کرتی بلکہ اس کی بھی روادار نہ تھی کہ اس کے سامنے کوئی شادی کا لفظ زبان پر لائے۔

وہ چند عورتیں جو مصیبت کے آخری اور سخت ترین زمانے میں کپتان صاحب کے حکم سے اس کی رفیق و انیس رہی تھیں بھی کبھی ملنے کو آجاتیں تو نہایت خاطر تواضع کرتی ان کی ہر غرض پوری کر دیتی اور نہایت ہی شکر گزار رہتی اس لیے کہ انہوں نے بُرے وقت میں ساتھ دیا تھا ان عورتوں نے جو دیکھا کہ لڑکی حسین و مہ جبین ہے دولت و حشمت کی کمی نہیں تو اپنے جانے بوجھے لوگوں میں اس کی شادی کی فکریں کرنے لگیں۔ بار بار آتیں اور جب آتیں کوئی پیام لے کے آتیں۔ پہلے تو ننھی نے ان کے کہنے کو ہنس ہنس کے ٹالا مگر ان کی جرأتیں بڑھتی ہی گئیں۔ آخر یہ کہنا شروع کیا کہ "اس بات میں مجھے کیا دخل ہے جو کچھ کہنا ہو پاپا جان سے کہو۔" بعض میم صاحب اور کپتان صاحب تک بھی پہونچ گئیں اور ننھی کے لیے کسی طرف سے شادی کا پیام دیا مگر انہوں نے کمال صفائی سے کہہ دیا کہ اس معاملہ

میں جو کچھ کہنا ہو خود ننھی سے کہو وہ جس کے ساتھ پسند کرے گی ہم شادی کر دیں گے۔ اس جواب نے ان کی ہمت بڑھائی اور بار بار آ کے اُسے چھیڑنے اور ستانے لگیں اور وہ ناگواری کے ساتھ اُنھیں سخت جواب دینے لگی وہ اس پر بھی شادی کی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئیں تو عاجز آ کر ننھی نے ایک دن سب کو جمع کیا اور اُن کے سامنے نہایت ہی متانت و سنجیدگی کے ساتھ کہا "آپ سب بیویوں کو ہزار ٹالا مگر آپ اپنی سازشوں اور کارروائیوں سے باز نہیں آتیں اور اس کا بھی خیال نہیں کرتیں کہ یہ باتیں مجھے کس قدر ناگوار گزرتی ہیں اگرچہ اپنی زبان سے اس بارے میں کچھ کہنا بے حیائی ہے۔ لیکن آپ نہیں مانتیں تو کیا کروں۔ سنئے میں آج آپ سب بیویوں سے تاکید کے ساتھ کہتی ہوں کہ خبردار پھر کبھی میرے سامنے اس کا ذکر نہ آئے۔ آپ کی اور جو کچھ خدمت ہو اس کے لئے میں حاضر ہوں اور کبھی میں آپ کے کہنے سے باہر نہیں ہوئی۔ لیکن جو بات مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے اور جس کے سننے سے مجھے بے انتہا تکلیف ہوتی ہے اسی کو آپ بار بار چھیڑ کر مجھے ستاتی اور آزار پہونچاتی ہیں۔ آج میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ جو کوئی اپنی اس کوشش سے باز نہ آسکتا ہو وہ میرے یہاں نہ آئے۔

اس تاکید پر بھی وہ عورتیں سازشوں سے باز نہ آئیں۔ کبھی کوئی آ کے کسی خوش رو نوجوان کے حسن و جمال یا اس کی خوبیوں اور اس کے کمالات کی تعریفیں کرتیں کبھی کوئی کسی دولت مند لڑکے کی شوکت و حشمت اور شان و شکوہ کا افسانہ سناتی۔ کوئی کسی خاندان کی شرافت کا گانا گاتی۔ اور کوئی کسی گھرانے کے کارنامے بیان کرتی سنتے سنتے ننھی کا ناک میں دم ہو گیا اور حیرت سے دیکھتی تھی کہ جس قدر شادی کے ذکر سے بھاگتی ہوں اسی قدر لوگوں کی جرأت بڑھتی جاتی ہے آخر تنگ آ کے سب

www.pdfbooksfree.pk

کا آنا بند کر دیا اور ان تمام عورتوں سے ملنا چھوڑ دیا۔

اب اگرچہ فی الجملہ خاموشی تھی۔ مگر پھر بھی کوئی ماما پیش خدمت یا مغلانی کسی کا نام لے کے اس کی تعریفیں کرنے لگتی اور وجہ یہ تھی کہ شہر میں اسکی خوبصورتی ہنر مندی علم و فضل اور دولت مندی کی شہرت تھی۔ اور صدہا نوعمر رئیس اس سے شادی کرنے کے آرزومند ہو گئے تھے۔ وہ کسی نہ کسی کو لالچ دلا کے اپنا پیام اس کے کانوں تک جس طرح بنتا پہونچا دیتے۔ یہ دیکھ کے اس نے گھر کی تمام خادماؤں سے صاف کہہ دیا کہ "اب کسی نے میرے سامنے اس قسم کا تذکرہ کیا تو اُسے کھڑے کھڑے نکال دوں گی۔ اتنی سختی کرنے کا انجام یہ ہوا کہ وہ تمام عورتیں جو اس کے یہاں سے نکالی گئیں اور شادی کے وہ تمام اُمیدوار جو محروم و نامراد تھے لوگوں میں اس کی مذمتیں بیان کرنے اور اسے بدنام کرنے لگے اس کی اس نے مطلق پروا نہ کی اور نہایت خاموشی کے ساتھ ایسی زندگی بسر کرنے لگی جس میں نہ کوئی مزہ تھا نہ کوئی شکوہ۔ نہ کسی چیز کا شوق تھا نہ کسی کا اندیشہ۔ کپتان اور میم صاحب چونکہ اس کے مذاق سے بخوبی آگاہ ہو گئے تھے لہذا اب جس کسی نے ان تک پہونچ کے شادی کا پیام دیا انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کبھی اُس کے سامنے اس کا تذکرہ بھی نہ کیا۔

بارہواں باب

نئے مربی بھی چھوٹے

اسی حالت کو پانچ سال گزر گئے اور ننھی کی عمر بیس سال سے تجاوز کر گئی مگر بغیر اس کے کہ اس نے کبھی شادی کا خیال بھی کیا ہو ایک دن صبح منہ دھو کے اور ناشتہ کر کے بیٹھی تھی کہ کپتان صاحب مع اپنی میم کے آ گئے اور ادھر اُدھر کی دو چار باتوں کے بعد میم صاحب نے کہا "بیٹی ایک بڑی مشکل پیش آ گئی ہے

اور سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے

لئے کیا انتظام کریں۔ اسی لئے چاہتے تھے کہ تمہاری شادی کر دیں مگر تم نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ شادی ہو گئی ہوتی تو تم اپنے گھر کی مالک بن کے چین سے بیٹھتیں"

ننھی: "مگر ماما جان یہ تو معلوم ہو کہ وہ کون مشکل پیدا ہو گئی ہے کہ آپ اس قدر پریشان ہیں"

میم صاحب: "آج گورنر جنرل بہادر کے یہاں سے حکم آ گیا کہ صاحب ساٹھ سال کی عمر ہو جانے کے باعث اپنی خدمت سے سبکدوش کئے گئے اور اُن کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ تمہاری وجہ سے ہمارا جی چاہتا ہے کہ یہیں کی سکونت اختیار کر لیں مگر یہ غیر ممکن

www.pdfbooksfree.pk

ہے اس لیے کہ ہم لوگ جہاں مقرر رہ چکے ہوں وہاں قیام نہیں کر سکتے۔ مجبوراً ہمیں لکھنو چھوڑ دینا پڑے گا۔ تم کو اپنے ساتھ لے چلیں یہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا اور چھوڑ جائیں تو تمھاری نگرانی اور خبر گیری کی صورت نہیں بن پڑتی۔"

ننھی۔ "مجھے جو حکم ہو اس پر عمل کرنے کو موجود ہوں۔ ساتھ لے چلیں تو چلوں گی اور یہیں چھوڑ جائیے تو اسی طرح خاموشی کے ساتھ کونے میں پڑی رہوں گی۔ آپ کی مہربانی سے میرے پاس اتنا روپیہ ہے کہ زندگی فراغت سے گزر جائے گی۔"

صاحب۔ "روپیہ کا معاملہ نہیں ہے اگرچہ میں خوش ہوں کہ تم نے نہایت سلیقے اور کفایت شعاری کے ساتھ بسر کی اور اتنے زمانے میں کبھی ہم کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملا کہ تم نے فلاں معاملے میں فضول خرچی کی۔ پان سو روپیہ جو میں تم کو دیتا رہا ہوں وہ رزیڈنسی کے ذریعے سے برابر ملتے رہیں گے یہی نہیں جو رزیڈنٹ اور اسسٹنٹ رزیڈنٹ یہاں آئیں گے وہ خاص طور پر تمھارے کفیل اور نگراں رہیں گے ان کی بیویں تم سے آکے ملا کریں گی اور تمھاری ہمدرد اور دوست رہیں گے۔"

ننھی۔ "میری زندگی کے بسر ہونے کا تو آپ نے انتظام فرما دیا مگر آپ کی جدائی میرے لئے سب سے بڑی مصیبت ہو گی جس کا کوئی علاج نہیں۔"

صاحب۔ ہم برابر تم کو اپنے حالات لکھتے رہیں گے اور ہمارا دل ہمیشہ تم میں لگا رہے گا تم سے کہہ چکے کہ دنیا میں ہماری دلچسپی صرف تم سے ہے اگر ممانعت نہ ہوتی تو تمھاری رفاقت کے لئے ہم یہیں پڑے رہتے اور یہاں سے چلے بھی جائیں گے تو فقط تمھارے خیال سے ہم کلکتہ میں قیام کریں گے اپنے وطن انگلستان نہ جائیں گے۔"

ننھی۔ "خدا نے آپ کو میرے حال پر اس قدر مہربان کر دیا ہے کہ مجھے اپنی خوش

نصیبی پر ناز ہے۔

میم صاحب۔ "افسوس تم شادی کو پسند ہی نہیں کرتیں اس کو ہماری خاطر سے تم منظور کر لیتیں تو ہم تمہاری طرف سے نہایت مطمئن ہو کر کلکتہ میں بیٹھتے بلکہ تمھیں اور تمھارے دولھا دونوں کو بلوا کے وہاں اپنے ساتھ رکھتے۔"

ننھی۔ "اس امر میں مجبور ہوں۔ آپ کی شفقتوں کا خیال کر کے مجھے اپنی ضد پر بڑی شرم آتی ہے اور آپ کی نافرمانی کے خیال سے اپنے اوپر لعنت ملامت کرنے لگتی ہوں۔ لیکن یہ نہیں گوارا ہوتا کہ اس کو قبول کر لوں۔"

صاحب۔ "نہیں تم اپنی مرضی کے خلاف نہ کرو۔ ہم کو اس معاملے میں بالکل اصرار نہیں ہے جب تک جی چاہے کنواری بیٹھی رہو اور جب دل میں آئے شادی کر لینا ہمیں تو جو کچھ صدمہ ہے تم سے چھوٹنے کا ہے۔"

ننھی۔ "آپ کو تو محبت کی وجہ سے صدمہ ہے مگر میں اپنی بیکسی کے خیال سے گھبراتی ہوں اور یہ غیر ممکن ہے کہ سوا اس شخص کے جس کی ہو چکی ہوں کسی اور کی بنوں۔ سب سے آسان یہ تھا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلتے۔"

صاحب۔ ابھی یہ مناسب نہیں ہے۔ سارے شہر والے تم کو اور ہم کو دونوں کو بدنام کریں گے بعد ازاں پھر انگریزوں میں شہرت ہو گی اور وہ بھی بری نگاہ سے دیکھیں گے دنیا برا ہی دیکھتی ہے اور اچھی کو بھی برا بنا دیتی ہے ایسا ہی ہے تو کلکتہ میں چند روز قیام کرنے کے بعد ہم تمھیں بلا لیں گے۔ ساتھ لے چلنا بالکل خلاف مصلحت ہے مگر تم گھبراؤ نہیں۔ ہم رزیڈنسی میں ایسا انتظام کر جائیں گے کہ ہمارے بعد تم کو پہلے سے زیادہ آرام ملے۔"

www.pdfbooksfree.pk

ننھی ۔ "تو آپ کب تشریف لے جائیں گے۔"

صاحب ۔ "ہم اسی ہفتہ میں جائیں گے پرسوں مسٹر گف ہیں آ کے مجھ سے عہدے کا چارج لیں گے ۔چارج دینے کے بعد میں تین روز اور ٹھہروں گا تاکہ گف ہیں کی میم صاحب کو لا کے تمھیں ان سے ملا دوں اور کوشش کروں گا کہ میرے بعد وہ تمھاری متکفل ہو جائیں۔"

یہ کہہ کہ کپتان صاحب اور ان کی میم چلی گئیں اور ننھی نئی ادھیڑ بن میں پڑ گئی ۔ چوتھے روز لیڈی کمنتاش آئیں اور لیڈی گف ہیں کو بھی اپنے ساتھ لیتی آئیں ۔ نئی میم صاحب ننھی سے مل کے بہت خوش ہوئیں اور وعدہ کیا کہ روز آ کے اس سے فارسی پڑھا کریں گی اور اُسے انگریزی کی استعداد بڑھانے میں مدد دیں گی۔

تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد دونوں میمیں واپس گئیں اور کپتان صاحب کے جانے کا دن جو جو قریب آتا جاتا تھا ۔ ننھی کی ہوا بڑھتی جاتی تھی آخر اس کے تیسرے روز صبح ہی کپتان صاحب مع میم صاحب کے رخصت ہونے کو آئے ۔ ایسے شفیقوں سے جدا ہوتے وقت ننھی بہت پھوٹ پھوٹ کے روئی اور کہا "میں بڑی بدقسمت ہوں جس کسی نے میری پرورش اپنے ذمے لی وہ مجھ سے چھین ہی لیا گیا پہلے واقعے تو بچپن اور نا سمجھی کے زمانے کے تھے مگر یہ سب سے بڑی مصیبت ہے دیکھئے میں اس کو کیسے جھیلتی ہوں ۔

صاحب ۔ "ہم لوگوں کو دیکھو کہ اکثر اپنے عزیزوں والدین اور بیوی بچوں تک سے جدا ہو کر ہزاروں کوس کی مسافت پر چلے آتے ہیں ۔ تمھارے لئے تو یہ بڑے اطمینان اور خاطر جمعی کی بات ہے کہ ہم ہندوستان سے باہر نہ جائیں گے ۔ چند ہی روز کا سفر اختیار کر کے تم ہمارے پاس اور ہم تمھارے پاس آ سکتے ہیں ۔ ہم کو تم سے ایسی محبت

ہے کہ بغیر تم سے ملے اور تمھاری صورت دیکھے ہم سے رہا ہی نہ جائے گا۔"

باوجود مستقل مزاج اور ضابط ہونے کے رخصت ہوتے وقت کپتان صاحب اور ان کی بیوی نے بھی آنسو بہائے اور بغل گیر ہو کے چلے گئے اس لئے کہ دو ہی گھنٹے کے بعد انھیں کانپور کی طرف سفر کرنا تھا۔

ان کے جانے کے بعد لیڈی گف ہیں روز آنے لگیں اور اُن سے بھی ایسی خاص دلی محبت ظاہر ہوئی کہ ننھی اُن کا دم بھرنے لگی اور ان کی بھی یہ حالت تھی کہ جس قدر ننھی کے پاس دل لگتا اور کہیں نہ لگتا ۔ ننھی اپنی اسی قدیم وضع پر قائم تھی کہ شادی کا پیام دینے کے اندیشے سے کسی ہندوستانی عورت سے نہ ملتی ۔ اور نہ کسی گھر سے ایسے تعلقات پیدا کئے کہ وہاں آئے جائے اس کی دنیا بس گھر کی چار پانچ خادمائیں دربان اور خدمتگار تھے یا لیڈی گف ہیں تھیں ۔ جن کی صورت دیکھتے ہی وہ باغ باغ ہو جاتی ۔ افسران رزیڈنسی کی چند اور میمیں بھی لیڈی گف ہیں کے ساتھ کبھی کبھی اس سے ملنے کو آ جاتیں ۔ مسز گف ہیں کے ذریعے سے اس کو کپتان صاحب کے خطوط ملتے جو ہر مہینے وقت کی پابندی سے آیا کرتے اور وہی اس کی پانسو روپیہ کی تنخواہ رزیڈنسی کے خزانے سے وصول کر کے دے جایا کرتیں ۔ لیڈی کمنتاش تو اس سے ایک خیر اندیش ماں اور ہمدرد مربیہ کی حیثیت سے ملا کرتی تھیں وہ اس کے طرز عمل اور سلیقے کی نگرانی کرتیں ۔ گرہستی اور حساب کتاب رکھنے میں اس کی خوش انتظامی دیکھ کر خوش ہوتیں اور مہینہ نہ گزرتا جس میں وہ دو تین بار کسی نہ کسی کام پر خوش ہو کے اسے انعام نہ دیتی ہوں ۔ بہ خلاف اُن کے لیڈی گف ہیں ننھی کی مشیر کار اور انیس غمگسار تھیں بغیر ان کے مشورے کے وہ کوئی کام نہ کرتی اور وہ بھی اکثر دن دن بھر اس کے پاس اس طرح بیٹھی رہتیں جیسی

www.pdfbooksfree.pk

کوئی سہیلی کسی ہم مذاق سہیلی کے پاس رہتی ہے۔

ایک دن وہ لیڈی گف مین کو سبق پڑھا رہی تھی کہ خادمہ نے آکے ڈرتے ڈرتے کہا" ایک صاحب دروازے پر کھڑے ہیں اور حضور سے ملنا چاہتے ہیں"

ننھی ۔ (حیران ہوکر) " مجھ سے ملنا چاہتے ہیں! آخر کون ہیں؟ کہاں سے ہیں؟ کچھ دریافت بھی تو کر لیا ہوتا"

خادمہ ۔ "ہزار پوچھا کچھ نہیں بتاتے۔ بس یہ کہتے ہیں کہ خود ان کو بتاؤں گا۔ اے حضور وہ تو گھر کے اندر گھسے آتے تھے دربانوں نے زبردستی روکا۔ دھکیل کے پردے کے پاس سے الگ کر دیا اور کہا کہ جب تک اندر سے اجازت نہ ہو ہم نہ جانے دیں گے"

ننھی ۔ " سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون نئے عزیز پیدا ہو گئے۔ جا کے کہو اپنا نام اور پتہ بتائیں بغیر اس کے میں اندر نہیں بلا سکتی۔ میں دنیا میں نہ کسی عزیز کو جانتی ہوں نہ قریب کو"

مغلانی ۔ " اے حضور آپ کے چچا کے بیٹے نہ ہوں جو حج کو گئے تھے"

لیڈی گف مین ۔ " اچھا میں جا کے سب باتیں پوچھے آتی ہوں" یہ کہا اور اٹھ کے ڈیوڑھی میں گئیں۔ دیکھا کہ ایک نوعمر نوجوان جو وضع قطع سے شریف زادہ معلوم ہوتا ہے اندر آنے کی کوشش کر رہا ہے سنِ اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہ ہوگا۔ لیڈی صاحب نے پوچھا" آپ کون ہیں اور ننھی سے کیا قرابت رکھتے ہو"

نوجوان ۔ " میں ان کا بہت ہی قریبی عزیز ہوں۔ سامنا ہوگا اور حال سنیں گی تو فوراً پہچان لیں گی"

میم صاحب ۔ " لیکن بغیر رشتے اور قرابت کا حال جانے وہ اندر کیسے بلا سکتی ہیں۔ اور نہیں تو یہی بتائیے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

نوجوان ۔ " میں سندیلے سے آیا ہوں" یہ جواب سن کر میم صاحب نے کہا" آپ ذرا ٹھہریں میں بیگم صاحب سے دریافت کروں اگر پہچان سکیں تو بلا لیں گی" اور اندر آ کے ننھی سے کہا " یہ نوعمر شخص سندیلے سے آیا ہے"

ننھی ۔ " سندیلہ اگرچہ ہمارا وطن ہے مگر میں وہاں کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں پہچانتی اور جہاں تک سنا ہے۔ وہاں میرا کوئی ایسا عزیز نہیں جو محرم ہو۔ دور کے قرابت دار ہیں مگر ان کے سامنے میں نہیں آ سکتی" یہی میم صاحب نے آکر نوواردِ جوان سے کہہ دیا۔ سن کے وہ مسکرایا اور کہنے لگا" بیگم صاحب سے جا کے کہئے کہ میں ان کا بھائی اور مولوی صفی اللہ کا بیٹا ہوں"

ننھی میم صاحب کی زبانی یہ سن کر نہایت حیرت کے ساتھ بولی" میں نے تو کبھی نہیں سنا کہ میرے والد کا کوئی لڑکا ہے۔ اماں جان کو میں نے ہوش آنے کے بعد اچھی طرح دیکھا ان کا کوئی بھی بیٹا ہوتا تو گھر میں کبھی آتا جاتا یا وہ اس کا ذکر کرتیں۔ نوجوان نے کہلا بھیجا کہ مولوی صفی اللہ نے ایک اور شادی کی تھی ممکن ہے اس کی خبر آپ کو نہ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ میں آپ کے باپ کا بیٹا اور آپ کا سوتیلا بھائی ہوں" یہ بیان سن کے ننھی دیر تک غور کرتی رہی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا جواب دے اور ان نئے بھائی صاحب کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے۔ آخر دل میں یکسوئی کر کے کہلا بھیجا" آپ کہتے ہیں تو بیشک میرے بھائی اور والد کے فرزند ہوں گے مگر میں آپ سے بالکل ناواقف ہوں اور نہ کبھی والد یا والدہ یا چچا اور چچی سے سنا تھا کہ دنیا میں میرا کوئی اتنا قریبی عزیز موجود ہے میرا پرانا مکان خالی پڑا ہے میرے آدمی کے ساتھ آپ اس میں جا کے قیام فرمائیں۔ میں تحقیق کرتی اور پتہ لگاتی ہوں اگر ثابت ہو گیا کہ آپ حقیقت میں میرے بھائی ہیں تو سامنے آنے لگوں گی لیکن

www.pdfbooksfree.pk

ابھی بغیر اطمینان کئے میں سامنا نہیں کر سکتی اور جب تک پتہ لگے آپ میرے مہمان ہیں۔ کھانا دونوں وقت یہاں سے پہونچے گا اور تمام ضروری سامان فراہم کر دیا جائے گا"۔

نوجوان ۔ (میم صاحب کے توسط سے) آپ کو اعتبار ہی نہیں تو میں غیروں کی طرح رہنا نہیں چاہتا۔ یہ ممکن ہے کہ آج ہی میں قرابت کے ثبوت میں گواہیاں پیش کر دوں۔ سارا سندیلہ جانتا ہے کہ میں مولوی صفی اللہ کا بیٹا نبی اللہ ہوں"۔ اس کا جواب دیا گیا کہ میں نہ آپ سے گواہیاں چاہتی ہوں نہ ثبوت مانگتی ہوں۔ جب تک خود تحقیق نہ کر لوں گی۔ سامنے نہ آؤں گی"۔

نبی اللہ ۔ "خیر خدا حافظ۔ نہ ملئے جاتا ہوں مگر یاد رہے کہ اس بے اعتنائی کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

یہ کہہ کے وہ نوجوان چلا گیا اور ننھی سخت حیران تھی کہ یہ میرے بھائی کہاں سے پیدا ہو گئے اور اسی وقت نوکروں کے پاس کہلا بھیجا کہ ایک شخص اس نوجوان کے پیچھے چلا جائے اور دیکھ آئے کہ یہ کہاں مقیم ہے اور کن لوگوں میں رہتا ہے"۔ پھر لیڈی گف میں سے کہا، آپ بھی مہربانی فرما کے پتہ لگائیے کہ یہ کون شخص ہے اور مولوی عزیز اللہ مرحوم سے کیا قرابت رکھتا ہے"۔

لیڈی صاحب وعدہ کر کے واپس گئیں اور ننھی کی یہ حالت ہو گئی کہ اس مجہول الحال نوجوان کا واقعہ کسی طرح دھیان سے اترتا ہی نہ تھا۔

تیرہواں باب

فتنہ انگیز بھائی

اس واقعہ کو ایک ہفتہ گزر گیا جب کہ ننھی کے سربی اور کپتان کمنتاش کو لکھنو سے گئے تین سال ہو گئے ہیں۔ نبی اللہ کے بھائی ہونے کا مطلق پتہ نہ لگا۔ جو آدمی اُن کے پیچھے دوڑایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ننھی کے یہاں سے واپس جا کر وہ پہلے راجہ کے بازار میں اپنے کسی ملاقاتی سے ملنے کو گیا۔ گھڑی بھر کے بعد وہاں سے اُٹھ کے مفتی گنج پہونچا اور ایک گھر میں چلا گیا۔ آدمی نے دو ایک محلے والوں سے پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا کہ نبی اللہ نام کا کوئی شخص اس گھر میں رہتا ہے آدمی بڑا ہوشیار اور ٹوہی تھا دیر تک وہیں ٹہلتا رہا۔ کوئی پہر بھر کے بعد کسی شخص نے دروازے پر آ کے دستک دی۔ وہی نوجوان نکل کے باہر آیا۔ کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر رخصت ہو کے واپس روانہ ہوا۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد اس سے وہ ملا تھا اس نے تھوڑے تامل کے بعد اپنا اطمینان کر کے بتایا کہ ان صاحب کا اصلی نام تو مجھے معلوم نہیں مگر عام طور پر نبی نبی کہلاتے ہیں۔

آدمی نے واپس آ کر ان واقعات کی اطلاع ننھی کو کی تو وہ بہت گھبرائی کہ یہ کیا آفت اُٹھ کھڑی ہوئی اور کون نئے بھائی پیدا ہو گئے جن کا میں نے کبھی نام تک نہیں سُنا مگر دل میں کہا" چاہے کوئی ہوں میں اس حال میں کسی سے نہیں مل سکتی سگے بھائی بھی ہوتے

www.pdfbooksfree.pk

تو میں ان سے ملنا ہرگز گوارا نہ کرتی - یہ تو سوتیلے ہیں - چچا جان مرحوم کا یہ طریقہ مشہور تھا کہ انہوں نے سارے عزیزوں اور دوستوں سے قطع تعلق کر لیا تھا - کوئی ہزار قرابت و دوستی ظاہر کرے وہ پسند نہ کرتے تھے نہ کسی کے وہاں جاتے اور نہ کسی کو اپنے یہاں بلاتے -

دوسرے دن مسز گف مین آئیں تو اُن کو بتایا کہ جو بھائی ہونے کے دعوے دار ایک ہفتہ ہوا آئے تھے اُن کا پتہ میرا آدمی صرف اس قدر دریافت کر سکا کہ نبّن کہلاتے ہیں اور مفتی گنج میں رہتے ہیں - فرض کیجئے کہ میرے بھائی ہی ہیں - مگر جس بیہودہ طریقے سے گھر کے اندر گھسے آتے تھے اس نے میرے دل میں ایک ہول سی پیدا کر دی ہے رات دن اسی پریشانی اور اُلجھن میں رہتی ہوں - ایک لمحہ کو بھی آنکھ نہیں لگتی - آپ ہی بتائیے کہ میں اس بارے میں کیا کروں -

میم صاحب: "کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے - پہرے والوں کو تاکید کر دیجئے کہ ہوشیار رہیں اور کسی کو ڈیوڑھی کے اندر قدم نہ رکھنے دیں اور کہیے تو میں اپنے صاحب سے ذکر کر کے پتہ لگاؤں کہ یہ کون شخص ہے اور حقیقت میں آپ کا عزیز ہے یا نہیں"

ننھی: "ضرور بس یہی میں چاہتی تھی - کیا کہوں کہ تنہا رہنے اور کسی مربی و خبرگیراں کے نہ ہونے سے میں کیسی آفتوں میں گھری رہتی ہوں اب آپ کے سامنے کیسے بے حیائی اختیار کروں - میں شادی جو نہیں کرتی تو ہر طرف سے مجھ پر یورشیں ہو رہی ہیں - پھر ان سے تمام آنے والوں اور خادماؤں کے بار بار پیام لانے اور طرح طرح کی سازشیں کرنے اور آخر اُن سب کی آمد و رفت بند کر دینے اور ان سب کو ایسی تحریکوں اور

سازشوں سے بالکل روک دینے اور ڈرانے دھمکانے کا تذکرہ کر کے کہا "انھیں آفتوں کو دیکھ کر میں نے سب سے ملنا جلنا ترک کر دیا اس پر لوگ طرح طرح کی تہمتیں لگانے اور بدنام کرنے لگے - اب میری یہ حالت ہو رہی ہے کہ ساری خدائی دشمن نظر آتی ہے اور اپنے سائے تک سے بھڑکتی ہوں"

میم صاحب: "تمھارے شادی سے نفرت کرنے اور اپنے گمشدہ منگیتر کے نام پر کنوارے بیٹھے رہنے کا سب حال مجھ سے لیڈی مکنتاش نے بیان کیا تھا اگرچہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تمھیں شادی سے کیوں ایسی نفرت ہے اور تمھارے منگیتر میں کون سی خوبی تھی کہ اب اپنی پسند کا کوئی دولھا ملتا ہی نہیں؟"

ننھی: "نہ مجھے یہ معلوم کہ اس میں کون سی خوبیاں تھیں اور نہ یہ جانتی ہوں کہ اس میں کیسی برائیاں تھیں - بغیر اس کے اچھے بُرے ہونے کے خیال کے میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس کی ہو چکی اور اس کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی مگر یہ ایسی بات ہے جو شائد آپ کی سمجھ میں نہ آئے گی کیونکہ آپ کے یہاں کے طریقے اور ہیں اور ہمارے یہاں کے اور - آپ کے یہاں لڑکیاں خود اپنے دولھا کو ڈھونڈھ نکالتی اور اپنی پسند سے شادی کرتی ہیں اور ہمارے یہاں لڑکیوں کو اُن کے ولی جس کے ساتھ چاہتے ہیں بیاہ دیتے ہیں - خیر ان باتوں کو چھوڑیئے اور یہ پتہ لگائیں کہ یہ کون شخص تھا اور کیوں آیا تھا اور ہو سکے تو اسے سمجھا دیا جائے کہ پھر میرے دروازے پر نہ آئے"

میم صاحب: "میں آج اپنے صاحب سے کہوں گی اور اُمید ہے کہ وہ ضرور اس کی کوشش کریں گے" اس کے بعد میم صاحب اپنا سبق پڑھ کے چلی گئیں اور شام کو معلوم ہوا کہ نبی اللہ صاحب پھر دروازے پر کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے

www.pdfbooksfree.pk

ساتھ سندیلے کے کئی گواہوں کو لایا ہوں۔ بیگم صاحب پردے کی آڑ میں کھڑی ہو کر ان سے دریافت کر لیں اور مجھے فوراً اندر آنے کی اجازت دیں تاکہ میں اپنی بہن کی صورت دیکھوں جن کے دیکھنے کا حد سے زیادہ اشتیاق ہے۔"

ننھی یہ سُن کر اور زیادہ گھبرائی اور ایک خادم کو چپکے سے بھیجا کہ لیڈی گف مین کو بلا لائے اور نبی اللہ کے پاس ایک پیش خدمت کی زبانی کہلا بھیجا کہ "مجھے نہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہی لینے کی۔ چچا جان مرحوم نے اپنے تمام عزیزوں سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ اسی کے مطابق میں بھی کسی عزیز سے نہیں ملتی اس لیے آپ واپس جائیں اور کبھی یہاں آنے کا ارادہ نہ کریں۔"

نبی اللہ۔ (کمال برہمی سے) "بیگم صاحب کو شرع کے خلاف کرنے کا حق کیا ہے وہ محرموں سے پردہ نہیں کر سکتیں۔ فرنگی محل سے استفتا دستخط کروا کے منگا لیں۔ اس کا جواب دیا گیا کہ بیشک محرموں کے سامنے آنا جائز ہے مگر فرض نہیں مجھے اختیار ہے کہ کسی کے سامنے چاہے آؤں چاہوں نہ آؤں۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی عزیز سے نہ ملوں گی

نبی اللہ۔ "یہ خوب کہی۔ اجی ان سے جا کے کہو کہ میں بھائی ہونے کی وجہ سے اُن کا ولی ہوں۔ مجھے حق ہے کہ ان کو جس طرح چاہوں رکھوں۔ میں اُن کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ ایک بالغ عورت کو بغیر کسی محرم کے رہنا حرام ہے۔ اس لئے مجھے اندر آنے کا حق حاصل ہے اور بے تکلف گھس پڑوں گا۔"

یہ جواب سُن کے ننھی تھر تھر کانپنے لگی اور دعا مانگنے لگی کہ خداوندا میم صاحب جلدی آجائیں۔ یہ شخص تو آبرو کا درپے معلوم ہوتا ہے اتنے میں نبی اللہ نے زبردستی اندر آنے کا قصد کیا مگر دربانوں نے پیچھے دھکیل کے ڈیوڑھی کے باہر

کر دیا اور نبی اللہ نے باہر کھڑے ہو کے چلّانا غل مچانا اور نوکروں سے لڑنا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر پاس پڑوس کے لوگ اور راہ گیر جمع ہو گئے۔ مجمع کو دیکھ کر نبی اللہ نے تلوار کھینچ لی۔ ڈیوڑھی کے ایک دربان نے قرابچہ سیدھا کیا کہ زیادہ ٹر پھس کی تو جھونک دوں گا۔ ہم پر تلوار اٹھانے چلے ہیں۔ جب تک اندر سے اجازت نہیں ملتی اگر چوکھٹ پر قدم رکھا تو اسی جگہ ڈھیر کر دوں گا۔"

یہ ہنگامہ مچا ہوا تھا کہ لیڈی گف مین آگئیں۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی تو حیران ششدر رہ گئیں اور نبی اللہ سے کہا "تم زبردستی گھر کے اندر گھس پڑو گے یہ بھی خبر ہے کہ یہ گھر اور گھر کی بیگم رزیڈنسی کی حمایت میں ہیں۔"

نبی اللہ۔ "کوئی اُن کا حامی ہو۔ مجھے نہیں روک سکتا۔ میں بھائی ہوں۔ محرم ہوں اور ولی ہوں۔ نہ وہ پردہ کر سکتی ہیں اور نہ میرے حکم سے باہر ہو سکتی ہیں اور مجھے اختیار ہے کہ جس طرح اور جہاں چاہوں رکھوں (عام مجمع کی طرف متوجہ ہو کر) بھلا کوئی جوان عورت اپنے محرم اور ولی سے الگ ہو کر یوں آزاد رہ سکتی ہے۔" یہ شرع کا مسئلہ اور دین کا معاملہ ہے شک ہو تو جا کے مولوی صاحب سے پوچھ لو۔ اس میں وزیر سلطنت ہوں تو کیا کر لیں گے اور بڑے صاحب (صاحب رزیڈنٹ) ہوں تو کیا بنا لیں گے؟ کسی کی مجال نہیں کہ مجھے اندر جانے سے روک سکے۔"

یہ تقریر سن کر میم صاحب اندر آئیں۔ یہاں دیکھا تو ننھی دروازے کے پاس کھڑی زار و قطار رو رہی ہے۔ میم صاحب کی صورت دیکھتے ہی جان میں جان آگئی اور کہنے لگی "خدا کے لئے میم صاحب میری آبرو بچائیے۔ میں نے آج تک کبھی نہ کسی بھائی کا نام سُنا نہ کسی عزیز کا۔ خدا جانے یہ کون ہے کہ زبردستی گھسا پڑتا ہے۔"

www.pdfbooksfree.pk

میم صاحب ۔" گھبراؤ نہیں ۔ غل مچاتا ہے تو مچانے دو اور میں دیکھو اسی وقت فیصلہ کئے دیتی ہوں" یہ کہتے ہی ننھی کو تسلی دیکر باہر نکلیں اور نبی اللہ سے کہا ۔" سنو نہ اس شور و غل مچانے سے کچھ ہوگا نہ مولوی صاحب سے فتویٰ لینے سے اگر تمھیں ولی ہونے کا دعویٰ ہے تو رزیڈنسی میں چل کے بڑے صاحب کے سامنے۔

نبی اللہ ۔ (اور زیادہ چیخ کر) "آپ رزیڈنٹ صاحب کا دین کے معاملوں میں کیا دخل؟ میری بہن ہے ۔ اس کے پاس جانے سے روکنے والے وہ کون ہوسکتے ہیں"

میم صاحب ۔" بیشک دین کی باتوں میں رزیڈنٹ صاحب کو دخل نہیں ۔ مگر اس کا کیا علاج کہ جن بیگم صاحب کو تم اپنی بہن بتلاتے ہو انہوں نے نہ تمھیں کبھی دیکھا نہ تمھارا نام سنا ۔ نہ انہوں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ دنیا میں اُن کا کوئی بھائی موجود ہے بغیر تحقیق کیے ایک انجان شخص کو کیسے اندر بلالیں؟"

نبی اللہ ۔" انجان ہونے سے کیا رشتہ جاتا رہتا ہے"

میم صاحب ۔" اس رشتہ کا ثبوت تو دو"

نبی اللہ ۔" جب وقت آئے گا ثبوت بھی دیدیں گے ۔ تین گواہ موجود ہیں ۔ ان سے پوچھ لو ۔ اور ثبوت لینے والی تم کون ہوتی ہو؟ تم کو میرے معاملہ میں بولنے کا حق نہیں ہے ۔ آئیں وہاں سے لہنگا ہلاتی ہوئی"

اس توہین آمیز جواب پر میم صاحب کو بڑا غصہ آیا ۔ وہ جھنجھلا ہی رہی تھیں کہ رزیڈنسی کی فوج کے دس باقاعدہ سپاہی سنگینیں لئے ہوئے آ گئے اور اس کا باعث یہ ہوا کہ میم صاحب نے آتے ہی نبی اللہ کو ہنگامہ مچاتے اور زبردستیاں

کرتے دیکھا تو ڈیوڑھی کے ایک آدمی کو اپنے شوہر کے پاس دوڑا دیا تھا ۔ انہوں نے فوراً ایک گارد بھیج دیا ۔

اس وقت یہاں ہزار ہا آدمیوں کا جماؤ تھا ۔ جن کے بیچ میں نبی اللہ کھڑا غل مچا رہا تھا ۔ اس نے جو گارد سے کے سپاہیوں کو دیکھا تو مجمع میں گھس کے بھاگا ۔ اور غائب ہوگیا ۔ سپاہیوں کے لئے مجمع کو ہٹا کے اس کا پیچھا کرنا دشوار تھا ۔ ہر طرف ڈھونڈھا مگر اس کا کہیں پتہ نہ لگا ۔

میدان صاف دیکھ کر میم صاحب اندر آئیں اور ننھی سے کہا" لو وہ بدمعاش بھاگ گیا ۔

ننھی ۔" اس وقت آپ کے سپاہیوں کو دیکھ کر بھاگ گیا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا تو میں کیا کروں گی ۔ اس وقت آپ نے گارد کو بلالیا ۔ یہ سپاہی ہر وقت یہاں رہنے سے رہے"

میم صاحب ۔" آپ اطمینان رکھیں ۔ یہ لوگ یہیں دروازے پر رہیں گے اور جب تک ضرورت ہے میں اُن کو آپ کی ڈیوڑھی ہی پر مقرر کرا دوں گی اور اس بدمعاش کا گھر تو معلوم ہی ہوگیا ہے میں آج ہی اس کو پکڑوا بلاؤں گی ۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں ۔ میں جاتی ہوں ۔ اسی وقت اسکی گرفتاری کا بندوبست کرونگی"

یہ کہہ کے میم صاحب باہر نکلیں اور ڈیوڑھی کے اُس آدمی کو جو نبی اللہ کا مکان دیکھ آیا تھا ساتھ لے کر رزیڈنسی کو واپس گئیں ۔

www.pdfbooksfree.pk

چودھواں باب

بدمعاش بنے ہوئے بھائی کا حشر

مسز گف مین نے جاتے ہی یہ واقعات اپنے شوہر سے بیان کئے اور ننھی کی ڈیوڑھی کے خادم کو اُن کے سامنے لیجا کے کھڑا کر دیا۔ انھیں اپنی بیوی کے ساتھ گستاخی کئے جانے پر بڑا غصہ آیا۔ اسی وقت اُٹھ کے رزیڈنٹ صاحب کے پاس گئے اور ساری سرگزشت بیان کر کے کہا "ننھی کپتان مکناٹش صاحب کی بیٹی ہے جس کو وہ ہماری حفاظت میں چھوڑ گئے ہیں اس پر کسی قسم کی زیادتی ہم گوارا نہیں کر سکتے اور پھر اس شریر آدمی نے جو نبی اللہ اپنا نام بتاتا ہے میری بیوی کی بھی توہین کی۔ ضرورت ہے کہ اسی وقت بلا کے گرفتار کر لیا جائے اور جو فوجی گارد ننھی کے وہاں بھیجا گیا ہے چند روز تک وہیں مقرر کر دیا جائے تاکہ پھر کبھی اس بدمعاش یا اس کے ساتھیوں کو ستانے کی جرأت نہ ہو۔"

رزیڈنٹ صاحب "گارد کے وہاں رہنے میں مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ اس لڑکی کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے اور مسز گف مین کے ساتھ جو گستاخی کی گئی وہ بھی ناقابل برداشت ہے مگر میں بغیر وزیر سلطنت سے مشورہ کئے اس کی گرفتاری مناسب

نہیں جانتا۔ وہ قرابت، مذہب اور دین کا نام لیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری دخل دہی سے عوام میں شورش پیدا ہو جائے۔ لہٰذا اس کے بارے میں جو کچھ کارروائی ہوگی سوچ سمجھ کے عمل میں لائی جائے گی۔"

گف مین "میرے نزدیک اسے بلوا کے اپنی حراست میں لے لینا چاہیئے۔ پہلے پتہ لگایا جائے کہ یہ کون ہے؟ اور مولوی عزیز اللہ مرحوم سے کیا قرابت رکھتا ہے پھر عالموں سے فتویٰ لیا جائے اور اسی کے مطابق کارروائی کی جائے۔"

رزیڈنٹ "اس میں مضائقہ نہیں۔ میں آج ہی محکمہ وزارت میں پرچہ و پیام بھیجتا ہوں اور جو کچھ کروں گا ان لوگوں کے مشورے سے کروں گا۔"

گف مین "اور میں جا کے چند سپاہیوں کو حکم دیتا ہوں کہ بغیر وردی کے ننھی کے ملازم کے ساتھ اس شخص کے گھر پر جائیں اور اسے جس طرح ممکن ہو اپنے ساتھ لے آئیں۔"

رزیڈنٹ "بہتر اسے بلوایئے۔ اور جیسے ہی آئے میرے پاس لے آیئے۔"

مسٹر گف مین نے اپنے مکان پر آ کے اسی وقت فوج کے دس سپاہیوں کو بلا کے ملازم کے ساتھ کر دیا اور کہا "جہاں یہ آدمی لے جائے جاؤ مگر وردی اتار کے جاؤ اور اگر وہ گھر پر نہ ملے تو اس کے قریب ہی ٹھہرے رہو اور جس وقت گھر میں آئے پکڑ لو۔"

یہ سب سیدھے یہاں سے مفتی گنج پہونچے۔ خدمتگار نے سب کو قریب ہی ایک جگہ کھڑا کر دیا اور دروازے پر جا کے آواز دی "نبن صاحب" اندر سے آواز آئی کہ نبن صاحب ابھی گھر پر نہیں آئے" یہ سن کر وہ دروازے کے پاس سے ہٹ آیا۔ اتفاقاً اُس مکان کے برابر والے مکان سے ایک صاحب نکلے ان سے پوچھا،

www.pdfbooksfree.pk

"نبنّ صاحب کس وقت آئیں گے" انہوں نے کہا مجھے کیا معلوم؟ "کہا" میں ایک ضروری کام کو اُن کے پاس آیا ہوں اور حکم ہے جب تک گھر میں آئیں یہیں ٹھہرا رہوں" پوچھا۔ کس نے بھیجا ہے؟ کہا ایک بیگم صاحب کا نوکر ہوں۔ اُنھیں نے بھیجا ہے پُوچھا "کیا بلایا ہے" جواب دیا "جی ہاں بلایا ہی ہے" پھر اُن سے دو چار باتیں دریافت کرنے کے بعد اس خادم نے پینے کو پانی مانگا۔ وہ صاحب کٹورے میں پانی لائے اور ساتھ ہی دو مونڈھے بھی اندر سے نکال لائے اور کہا "تو آپ کب تک کھڑے رہیں گے بیٹھ جائیے۔ دو گھڑی باتیں ہوں گی۔ اتنے میں نبنّ صاحب بھی آجائیں گے۔ اس کے بعد خادم بڑی دیر تک اُن صاحب سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ اور جب خوب اندھیرا ہو لیا تو نبنّ صاحب اس شان سے آئے کہ سر پر دوپٹہ لپیٹے ہوئے تھے اور پھر پھر کے پیچھے دیکھتے جاتے تھے دروازے کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ نوکر نے بڑھ کے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "مجھ سے دو باتیں کرتے جائیے"

نبنّ ۔ (رک کر) "آپ کون صاحب ہیں؟"

خادم ۔ مجھے منفی بیگم صاحب نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ناحق کو اس قدر شور و ہنگامہ مچایا۔ جب آپ بھائی ہیں تو پھر مجھے آپ سے پردہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بغیر اس کے کہ اچھی طرح تحقیق کر لیا جائے میں کیسے آپ کو اندر بلا لوں"

نبنّ ۔ "اور تمھیں میرا مکان کیسے معلوم ہوا؟"

خادم ۔ "جس وقت آپ میم صاحب سے اُلجھ رہے تھے اس وقت میں نے جن گواہوں کو آپ ساتھ لائے تھے ان میں سے ایک سے آپ کا پتہ پوچھ لیا تھا"

نبنّ ۔ "جی اڑ جائیے کسی اور کے سامنے جا کے۔ میں ایسے فریبوں میں نہیں آتا۔ ان

گواہوں میں سے کسی کو بھی میرا مکان نہیں معلوم۔ آپ کو کیسے بتا دیا؟"

خادم ۔ خیر کسی طرح مجھے آپ کا گھر ملا۔ مگر آپ کو چلنے میں کیا عذر ہے؟"

نبنّ ۔ "جانے کو تو وہاں روز جاؤں گا۔ اور اسے میں اپنا ہی گھر سمجھتا ہوں اس لئے کہ تمھاری بیگم صاحب میری اطاعت پر مجبور ہیں اور انھیں میرے حکم پر چلنا ہوگا لیکن تمھارے کہنے سے یا اُن کے بلانے سے ہرگز نہ جاؤں گا وہ میری تابعدار ہیں میں اُن کا تابعدار نہیں ہوں"

خادم ۔ "خیر وہ تابعدار ہوں یا آپ۔ میں تو بغیر آپ کو لئے نہ جاؤں گا"

نبنّ ۔ "زبردستی"؟

خادم ۔ "جس طرح آپ چلیں" اس جواب پر نبنّ نے بگڑ کے کہا میں تو یہاں کسی شخص میں اتنی طاقت نہیں دیکھتا کہ مجھے زبردستی لے جائے" اتنے میں وہ سب سپاہی بھی ایک ایک کر کے پہونچ گئے اور آہستہ آہستہ نبنّ کو اپنے حلقہ میں کر لیا پھر ان میں سے ایک نے کہا "کیا ہے کیا؟"

نبنّ ۔ "جی یہ مجھے زبردستی لے جائیں گے میں کوئی بچہ ہوں کہ مجھے گود میں اٹھا لے جائیں گے"

سپاہی ۔ "تو مضائقہ کیا ہے چلے جائیے" نبن نے اس پر نہایت طیش کے ساتھ کہا "جی میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ اُن سے کہہ دینا کہ کل صبح کو میں آؤں گا۔ اسی گھڑی میرے آنے کی کیا جلدی پڑی ہے اس وقت مجھے فرصت نہیں ہے"

سپاہی ۔ "تو اچھا ان کے پاس نہ جائیے مگر میرے ساتھ رزیڈنسی میں تو تشریف لے چلئے گا۔ اس لئے کہ حضور صاحب عالی شان نے آپ کو یاد کیا ہے۔ یہ الفاظ سنتے

www.pdfbooksfree.pk

ہی نبن صاحب کے چہرے کی رنگت اڑ گئی اور بولے" اب اس وقت تو میں اس قدر تھکا ہوا ہوں کہ دو قدم بھی نہ چلا جائے گا۔"

سپاہی :" ہمارے ساتھ دس اچھے موٹے تازے جوان موجود ہیں آپ سے نہ چلا گیا تو کنھیا چڑھا لیں گے"

نبن :" اچھا تو میں گھر کے اندر جا کے ذرا پانی پی لوں۔ آپ لوگ زبردستی ہی کر رہے ہیں تو مجبور ہوں۔ چلوں گا۔" سپاہی نے کہا مجھے حکم ہے کہ آپ کو جس حال میں پاؤں لے جا کے حاضر کر دوں۔ اندر جانے یا اپنی نظر سے ہٹنے کی اجازت تو ہم نہیں دے سکتے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہیں باہر پانی منگوا کے پی لیں" اب نبن نے حسرت کے لہجے میں کہا" کیا مجبوری اور بے بسی ہے" ان الفاظ پر وہ صاحب جو خادم کے لئے مونڈھے نکال لائے تھے قریب آئے اور کہا" آخر معلوم تو ہو کہ ان کا قصور کیا ہے؟ ان کو نہ رزیڈنٹ سے کوئی تعلق ہے اور نہ وہاں کے کسی آدمی سے، کسی اور کے دھوکے میں تو ان کو نہیں پکڑ لے جاتے ہو؟ بتاؤ تو سہی کہ انہوں نے کس کو بلایا ہے؟"

سپاہی :" نبی اللہ کو اور کس کو!" اس جواب پر وہ بڑی قہقہہ مار کے ہنسے اور کہا" تو جاؤ اپنا راستہ لو۔ یہاں کوئی نبی اللہ نہیں رہتے"

خادم :" (حیرت سے) اور ان کا نام کیا ہے؟"

پڑوسی :" ان کا نام نواب علی ہے اور نبن نبن مشہور ہیں۔ نبی اللہ نام کا کوئی شخص اس محلے بھر میں نہیں ہے"

خادم :" ان کا نام یہ ہو یا نہ ہو۔ مگر ہم کو انھیں لے جانے کا حکم ہے یہ خود وہاں اپنا نام نبی اللہ بتا آئے ہیں"

بہر حال سارے حلے والے خاموش ہو رہے اور خادم اور وہ دس سپاہی نبن صاحب کو اپنی حراست میں رزیڈنسی کے اندر لے آئے اور مسٹر گف نبن نے فوراً لے جا کر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے حاضر کر دیا۔ انہوں نے پوچھا تمھارا نام نبی اللہ ہے؟ اور تم ننھی کے بھائی ہو؟"

نبن :" جی ہاں مگر عام لوگ میرا یہ نام نہیں جانتے۔ سب مجھے نبن کہتے ہیں"

رزیڈنٹ :" تم کو معلوم ہے کہ ننھی سرکار عظمت مدار انگریزی کی حمایت میں رہتی ہے؟"

نبن :" جی ہاں سنا تو تھا"

رزیڈنٹ :" پھر تم ان کے دروازے پر کیوں گئے؟ یہاں کیوں نہ آئے؟"

نبن :" اپنی بہن سے ملنے میں مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی"

رزیڈنٹ :" تمھارے پاس اس کا ثبوت ہے کہ ننھی کے بھائی ہو"

نبن :" اب اس وقت تو میرے پاس کوئی ثبوت نہیں موجود ہے کل پرسوں ان گواہوں کو لا کے پیش کر دوں گا جو میرے رشتہ کو جانتے ہیں"

رزیڈنٹ :" ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے شور و غل اور شہد پن کی حرکتوں سے ننھی کو بہت پریشان کیا اور تمھاری حرکتیں شریف لوگوں کی سی نہیں ہیں۔ اور ہمارے مددگار کی میم صاحب کے ساتھ تم نے گستاخیاں کیں لہذا ہم تم کو اپنی حراست میں رکھیں گے۔ تم اپنے گواہوں کو بلوا کے پیش کر سکتے ہو۔ جب اس معاملے کی خوب تحقیقات کر لی جائے گی اور عالموں سے فتویٰ لے لیا جائے گا تو تم محکمہ وزارت کے سپرد کر دیے جاؤ گے کہ وہاں کی عدالت تمھارے مقدمہ کا فیصلہ کرے"

www.pdfbooksfree.pk

خادم ۔ حضور میں ننھی بیگم صاحبہ کا نوکر ہوں جب پہلے یہ آئے ہیں تو ان کے پیچھے پیچھے جا کر ان کا مکان دیکھ آیا تھا اور جب انہوں نے آج پھر آ کے اودھم مچایا تو میں گف میں صاحب کے حکم سے اُسی پتہ پر گیا اور ان کو زبردستی یہاں پکڑ لایا۔ میں جب پہونچا ہوں گھر پر نہ تھے۔ ان کے ایک پڑوسی سے ان کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا اصلی نام نواب علی ہے اور اپنے محلے میں نہایت شریر اور بدمعاش مشہور ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کو سندیلے سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان کے والد مفتی گنج کے قدیم رہنے والے ہیں جو اس وقت تک زندہ موجود ہیں اور بادشاہ علی اُن کا نام ہے۔"

رزیڈنٹ ۔ "اچھا اس کو بھی تحقیق کر لیا جائے گا جس شخص سے تم نے یہ باتیں سُنی ہیں اس کو بھی بلا لانا۔"

خادم کا بیان سُن کے نبن کے ہوش جاتے رہے اور مارے خوف کے کانپنے لگا مگر صاحب عالی شان نے مقدمے کو ایک ہفتہ کے لیے ملتوی کر دیا

دوسرے ہفتہ میں مقدمہ ہوا جس میں صاف کھل گیا کہ بھائی بننا صرف نبن کی بدمعاشی تھی اس نے ننھی کی ایک ملازمہ سے اس کے حسن و جمال اور اس کی دولت مندی کا حال سن کر ارادہ کیا کہ بھائی بن کر اس کے گھر میں رسائی پیدا کرے اور چند روز بعد مجبور کر کے اسے اپنی جورو بنا لے۔ پوری کارروائی فوراً محکمہ وزارت میں لکھ بھیجی گئی اور ہدایت کر دی گئی کہ ایسے بدمعاش کو سخت سزا دی جائے وزارت میں بہت سے ذی اثر امرا اور نواب زادے نبن کے سفارشی ہوئے مگر انگریزی رزیڈنٹ کے دباؤ سے یہ ممکن نہ تھا کہ مجرم سزا سے بچ سکے۔ آخر اسے پانچسال قید بامشقت کی سزا دی گئی اور ننھی کو اس کی بدمعاشیوں سے نجات ملی۔

مگر اس سے یہ برائی پیدا ہوئی کہ لوگ ننھی کے مکان کے پاس آتے ڈرتے تھے اور جتنی وہ شہر والوں سے بے تعلق تھی اس سے زیادہ الگ ہو گئی لیکن اپنے خیال کے مطابق اس سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ شادی کا پیام لانے والوں اور نکاح کرنے والوں سے بالکل نجات مل گئی۔

پندرہواں باب

کپتان مکناٹش کی وفات

اس واقعے کو بھی چھ سات مہینے گزر گئے وہ انگریزی گارد جو ڈیوڑھی پر مقرر ہو گیا تھا۔ اٹھا لیا گیا۔ اب ننھی پھر اطمینان سے ہے مگر اس کی ساری دل چسپی مسز گفمین اور چند انگریزنوں کی وجہ سے ہے جو اس کے یہاں آتی جاتی رہتی ہیں اور ان کی خلوص کی باتوں اور علمی مذاق کی بحثوں میں اس قدر دل لگ گیا ہے کہ کبھی کسی ہندوستانی خاندان والوں سے ملنے کا اسے خیال بھی نہیں آتا۔ پیش خدمتیں اور دوسری ملازم عورتیں گھر میں ہیں مگر ان کو وہ کبھی منہ نہیں لگاتی وہ فقط اپنی خدمت بجا لاتی ہیں یہ ممکن نہیں

www.pdfbooksfree.pk

کہ اس سے بے تکلف ہو سکیں ان باتوں نے شہر میں سب کو یقین دلا دیا کہ ننھی نے انگریزوں کی صحبت میں اپنا مذہب بدل دیا۔

گونگی ماما دھنو کو اب بجز گھر میں بیٹھے رہنے کے کوئی کام نہ پڑتا تھا اس کے حال پر ننھی سب سے زیادہ مہربان تھی اس لئے کہ اس نے بچپن سے پالا تھا اور دنیا میں سب سے پرانی رفیق تھی لیکن گونگے بہرے ہونے کے باعث اس کو نہ کسی معاملے کی خبر ہوتی اور نہ کسی قسم کے اتفاق یا اختلاف سے اس کو تعلق ہے اس زمانے میں یکایک وہ پیچش کے عارضے میں مبتلا ہو کے مر گئی اور ننھی کو اس کے مرنے کا بے انتہا افسوس ہوا۔

ایک دن اکیلی بیٹھی منغلانی سے کوئی کپڑا سلوا رہی تھی کہ یکایک مسز گف میں آئیں اور کرسی پر خاموش بیٹھ گئیں۔ ننھی نے فوراً منغلانی کو رخصت کر دیا اور لیڈی صاحبہ سے کہنے لگی "کیوں میم صاحب، آج آپ خاموش کیوں ہیں؟"

میم صاحب: "کیا کہوں ایک بہت ہی افسوسناک خبر لائی ہوں مگر اس میں آپ کے لیے خوش ہونے کا موقع بھی ہے" ننھی نے گھبرا کے ان کی صورت دیکھی اور کہنے لگی "میرے لئے افسوس کی کیا خبر ہو سکتی ہے لیڈی مکناٹن صاحب تو خیریت سے ہیں؟"

میم صاحب: "وہ تو خیریت سے ہیں مگر کپتان مکناٹن دنیا سے رخصت ہو گئے" اتنا سنتے ہی ننھی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دیر تک آہ و زاری کرتی رہی پھر آنسو پونچھ کے بولی "افسوس دنیا میں میرے وہی ایک تھے۔ انھیں کے سہارے پر میں عزت و آبرو سے بیٹھی تھی اور انھیں کے صدقے میں میرے پاس اتنا کچھ ہے کہ ان کے بعد بھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے گا۔ وہ میرے ساتھ ایسا کر گئے ہیں کہ اب یہ تنخواہ بند ہونے

پر بھی آبرو کے ساتھ بسر کرے جاؤنگی۔ معلوم نہیں میری ماما جان کا کیا حال ہوا ان کو اس کے بعد زندگی دشوار ہو جائے گی اور اب چاہے کوئی برا کہے یا بھلا میں یا تو انھیں یہاں بلا لونگی یا خود ان کے پاس کلکتہ میں جا کے بیٹھوں گی"۔

میم صاحب: "دونوں باتیں مشکل ہیں نہ وہ یہاں آئیں گی نہ آپ ان کے پاس کلکتہ جائیں گی۔ ابھی آپ کو اصلی واقعات کی خبر نہیں ہے اور نہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس میں خوشی کی آپ کے لیے کیا بات ہے؟"

ننھی: "آپ میری تسلی کے لئے کوئی بات بتا دیں گی بھلا یا ماجان کی وفات میرے لئے خوشی کی کون سی بات ہو سکتی ہے"

میم صاحب۔ سنیئے کپتان مکناٹش نے دو مہینے ہوئے یکایک انتقال کیا رات کو سوئے اور صبح کو اٹھے تو وہ مردہ تھے کوئی کہتا ہے کسی نے زہر دیا کوئی مشہور کرتا ہے کہ خود زہر کھایا۔ مگر یہ سب غلط ہے ڈاکٹر نے بہت غور سے دیکھنے کے بعد رائے قائم کی کہ قلب کی حرکت موقوف ہو گئی۔ آٹھویں دن معمول کے مطابق ان کا وصیت نامہ مجمع عام میں گورنر جنرل بہادر کے سامنے کھولا گیا اور پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس پانچ لاکھ پونڈ یعنی پچاس لاکھ روپیہ تھا جس میں سے ایک لاکھ پونڈ گورنمنٹ کے خزانے میں محفوظ ہیں اور چار لاکھ پونڈ الیسٹ انڈیا کمپنی اور متعدد کان کنی کی کمپنیوں کے حصوں میں لگے ہوئے ہیں جن سے بیس پچیس ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہوتی ہے۔ اور سب کو سناٹا ہو گیا جب سنا کہ اس ساری دولت کا وارث انہوں نے آپ کو بنایا ہے"

ننھی۔ (حیرت سے) "اور اپنی میم صاحب کو کچھ نہیں دیا؟"

www.pdfbooksfree.pk

میم صاحب ۔ ان کی نسبت وصیت نامے میں لکھا ہے کہ اپنی زندگی بھر اس دولت کی مہتمم وہی رہیں گی۔ آمدنی میں سے پانچ ہزار روپیہ اپنے خرچ کے واسطے خود لے لیا کریں گی اور باقی ننھی کے پاس پہونچا دیں گی۔ لیڈی صاحب کے بعد ساری جائیداد اور کل آمدنی ننھی کے قبضے میں ہو گی۔ لندن میں ان کے چند مکانات بھی ہیں جن کو وہ اپنے ایک بھتیجے کو دے گئے ہیں۔"

ننھی ۔ مجھ کو انہوں نے اپنی بیٹی بنایا تھا مگر بیٹی کے ساتھ بھی کسی نے وہ سلوک نہ کیا ہو گا جو انہوں نے میرے ساتھ کیا!"

میم صاحب ۔" وہ اپنے وصیت نامے میں یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ ننھی کو اپنی شادی کے بارے میں پورا اختیار ہے جب تک چاہے یونہیں کنواری بیٹھی رہے اور جب چاہے کسی کے ساتھ شادی کرے۔"

ننھی ۔" اور کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ماما جان کے ساتھ رہوں؟"

میم صاحب ۔" یہ دشوار ہے لیڈی مکنتاش کا ارادہ ہے کہ اس سب جائیداد کو گورنمنٹ کے عہدہ داروں کے ہاتھ میں دے کر انگلستان چلی جائیں اور اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کریں جو زندہ موجود ہیں۔"

ننھی ۔" کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں بھی ان کے ساتھ ولایت چلی جاؤں؟"

میم صاحب ۔" ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے مگر شاید یہ آپ کے لئے مناسب نہ ہو گا۔ اپنی قوم اور اپنے مذہب والوں میں آپ بدنام ہونگی اور اپنا کوئی ہم مذہب اور ہم قوم نہ ملنے کی وجہ سے آپ کا وہاں دل نہ لگے گا اور جو مذہبی احتیاطیں آپ یہاں کرتی ہیں وہاں کر بھی نہ سکیں گی۔"

ان باتوں کے بعد میم صاحب نے لیڈی مکنتاش کا خط نکال کے ننھی کو دیا اور کہا" ان کا ایک تفصیلی خط رزیڈنٹ صاحب کے نام آیا ہے اسی کے ساتھ انہوں نے یہ خط آپ کو بھیجا ہے۔" ننھی نے لفافہ چاک کر کے خط کو پڑھا اور دیر تک ایک ایسے سناٹے میں رہنے کے بعد بولی" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ لیڈی صاحبہ انگلستان جانے کا مصمم ارادہ ظاہر فرماتی ہیں اچھا تو میں اسی وقت ایک خط لکھ کے آپ کو دیتی ہوں۔ جس قدر جلد ہو سکے اس کو اُن کے پاس پہونچا دیجئے۔ میم صاحبہ نے وعدہ کیا اور ننھی نے جلد جلد یہ خط لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔

معظمہ محترمہ ماما جان صاحب۔ فدویانہ تسلیم۔ پاپا جان کی وفات کا حال سُن کر کلیجہ پھٹ گیا اور ایسا زخم دل کو لگا کہ اس کی تکلیف ظاہر کرنے کی قوت نہ زبان میں ہے نہ قلم میں جی چاہتا تھا کہ اب ہم دونوں ایک ساتھ رہتے یا آپ میرے پاس چلی آتیں یا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتی مگر ساتھ ہی یہ جگر خراش خبر سُنی کہ آپ مجھے یکہ و تنہا اور بے مرتی و مددگار چھوڑ کے انگلستان چلی جانے والی ہیں پاپا جان کی ابدی جُدائی سے زیادہ تکلیف مجھے آپ کے قدموں سے جُدا ہونے کی ہو گی۔

پاپا جان مرحوم اپنی ساری دولت مجھے دے گئے ہیں اور آپ کو اس کا منتظم کر گئے ہیں اس میں ان کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں اور آپ ساتھ رہیں۔ آپ اس دولت کی اور خود میری ذات کی مالک و نگراں رہیں آپ کے چلے جانے میں مرحوم کی وصیت پوری نہ ہو سکے گی اور اسی خیال سے میں عرض کرتی ہوں کہ اس دولت کو میں اسی حال میں قبول کر سکتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہیں اور میری مدد کرتی رہیں۔ اگر آپ کو پسند نہیں فرماتیں تو میں بھی اس دولت کو جو آپ کے محترم شوہر کی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

نہ لونگی ان کی وصیت پر تین ہی صورتوں میں عمل ہو سکتا ہے یا آپ یہاں تشریف لائیں یا مجھے وہاں کلکتہ میں بلالیں یا مجھ کو اپنے ہمراہ انگلستان لے چلیں۔"

آپ کی لونڈی ننھی

میم صاحب یہ خط لے کر اور ننھی کو تسلّی دے کر واپس گئیں اور ننھی کی یہ حالت تھی کہ اپنی تنہائی و بے کسی اور بدقسمتی پر شب و روز آنسو بہایا کرتی تیسرے روز رزیڈنسی کی جانب سے اس کو کیپٹن کمنتاش کے وصیت نامے اور ان کی بیوہ بیوی کے ارادے کی باقاعدہ طریقے پر اطلاع دی گئی۔

اسی فکر و تردد میں تین چار مہینے گزر گئے ہوں گے کہ کلکتہ سے لیڈی کمنتاش کا خط آیا جس میں انہوں نے ظاہر کیا کہ میری بھی یہی خوشی تھی کہ تمہارے ساتھ رہتی مگر والد کے اصرار سے مجبور ہو جانا پڑا میرے شوہر جو پانچ ہزار روپیہ ماہوار مجھے دے گئے ہیں وہ بھی دراصل تمہارے ہیں اور میرے مرنے کے بعد از روئے وصیت تو وہ تمہارے ہی ہو جائیں گے تم اگر چاہو تو اسی وقت لے سکتی ہو میرے پاس کافی مقدار میں نقد سرمایہ موجود ہے اور میرے والد اور بھائی خوش حال ہیں لہذا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں نے سرکاری طور پر جو تحصیل وصول کا انتظام کر دیا ہے۔ کافی ہے اس کے لئے میرے یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں میں نے اب ہدایت کر دی ہے کہ جو پانچ ہزار مجھے بھیجے جائیں گے تم سے منظوری لے کر اور تمہاری رضامندی سے روانہ کئے جایا کریں۔ اب اس کا جواب تم رزیڈنسی کے ذریعہ انگلستان بھیجنا اس لئے کہ آج کے پندرہویں روز میں یہاں سے جہاز پر روانہ ہو جاؤں گی اب زندگی میں میری یہی تمنا رہے گی کہ تمہاری شادی کی خوشخبری سنوں۔"

یہ خط پڑھ کے ننھی اپنی بدقسمتی و بیکسی پر پھوٹ پھوٹ کے روئی اور آخر صبر کر کے بیٹھ رہی لیکن باوجود ان فکروں اور تنہائی کی مصیبتوں کے وہ بہت بڑی دولت مند تھی۔ کسی بڑی ریاست کے برابر اس کی آمدنی تھی اگر اس کو سچی مسرّت حاصل ہوتی تو اس کی ڈیوڑھی لکھنؤ میں ایک بڑی سرکار ہوتی۔

یہ کہہ کر طاہرہ بیگم نے کہا "باجی آپ نے یہ سرگزشت سنی؟

امی جانؔ ۔" ہاں بہن سنی کہانی تم نے بہت اچھی سنائی مگر یہ نہ کھلا کہ آپ کو اس سے کیا تعلق ہے؟"

طاہرہ ۔" وہ بدنصیب ننھی میں ہی ہوں میں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ لڑکی اگرچہ ننھی کے لقب سے مشہور تھی مگر اس کا اصلی نام طاہرہ تھا۔"

امی جانؔ ۔(حیرت سے) "یہ سب آپ کی سرگزشت تھی آپ کی باتیں ایسے مزے کی تھیں کہ اس طرف میرا خیال ہی نہیں گیا آپ اپنے کو بدنصیب کہتی ہیں میں تو سمجھتی ہوں کہ ایسی خوش نصیب عورت لکھنؤ بھر میں نہ ہوگی اور اگر کوئی بدنصیبی ہے تو اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے آپ کسی پڑھے لکھے اور شریف لڑکے سے شادی کر لیتیں تو سارے مصیبت دور ہو جاتی۔"

طاہرہ ۔" آپ کے نزدیک مصیبت دور ہو جاتی اور میرے نزدیک بڑھ جاتی جس وقت چچا جان اور ان کی بیوی نے انتقال کیا ہے اس وقت میرا خیال یہ تھا کہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ نامزد ہو چکی۔ وہ چاہیں مجھ سے نفرت کریں یا مجھے چھوڑ دیں میں انھیں کے لئے ہوں اور انھیں کے نام پر جب تک جیتی ہوں کنواری بیٹھی رہوں گی اب انگریزوں کی حالت دیکھتے دیکھتے اُن کے طور و طریق اور اپنی انگریزی و عربی تعلیم

www.pdfbooksfree.pk

کا اندازہ کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ ہندوستان کے کسی لڑکے کے ساتھ میرا نباہ نہ ہوسکے گا وہ اپنے رواج کے مطابق مجھے اپنی لونڈی بنانا چاہے گا میری دولت سے رئیس بنے گا اور مجھی کو ذلیل کرے گا جب یہ باتیں خیال میں آتی ہیں تو دل ہی دل میں کانپ جاتی اور شادی کے نام سے پناہ مانگنے لگتی ہوں۔"

امی جانؔ ۔ "خدا کرے تمھارے دولھا دلی اللہ آجائیں اور یہ ساری مشکلیں دُور ہو جائیں۔"

طاہرہؔ ۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) "وہ آچکے۔ ایسے سفر پہ گئے ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم کہ زندہ ہیں یا نہیں۔ اور آئے بھی تو کیا ہوگا۔ میری صورت سے انھیں نفرت ہے میری ہی مخالفت میں ماں باپ گھر بار سب تج دیا تو اب کیسے موافق ہو جائیں گے"

امی جانؔ ۔ "میں سمجھتی ہوں کہ وہ سفر کی مصیبتیں اُٹھا کر اپنی حرکت پر پچھتاتے ہونگے اور اب انھیں شادی سے انکار نہ ہوگا۔"

طاہرہؔ "اول تو ان کا آنا ہی شیخ چلی کا منصوبہ ہے لیکن اگر آئیں اور شادی کرنا بھی چاہیں تو میرا جی چاہتا ہے کہ اب انکار کر دوں"

امی جانؔ ۔ "بہن تم بھی بڑی ضدن معلوم ہوتی ہو اگر وہ تمھارے شوق میں تمنا اور آرزو کے ساتھ گھر واپس آئے اور شادی کا پیام دیا تو تمھیں تامل کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟"

طاہرہؔ ۔ (مسکرا کے) "یہ کہ جس طرح انہوں نے مجھے ستایا اور برسوں تڑپایا ہے۔ چند روز میں بھی انھیں تڑپا لوں۔"

امی جانؔ ۔ (ہنس کر) "تو ضد کے ساتھ تم دل کی بھی بڑی مضبوط ہو۔"

ان باتوں میں شام ہوگئی تھی۔ امی جان نے کہا "اب مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔ اتنی دیر یہاں رہنے سے خدا جانے کیا آفت اُٹھ کھڑی ہوئی ہو۔ لڑکے ہیں اور اُن کے باوا بدمزاج۔"

طاہرہؔ ۔ "میری تو تمنا تھی کہ آج آپ ٹھہر جائیں۔ مجھے کسی مسلمان شریف بیوی سے ملنے جلنے کا بہت کم اتفاق ہوا ہے آج آپ سے مل کے بہت خوش ہوئی اور جی چاہتا ہے کہ دو چار روز آپ ہی کے ساتھ اُٹھ بیٹھ کے اور ہنس بول کے بسر کروں۔"

امی جانؔ ۔ "اب تو راستہ کھل گیا اور آپ نے مجھے آنے کی اجازت دے دی ہے پھر آؤں گی اور اب کے آؤں گی تو وعدہ کرتی ہوں کہ دو چار روز کا بندوبست کر کے آؤں گی۔"

والدہ کے اصرار پہ طاہرہؔ نے ڈولی منگوائی۔ دروازے تک آ کے انھیں گلے مل کے رخصت کیا اور جب ڈولی میں بیٹھ لیں تو کہا "مگر باجی چھوٹے رسالدار کو میرے پاس آنے سے نہ روکیے گا۔ اب اکیلے اسی بچے کے دم سے میرا دل بہلتا ہے اور اسی کے سبب سے میں نے آپ سے راہ و رسم پیدا کیا اور ہمیشہ آپ سے مل کر آپ کی صورت دیکھ کے مجھے خوشی ہوگی" امی جان نے وعدہ کیا کہ مجھے ہمیشہ آنے دیں گی اور کہنے لگیں "آپ اسے اچھی راہ لگاتی اور اچھی تعلیم دیتی ہیں اس کی خوش نصیبی ہے کہ خدا نے آپ کو اس کے حال پہ مہربان کر دیا مگر (ہنس کے) اپنا سا نہ بنا دیجئے گا کہ دنیا بھر سے نفرت ہو جائے اور اپنے سائے تک سے بھڑکنے لگے۔"

طاہرہؔ ۔ "نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ ان کی وجہ سے خود میری وہ وحشت اور

www.pdfbooksfree.pk

بھڑک دور ہو جائے گی۔"

اس کے بعد امی جان خدا حافظ کہہ کے چلی گئیں اور اُن کے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں بھی اپنے گھر میں آ گیا۔

سولھواں باب۔

بچھڑے مل جاتے ہیں جب فضلِ خدا ہوتا ہے۔

والدہ اور طاہرہ بیگم کی ملاقات سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ آزادی کے ساتھ اُن کے وہاں آنے جانے لگا۔ اکثر صبح سے شام تک انھیں کے پاس بیٹھا رہتا وہ مجھے لکھاتی پڑھاتیں۔ ہر بات میں تنبیہ و تادیب کرتیں صاف ستھرا رکھتیں۔ چار چار پانچ پانچ بار منہ دھلواتیں اور کپڑوں میں کوئی ذرا سا بھی میل کا دھبہ دیکھ لیتیں تو بے دھلوائے چین نہ لیتیں۔ وہ مجھے انگریزی بھی پڑھا دیتیں مگر محض اس خیال سے کہ میرے والد اور والدہ کے خلاف ہوگا ادھر توجہ نہ کی اگرچہ میں چاہتا تھا کہ انگریزی بھی سیکھوں مگر انھوں نے قبول نہ کیا اور کہا اپنی اماں سے پوچھ آؤ اگر وہ اجازت دیں تو میں پڑھا دوں گی۔ میں نے امی جان سے لاکھ اصرار کیا مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور میں انگریزی سے جاہل رہ گیا۔

والدہ بھی ہر مہینے میں دو چار بار آ کے طاہرہ بیگم سے مل جائیں اور کبھی اُن

کا اصرار ہوتا تو چار پانچ روز یہیں رہتیں اور میری تعلیم و تربیت کو دیکھ کے حیران ہو جاتیں اکثر طاہرہ بیگم سے کہتیں "بہن تم نے کیا جادو کر دیا کہ یہاں اتنے سیدھے رہتے۔ بڑے نیک بخت اور سعادت مند معلوم ہوتے اور تمھاری اشاروں پر چلتے ہیں وہاں تو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ دم بھر میں سارا گھر پناہ مانگنے لگتا ہے۔"

غرض مجھے جو کچھ آیا سب طاہرہ بیگم کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور دو تین برس میں جب میں بڑا ہوا تو ان کے بہت سے کام کرنے لگا۔ معمولی چیزوں کے علاوہ قیمتی سامان اور کپڑا وغیرہ میں ہی خرید لاتا اور میں ہی حساب و کتاب لکھتا تھا ان کی آمدنی بیس ہزار روپے مہینے سے کم نہ تھی مگر ساری رقم کو وہ رزیڈنسی ہی کے خزانے میں جمع رکھتیں۔ ضرورت کے موافق ہر مہینے میں فقط پانچ ہزار روپے لے لیا کرتیں گھر کا خرچ انہوں نے بڑھایا نہ تھا اس لئے ایک ہی ہزار روپے مہینے میں بسر ہو جاتی۔ باقی رقم کو وہ خیرات میں صرف کر دیتیں۔ یہ خیرات ایسا راز بستہ تھی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ کبھی کسی لڑکی کی شادی کرا دیتیں۔ کبھی کسی یتیم بچے کی پرورش اور تعلیم کا انتظام کر دیتیں۔ ساٹھ ستر بیواؤں کو دس دس بارہ بارہ روپیہ وظیفہ دیتی تھیں۔ کئی مسجدوں کی خدمت اپنے ذمے لے لی تھی امام اور موذن دونوں کو تنخواہیں دیتیں میرے لئے بھی میوے اور طرح طرح کی مٹھائیاں تیار رکھتیں۔

اب مجھے ان کے یہاں آتے جاتے پانچ سال گزر گئے اتنی مدت ہو جانے کے بعد یکایک مجھے ان کے مزاج میں ایک بہت بڑا انقلاب نظر آیا۔ بدمزاجی بڑھ گئی۔ بات بات پر نوکروں سے بگڑتیں اور جب اکیلی بیٹھتیں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے

www.pdfbooksfree.pk

یہ حالت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی مگر کبھی کسی کے سامنے زبان سے نہ نکلا کہ اُن کے دل پر کیا صدمہ ہے میں نے یہ کیفیت والدہ سے بیان کی۔ انہوں نے آ کے لاکھ سر مارا مگر طاہرہ بیگم نے نہ بتانا تھا نہ بتایا۔

ایک دن میں اُن کے حکم سے اطلس کے چند طاقے خرید لایا تھا اور وہ انہیں اُلٹ پلٹ کے دیکھ رہی تھیں کہ حرمت دروازے کی طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور کہا "حضور ایک صاحب ڈیوڑھی میں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے سلام کہلا بھیجا ہے اور حضور کی خیریت پوچھتے ہیں"۔

طاہرہ "تم نے یہ نہ پوچھا کہ کون ہیں۔ کیا نام ہے اور کہاں سے آئے ہیں؟"

حرمت "اپنا نام ولی اللہ بتاتے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت کے بعد لکھنو میں آئے ہیں کسی بڑے دور کے سفر پر گئے ہوئے تھے"۔

یہ سنتے ہی طاہرہ بیگم کے چہرے پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ کچھ دیر تک دم بخود رہیں۔ پھر زبان سے نکلا "مگر وہ نہیں ہو سکتے۔ میرا شبہ ہی شبہ ہے۔ انھیں کیا پڑی تھی کہ پھر آ کے صورت دکھاتے" یہ کہہ کے حرمت کی طرف دیکھ کے بولیں "یہ تو بتاؤ کہ اُن کی صورت کیسی ہے اور کیا وضع قطع ہے؟"

حرمت "حضور گورے چٹے خوبصورت سے آدمی ہیں۔ لمبی ڈاڑھی ہے مونچھیں ندارد ہیں۔ بڑی سی پگڑی سر پر ہے۔ لمبا کرتا اور ٹخنوں سے اونچا اٹنگا تنگ مہری کا پائجامہ پہنے ہیں ایک ہاتھ میں سیدھی لمبی جریب ہے اور دوسرے میں تسبیح۔ کوئی کہے گا کہ ابھی ابھی حج کے چلے آتے ہیں" یہ حلیہ اور وضع سُن کر طاہرہ بیگم نے کہا "حرمت ذرا ڈیوڑھی کے پردے کو جا کے دیکھو کہ اس میں کوئی چھید ہے یا نہیں۔ شاید کہیں سے

سنچا کھچا ہو کر میں جھانک کے اُن کی صورت دیکھ سکوں اور کسی کو نہ معلوم ہو"۔

حرمت "جی ہاں آپ دیکھ سکتی ہیں۔ کیا مجال کہ باہر والوں میں سے کسی کو اس کا گمان بھی ہو" یہ سنتے ہی طاہرہ بیگم پردے کے پاس گئیں اور دیر تک جھانک کے دیکھتی رہیں ان کی یہ حرکت مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی اور اُن کی جو شرافت اور پاک دامنی کی وضع ہمیشہ دیکھتا رہا تھا اس کے یہ بالکل خلاف نظر آیا۔ میں دل ہی دل اُن کی اس بیباکی پر افسوس کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا "بیٹا، تم ابھی جا کے اسی وقت اپنی امی جان کو بلا لاؤ۔ کہنا فوراً سوار ہو کے چلی آئیں مجھے ان سے ایک بہت ہی ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے"۔

میں تو امی جان کے لانے کو اپنے گھر میں چلا آیا۔ اور طاہرہ بیگم نے اُسی وقت مغلانی کے پاندان سے گلوریاں بنا کے خاصدان میں رکھیں اور ایک شیشے کی تھالی میں ڈلیاں اور الائچیاں اور عطر کی شیشی رکھی اور اُن کو حرمت کے ہاتھ باہر بھیج دیا۔ میں دس بارہ منٹ میں امی جان کو لے کے پہونچا تو طاہرہ بیگم نے اُن سے کہا "آپ نے بڑا احسان کیا کہ میرے بلانے پر اسی وقت چلی آئیں پھر بولیں" آپ میری ساری رام کہانی سُن چکی ہیں وہ ولی اللہ جو بے وفائی کر کے چلے گئے تھے آج دس بارہ برس کے بعد واپس آئے ہیں میں ایسی گھبرا گئی ہوں کہ کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا آپ بتائیے کہ کیا کروں اور ان سے کیونکر ملوں؟"

امی جان "مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کے دولھا آ گئے اور گھر آباد ہوا"۔

طاہرہ "اس کا تو خیال بھی نہ کیجئے خدا جانے وہ کس غرض سے آئے ہیں اور جو شخص میرا اس قدر مخالف ہو آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ اب میرے موافق ہو گیا ہوگا یہ تو بتائیے

www.pdfbooksfree.pk

کر میں اُن سے کیونکر گفتگو کروں۔ کسی ماما کے ذریعے سے باتیں کرتی ہوں تو وہ اپنی بے عزتی خیال کریں گے خود سامنے بلانے کی جرأت نہیں ہوتی اور جس صورت سے انھیں اتنی نفرت تھی کہ اُس کی وجہ سے ماں باپ تک چھوڑ دیا بھلا انھیں کیونکر دکھاؤں؟"

امی جان "۔ میں تو جانتی ہوں کہ اب وہ آپ کے خلاف نہیں ہیں خلاف ہوتے تو آتے ہی کیوں۔ اچھا دیکھیے میں ان سے گفتگو کرتی ہوں"

طاہرہ "۔ بس بس میں یہی چاہتی تھی خود مجھے ان سے بات نہ کی جائے گی"۔ یہ کہہ کے حرمت کو بھیجا کہ ڈیوڑھی میں جتنے آدمی ہیں سب کو باہر کر دو۔ اکیلے وہی رہ جائیں گے جو آئے ہیں۔

سب لوگ ہٹ گئے امی جان اور طاہرہ بیگم پردے کے پاس آئیں اور امی جان نے پکار کے کہا، آداب عرض ہے جواب میں آواز آئی ..... "وعلیکم السلام" اور ساتھ ہی انہوں نے پوچھا "یہ مجھ سے خود طاہرہ بیگم صاحبہ سے صاحب سلامت ہوئی یا کسی اور بیوی سے؟"

امی جان "۔ میں اُن کی ایک خادمہ ہوں مگر وہ بھی پاس کھڑی آپ کی باتیں سن رہی ہیں پہلے یہ فرمائیے کہ آپ وہی ولی اللہ ہیں جن کو ان کی صورت سے نفرت تھی اور اُن کے سبب سے ماں باپ تک کو چھوڑ دیا؟"

ولی اللہ "۔ جی ہاں میں وہی شامت زدہ ولی اللہ ہوں۔ آج ہی لکھنؤ میں پہونچا اور سیدھا اپنے قدیم مکان پر گیا اس میں کوئی اور صاحب رہتے ہیں ان سے یہاں کا پتہ معلوم ہوا اور لوگوں سے پوچھتا ہوا یہاں آیا۔ پہلے یہ بتائیے کہ میرے

والد مولوی عزیز اللہ اور میری والدہ کہاں ہیں؟"

امی جان "۔ "آپ ان کے کلیجے کو ایسا داغ نہیں دے گئے تھے کہ اس صدمے کو وہ برداشت کر سکتے۔ پہلے آپ کی تلاش میں ہر طرف مارے مارے پھرے اور جب کسی طرح پتہ نہ لگا تو آپ کے جانے کے پندرہ دن کے اندر ہی آگے پیچھے دونوں نے انتقال کیا۔ پہلے آپ کی والدہ دنیا سے رخصت ہوئیں پھر آپ کے والد اسی کوفت میں چل بسے" یہ سنتے ہی ولی اللہ زار و قطار رونے لگے اور دیر کے بعد آنسو پونچھ کے کہا "واقعی میں بڑا بدقسمت اور گنہگار ہوں اپنی احمقانہ بے پروائی سے میں نے ہی اُن کی جان لی۔ میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ انھیں میرے چلے جانے کا اس قدر صدمہ ہوگا میرا خیال تو یہ تھا کہ جب انہوں نے خود ہی مجھے گھر سے نکالا ہے تو ان کو میرے چلے جانے کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ افسوس وہ اس غم سے شہید ہوئے اور اُن کا قاتل میں ہوں پھر ان کی وفات کے بعد ننھی کا کیا حال ہوا؟"

امی جان "۔ "ننھی کو آپ کے والد کپتان نکتاش کی گود میں دے گئے تھے انہوں نے اپنی بیٹی بنالیا۔ اُن کے تمام مصارف کے متکفل ہو گئے۔ انھیں نے یہ مکان خرید کے اس میں انھیں رکھا جب تک یہاں رہے پھر یہاں سے جانے کے بعد جب تک کلکتہ میں قیام رہا انھیں پانسو روپیہ مہینے دیتے رہے اور جب انتقال کیا تو اپنی ساری دولت انھیں کو دے گئے"۔

ولی اللہ "۔ "الحمدللہ۔ خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔ غالباً کپتان صاحب نے کسی کے ساتھ ان کی شادی بھی کر دی ہوگی"

امی جان "۔ "کپتان صاحب اور ان کی میم صاحب نے اور سنکڑوں غیروں نے

www.pdfbooksfree.pk

لاکھ سر مارا مگر ننھی نے اس بات کو منظور نہ کیا۔" اس پر ولی اللہ نے حیرت سے پوچھا۔"کیوں؟" اور امی جان نے کہا "ان کی خوشی"۔

ولی اللہ :" افسوس! میں سمجھتا تھا کہ خدا کے یہاں ننھی کے بارے میں کوئی جواب دہی میرے ذمے نہ ہوگی مگر اُن کے آج تک کنوارے بیٹھے رہنے سے معلوم ہوا کہ اس کا ذمہ دار اور جواب دہ بھی میں ہی ہوں گا۔ خداوندا! میرا کیا حشر ہونا ہے۔ اور روز جزا میں تجھے کیا جواب دوں گا۔"

امی جان :" اپنی سرگزشت بیان کیجئے۔ جن لوگوں کو چھوڑ دیا تھا اُن سے تو آج بھی ویسی ہی نفرت ہوگی پھر بتائیے کہ کس چیز کا شوق آپ کو مکان لایا ہے۔"

ولی اللہ :" اس کو اس وقت بیان کروں گا جب ننھی کا سامنا ہوگا اور وہ میرے سامنے بیٹھ کر پوچھیں گی"

امی جان :" آپ تو ماشاءاللہ سے عالم و فاضل ہیں۔ کیا آپ کے فتوے سے وہ آپ کے سامنے آسکتی ہیں؟"

ولی اللہ :" اگرچہ میں پہلے اس کے بالکل خلاف تھا مگر اب میرے نزدیک ان کے میرے سامنے آنے میں مضائقہ نہیں" اس کے جواب میں امی جان خاموش تھیں مگر طاہرہ بیگم نے کان میں یہ سوال بتایا اور انہوں نے پوچھا کیوں شریعت بدل گئی یا آپ بدل گئے؟"

ولی اللہ :" شریعت کیوں بدلنے لگی تھی۔ مجھی کو بدلا ہوا سمجھئے"

امی جان ۔ (طاہرہ بیگم کے بتانے کے مطابق)" آپ تو مولانا محمد معین صاحب کے شاگرد اور پیرو ہیں۔ اس معاملہ میں آپ کو ان سے استفسار کرنے کے بعد

کچھ کہنا چاہیے"

ولی اللہ :" اب میں ان کا پیرو نہیں ہوں"

امی جان :" اسی مسئلہ میں یا اور باتوں میں بھی؟"

ولی اللہ ۔ (کچھ دیر غور کرکے)" بہت سی باتوں میں"

امی جان ۔ (طاہرہ بیگم کے بتانے سے)" ذرا اس کو صاف کرکے بتائیے کہ پہلے آپ کیوں اس کے خلاف تھے کہ ننھی آپ کے سامنے آئیں اور اب کیوں موافق ہیں کیا پہلے آپ اُن کے محرم نہ تھے اور اب ہو گئے؟"

ولی اللہ :" میں نے خاص حرم کعبہ میں تین سال تک علم حدیث پڑھا ہے اور بڑے بڑے فقہا کی بھی شاگردی کی اور اس علم سے مجھ پر بخوبی آشکارا ہو گیا کہ میں ننھی کا محرم نہیں ہوں اس لئے کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہیں۔ اس وقت میں ان سے عقد کرنے کے بالکل خلاف تھا اور اب اس کے خلاف نہیں ہوں۔ بلکہ اگر وہ منظور کریں تو نکاح کرنا چاہتا ہوں جائز ہے کیونکہ ہر مسلمان مرد جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اُس کی صورت عقد سے پہلے دیکھ سکتا ہے جیسا کہ فرمان حضرت رسالت سے صاف ظاہر ہوتا ہے"

امی جان ۔ (طاہرہ بیگم کے اشارے سے)" خیر اب آپ نے فتویٰ دیدیا تو طاہرہ بیگم کو آپ کے سامنے آنے میں عذر نہیں ہے"

اس گفتگو کے بعد امی جان ایک کھچی کے اندر چلی گئیں۔ طاہرہ بیگم بڑے دیوان خانے میں جا بیٹھیں اور ان کے اشارے سے بتولی خانم مغلانی اور نوبہار بیش خدمت ڈیوڑھی میں جا کے ولی اللہ کو اندر لے آئیں سامنا ہوتے ہی ولی اللہ نے

www.pdfbooksfree.pk

بے اختیار ارادہ کیا کہ مدت کی بچھڑی ہوئی بنت عم سے لپٹ جائیں۔ مگر طاہرہ بیگم نے روکا۔ اور کہا "بدحواس نہ ہو جائیے۔ مانا کہ آپ صورت دیکھ سکتے ہیں مگر ہاتھ لگانا اور مس کرنا حرام ہے۔"

ولی اللہ۔ "مگر بچپن سے ساتھ رہنے اور کھیلنے کودنے کے باعث ہم ایک دوسرے کے محرم سے زیادہ ہیں۔"

طاہرہ۔ "وہ رشتہ اور تعلق تو آپ کے سخت انکار اور گھر چھوڑ کے چلے جانے سے ٹوٹ گیا۔ آپ تو میری جان کے مالک تھے اور میں آپ کی لونڈی تھی۔ جس صورت میں نہ پردہ ہوتا ہے نہ حجاب لیکن وہ سب حقوق آپ نے کھو دیئے۔"

ولی اللہ۔ "بے شک میں گنہگار ہوں اور اپنی غلطی پر پچھتا رہا ہوں۔"

طاہرہ۔ "مگر میں پوچھتی ہوں کہ جس صورت سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ ماں باپ تک کا کہنا نہ مانا اور ان کی جان لینے کے درپے ہو گئے تھے۔ اب اس میں کون سی خوبیاں پیدا ہو گئیں کہ مہربانی کرنے کو تیار ہو گئے۔ میں وہی ننھی ہوں جس سے آپ سمجھتے تھے کہ کسی طرح نباہ نہ ہوگا جو آپ کے نزدیک کراہت ہو گئی تھی جس کے ساتھ نکاح جائز نہ تھا۔ اب مجھ میں کون سی نئی بات پیدا ہو گئی کہ آپ نکاح کرنے کو تیار ہیں؟ پہلے جا کے اپنے استاد مولانا سے تو پوچھ آئیے دیکھئے آپ کی طرح انہوں نے بھی اپنی رائے بدلی یا نہیں۔"

ولی اللہ۔ "ننھی مجھے زیادہ ذلیل نہ کرو اور یہ گزری باتیں یاد دلا کے مجھے خون کے آنسو نہ رلاؤ۔ اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ اب میں اس خیال پر نہیں ہوں اور اپنے کئے پر پچھتاتا ہوں مگر اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ضرور ہو گی

اپنے سفر کا مفصل حال بیان کروں گا تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ مجھ پر کیا اثر پڑا۔ اور میری رائے کیسے بدلی؟"

طاہرہ۔ "تو اپنے سفر کے حالات اسی وقت بیان کیجئے کہ میرے دل کو اطمینان ہو ورنہ اندیشہ میرے دل سے نہیں نکل سکتا کہ آپ کے ساتھ میرا نباہ ہوگا یا نہیں۔ آپ نے اپنی ضد نفرت اور اپنے طرز عمل سے مجھے اتنا ڈرایا ہے کہ آسانی سے دل صاف کر لوں۔"

ولی اللہ۔ "میں چاہتا تھا کہ جب اطمینان سے بیٹھوں تو اپنے حالات بیان کروں خیر اب تم کو اسی وقت بیان کرنے پر اصرار ہے تو سن لو۔ مگر یہ دکھڑا تھوڑا نہیں ہے۔ سنتے سنتے پریشان ہو جاؤ گی۔"

طاہرہ۔ "میں بجائے پریشان ہونے کے دل لگا کے سنوں گی اس لئے کہ اگرچہ آپ کو میری صورت سے نفرت ہے مگر مجھے نہیں۔ میں آج تک آپ کی ویسی ہی ساتھ کی کھیلی لونڈی ہوں جیسے پہلے تھی۔"

سترہواں باب

ولی اللہ کا سفر نامہ

طاہرہ بیگم کے اصرار پر جب ولی اللہ نے اپنے سفر کے حالات بیان کرنا

www.pdfbooksfree.pk

شروع کئے تو میں سننے کے شوق میں ان کے قریب ہی ایک پلنگ پر بیٹھ گیا اور انہوں نے کہنا شروع کیا۔

جب ابا جان نے اپنے گھر سے نکل جانے کو کہا تو مجھے بڑی غیرت معلوم ہوئی اور دل میں ٹھان لی کہ بغیر کسی سے مشورہ کئے یا کسی کو خبر بھی کئے جس حال میں بیٹھا ہوں اسی میں حج کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوں اور کپتان مکنتاش صاحب نے جو حالات بیان کئے تھے ان کی تحقیق کے خیال سے خشکی کا راستہ اختیار کروں تاکہ جن ملکوں سے میں گزروں وہاں کی معاشرت اور وہاں کے علما کے مسلک کو دیکھتا جاؤں۔

میرے پاس روپیہ پیسہ کچھ نہ تھا۔ کچھ دیر تو اس فکر نے پریشان رکھا۔ پھر یک بیک میرے خیال میں آیا کہ فقیر بن کے صحرا نورد درویشوں کی طرح سفر کروں بلکہ اگر کچھ سرمایہ پاس ہوا تو راہ میں ہر جگہ خطرے ہوں گے اور جہاں جاؤں گا لوٹا مارا جاؤں گا۔ چنانچہ اسی دن میں نے دلی کی راہ لی اور مسجدوں اور خانقاہوں میں ٹھہرتا ہوا چلا۔ لکھنؤ سے دو ہی منزل گیا تھا کہ پیسے کی ملتانی مٹی لے کر گیروا بھیس کیا جس وقت گھر سے نکلا ہوں ٹکا پاس نہ تھا۔ مگر دو ہی روز میں مسلمانوں کی ہمدردی اور فیاضی سے پیٹ بھر کر کھانا مل جانے کے علاوہ دو چار روپے بھی میرے پاس ہو گئے اور میں اس قابل تھا کہ سواری پر سفر کروں مگر اپنی درویشی کی وضع نباہنے کے لئے میں نے اس کو گوارہ نہ کیا اور جا بجا ٹھہرتا۔ اور پیدل سفر کرتا ہوا۔ دو مہینے میں دہلی پہونچا وہاں مولینا شاہ ولی اللہ صاحب اور مولینا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت سے فقہی مسائل اور شرعی معاملات اُن سے پوچھے اور

سب سے پہلی چیز جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا یہ تھی کہ ان بزرگوں کو کئی مسئلوں میں علمائے فرنگی محل کے خلاف پایا اور اس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ دہلی میں حدیث کی تعلیم کی طرف بہت توجہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں والے حدیث کے توغل میں اکثر فقہ کی کتابوں کی طرف سے بے پروا ہو جاتے ہیں برخلاف اس کے یہاں کے علما حدیث کی طرف سے اس درجہ بے پروا ہیں کہ فقہا کی پیروی میں حدیث کا لحاظ نہیں کرتے اور میں نے دونوں کو اپنے خیال میں دائرہ اعتدال سے خارج پایا اس لیے کہ اب میرے اعتقاد میں حدیث اور فقہ کو ساتھ ساتھ چلنا اور فقہ کو حدیث سے وابستہ رہنا چاہیے۔

دہلی میں دو مہینے ٹھہر کے میں مغرب کی طرف آگے بڑھا اور پنجاب میں پہنچا۔ وہاں سکھوں کا زور تھا اور شعائر اسلام تک کی بے حرمتی ہو رہی تھی۔ علماء مظلومی سے خاموش تھے۔ اور علانیہ اذان تک نہ دی جا سکتی تھی جس طرح بنا جلدی جلدی سفر کر کے افغانستان چلا گیا۔

میں مغرب کی نماز پڑھتا ہوں اور قبلہ اسی سمت میں ہے۔ لہذا میں نے گھر سے نکلتے ہی قبلے کی طرف رُخ کیا تھا اور تن بہ تقدیر چلا جاتا تھا ہر گاؤں سے باہر نکلتے وقت کسی مسجد کو دیکھ لیتا کہ اس کا رخ کدھر ہے اور جدھر رخ دیکھتا چل کھڑا ہوتا۔ اسی شان سے جاتے جاتے افغانستان پہونچا۔ وہاں نظر آیا کہ اگرچہ ساری آبادی مسلمان ہے مگر علم کا چرچا نہیں دو چار ملاؤں سے ملا تو نظر آیا کہ بجز دو ایک بزرگوں کے جو ہندوستان سے تعلیم پا گئے ہیں وہاں کے ملا اور مقتدا بھی بہت تھوڑی قابلیت کے لوگ ہیں سارا انہماک لڑائیوں اور

www.pdfbooksfree.pk

خونریزیوں میں ہے۔ احمد شاہ درّانی کے خاندان کا ہر لڑکا حکومت کا دعویدار ہے۔ اور عوام کا ایک گروہ اس کے ساتھ کٹنے مرنے کو تیار ہے ان جھگڑے فسادوں کو دیکھ کر وہاں میرا دل نہ لگا۔ کابل سے قبلہ رُخ چلا تو غزنی ہوتا ہوا دریائے ہلمند کے پار اُتر کے دو مہینے میں ہرات پہونچا۔

ہرات کے دیکھنے کا مجھے بڑا شوق تھا۔ اس لئے کہ میر زاہد ہروی کی درسی کتابوں نے مجھے ان کے وطن کا بیحد مشتاق بنا دیا تھا اور تاریخوں میں دیکھا تھا۔ کہ کسی زمانے میں سارے علاقۂ توران کا مستقر اور علم وفضل کا مرکز یہی شہر تھا۔ مگر ان دنوں وہاں بھی مجھے حکومت غیر منتظم اور علم کی سرد بازاری نظر آئی ایک ہی ہفتہ بعد دریائے سبزوار سے اتر کے خراسان میں داخل ہوگیا۔

اگرچہ میں قبلہ کے رُخ پر جا رہا تھا مگر شمال کی طرف اتنا ہٹتا ہوا تھا کہ جو جو آگے بڑھتا سمت قبلہ زیادہ جنوب میں ہوتی جاتی۔ ایران میں میں بالکل شمال و مغرب کے کونے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا۔ قافلوں کے راستوں اور مشہور شہروں کی سیر کے خیال سے مجھے اکثر دہنی بائیں طرف ہٹ جانا پڑتا۔ چنانچہ مشہد مقدس اور امام رضا علیہ الرحمۃ کی زیارت کے شوق میں شمال و مغرب کی راہ لینی پڑی اب میں اتنا خلیس بھی نہ تھا ہر جگہ لوگ میری ایسی قدر کرتے اور اس طرح مجھے آنکھوں پر بٹھاتے کہ اگر میں چاہتا تو بہت سی دولت جمع کر لیتا۔ مگر میں خود نقد رقم لینے کے خلاف تھا۔ کوئی ہزار دیتا۔ ہاں اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آجاتی تو البتہ مجھے لینے پر مجبور ہو جانا پڑتا اور ہمیشہ ایسے موقعوں پر خدا کسی اپنے بندے کو پیدا کر دیتا جو ہر طرح میرا کفیل ہو جاتا۔

بہر حال میں نے مشہد مقدس میں پہونچ کر حضرت امام علی رضا کی زیارت سے آنکھیں روشن کیں۔ طوس میں جا کر ہارون رشید کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور ایک ہفتہ سفر کر کے نیشاپور میں وارد ہوا۔ سوادِ خراسان میں داخل ہونے کے بعد میرے دل میں اس شہر کے دیکھنے کا بے حد شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ بلخ اور سارے اودھ پر اسی شہر کے ایک خاندان کی حکومت ہے عالی شان محلوں میں بڑے بڑے مرتبے والے نیشاپوری اُمرا آباد ہیں اس کے ساتھ یہ بھی معلوم تھا کہ چھٹی صدی تک یہ شہر اسلامی علوم دین کا سب سے بڑا مشرقی مرکز رہا تھا۔ مگر جا کے دیکھا تو بجز تباہی و بربادی کے کچھ نہ نظر آیا اور دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ تاتاریوں نے اس کو ایسا تباہ کیا تھا کہ پھر اس کے بعد سے آج تک پنپ نہ سکا۔

وہاں کے مدارس کے کھنڈروں پر آنسو بہا کے میں پھر شمال و مشرق کی طرف چلا اس لئے کہ ایران کے دارالسلطنت طہران کی سیر کی آرزو تھی۔ نیشاپور سے سیدھا مغرب کی طرف روانہ ہو کر ڈیڑھ ہفتہ میں مقام جاجرم میں پہونچا۔ یہ چھوٹا سا شہر ہے اور معمولی آبادی۔ وہاں سے دو ہفتہ کے سفر نے مجھے استر آباد میں داخل کیا جو غیر آباد مگر قدیم تاریخی شہر ہے چند روز یہاں قیام کر کے اور پہاڑوں کے اندر اندر دشت نوردی کر کے میں بحر قزوین کے کنارے شہر آئل میں پہونچا۔ جس کو علامہ بہاء الدین آملی کا وطن ہونے کا فخر حاصل ہے یہ شہر چونکہ بحر قزوین کی بندرگاہ ہے لہٰذا جہازوں کے ذریعے یہاں تاتاریوں اور روسیوں کی بہت آمد و رفت رہتی ہے کیا عجب کہ اگلے اہل فارس نے انھیں لوگوں کو دیو زاد تصوّر کر لیا ہو۔

آئل سے خچروں پر سوار ہو کر میں ڈیڑھ مہینے میں طہران پہونچا اس سفر

www.pdfbooksfree.pk

میں میرا رُخ مغرب و جنوب کی طرف تھا۔ راستے میں مجھے سلسلہ کوہ البرز کو طے کرنا پڑا۔ جس کی بعض چوٹیاں سارے ایران کے پہاڑوں سے زیادہ بلند ہیں۔ اور ہمیشہ سفید برف میں ڈھکی رہتی ہیں برف کی سفید سفید ٹوپیاں پہننے والے پہاڑوں کو سب سے پہلے میں نے یہیں دیکھا۔ یہاں کا منظر نہایت دلچسپ اور ساتھ ہی انتہا درجے کا ہولناک ہے۔ طہران میں میں نے تین مہینے قیام کیا۔ قریب قریب تمام علما و مجتہدین سے ملا۔ بعض امیروں اور شاہزادوں کی خدمت میں بھی بار یابی ہوئی یہاں کے لوگ میرے حال پر نہایت مہربان تھے۔ دعوتیں کرتے نقد نذرانے پیش کرتے۔ جن کو اپنی عادت کے موافق میں ہرگز نہ قبول کرتا۔

سب سے پہلے یہاں مجھے اس پر غور کرنے کا اتفاق ہوا کہ یہاں ارمنی، عیسائی یہودی اور مجوس آباد ہیں، مسلمان ان کو خصوص یہودیوں کو ذلیل سمجھتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر ان کو شرعاً ناپاک نہیں خیال کرتے اور ان کے ہاتھ کا کھانا کھا لینے میں مطلق تامل نہیں کرتے بلکہ بازار میں اکثر کھانے کی چیزوں کی دوکانیں یہود ہی کی ہیں۔ علماء سے پوچھا تو انہوں نے کہا "بجز مشرکین کے اور کسی مذہب کے لوگ ناپاک نہیں ہیں ان سے مناکحت و مواکلت جائز ہے"

اب میں نے طہران سے بھی روانہ ہونے کا سامان کیا اور ایک مہینے میں جنوب و مغرب کا سفر کر کے قدیم ہمدان میں پہونچا یہ شہر ایک زمانے میں دارالسلطنت تھا جس کا اثر آج تک یہ نظر آتا ہے کہ لوگوں میں شائستگی ہے نشست و برخاست کے تکلف بڑھے ہوئے ہیں مگر موجودہ حاکم کے مظالم کی وجہ سے سارا ہمدان اجڑا پڑا ہے اکثر لوگ بھاگ گئے اور جو ہیں اس لیے پڑے ہیں کہ اُن میں بھاگنے کی قوت

نہیں رہی۔

میں ہمدان کے شوق میں مغرب کی طرف آگے بڑھ گیا تھا اور بعض شہروں کی زیارت کا شوق دل کو بیتاب کیے ہوئے تھا جو جنوب کی طرف ہٹے ہوئے تھے اور مشرق میں پیچھے رہ گئے تھے چنانچہ ہمدان سے جنوب و مشرق کا سفر کر کے ایک مہینے میں اصفہان پہونچا جس کو خوب رونق پر پایا اور آگے بڑھ کے میں پرانے اصطخر کے کھنڈروں سے گزرا جو قدیم دولت ساسانی کی یاد دلاتے تھے۔ یہاں سے جنوب و مغرب کا رُخ کر کے پندرہ دن میں شیراز پہونچا۔ جس کے دیکھنے کا مجھے سب سے زیادہ شوق تھا اس لئے کہ حضرت شیخ سعدی اور خواجہ حافظ ابو اسحٰق شیرازی اور ملا صدرا اسی خاک سے پیدا ہوئے تھے اور وہیں پیوند زمین ہوئے ہیں نے گلگشت مصلی اور نہر رکنی کی سیر کی اور دو مہینے قیام کر کے روانگی کا ارادہ کیا تو شوق ہوا کہ ایران کے صوبہ آذربائیجان کو بھی آنکھوں سے دیکھ لوں جسے اس سلطنت میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

اس مقصد سے مجھے براہ راست شمال کی راہ لینی پڑی یا یوں کہیے کہ میں جس ارادے سے چلا تھا اور جس سمت کو ہر روز سفر کرتے وقت میرا رُخ رہتا اُس سے میں غافل ہو گیا۔ شیراز سے چلا تو میرا رُخ بالکل شمال کی جانب تھا۔ گاذرون۔ شوستر۔ خرم آباد اور کرمان سے گزرتا ہوا اُن پہاڑوں میں گھسا جو ایران میں نہایت ہی دشوار گزار اور پیچیدہ مشہور ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں بابک خرمی نے قیام کر کے خلافت عباسیہ کو اس کے عروج کے زمانے میں مدتوں پریشان رکھا تھا اور قافلوں کا گزر بند ہو جانے سے سارا ملک بدامنی کی حالت میں تھا ان

www.pdfbooksfree.pk

دشوار گزار منزلوں کی بڑا دخرابی بصرہ طے کر کے علاقہ آذر بائیجان میں داخل ہوا اور شیراز سے چلنے کے سات مہینے بعد تبریز کی شہر پناہ میں داخل ہوا۔ تبریز سے شمال کی جانب میں نے سنا کہ کوہ ارارات ہے جس پر عیسائیوں کے خیال میں حضرت نوح کی کشتی زمین سے لگی تھی اور اس سے آگے کوہ قاف ہے جس کا نام میں نے بچپن سے کہانیوں میں سنا تھا۔ ان چیزوں کا شوق مجھے کشاں کشاں پھر شمال کی طرف لے چلا۔

غرض دس روز کے سفر میں میں ارروان میں پہونچا۔ وہاں سے کوہ ادارت کی زیارت کرتا شہر باکو میں پہونچا جو بحر قزوین کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور اسی کے پاس سے کوہ قاف کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جس کی برف پوش چوٹیاں شمال کی طرف ہر وقت پیش نظر رہتی ہیں۔ ممکن تھا کہ میں اور شمال کی طرف بڑھ کے کوہ قاف کے اس طرف نکل جاتا..... جسے لوگ یاجوج ماجوج کی سرزمین کہتے ہیں مگر مغرب و جنوب کا سفر کر کے پندرہ دن میں تفلیس پہونچا۔ یہاں مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی۔ روسی۔ ارمنی اور گرجستانی سب آباد ہیں مسلمانوں میں شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی۔ ایک مہینہ تفلیس میں آرام لے کر میں نے جنوب کی راہ لی۔ قارص اور ارض روم ہوتا ہوا دریائے دجلہ کے کنارے پہونچ گیا اور اس کے ساتھ اس کے بہاؤ کی طرف سفر کرتا ہوا الطلیس میں پہونچا۔ پھر موصل میں آ کے چند روز دم لیا اور تکریت ہوتا ہوا بغداد میں داخل ہو گیا جو عراق کا دارالسلطنت ہے اور بنی عباس کا مرکز خلافت تھا یہاں فارسی، عربی ترکی اور کردی بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔

چند روز کے لئے میں نے بغداد کو اپنا مرکز سفر بنالیا۔ آرام لیکر اور اطمینان کے

ساتھ یہیں سے میں نے کوفے اور بصرے کی سیر کی۔ کوفے کے صرف کھنڈر رہ گئے ہیں مگر وہ کھنڈر بھی میری نظر میں قدامت کی قابل قدر یادگار ہیں۔ عربی نحو صرف انھیں دونوں شہروں کا زیر بار احسان ہے عربی رسم خط میں جتنی اصلاحیں ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے کبار صحابہؓ اور محترم بزرگان امت ان شہروں میں آئے تھے اسی علاقے میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما آرام فرما رہے ہیں خاص بغداد میں میں نے حضرت غوث الاعظم کے مزار کی زیارت کی۔ جنید و شبلی کے ایسے اہل اللہ کی تربتوں پر فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت علیؓ حضرت شہید کربلاؓ اور کاظمین کی زیارت سے آنکھیں روشن کیں۔

اس شہر اور اس کے قرب و جوار کو میں نے یہود کا بھی بہت بڑا مرکز پایا اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اکل و شرب اور کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے علما کو تامل نہیں۔ نہ ناجائز تصور کرتے ہیں اور نہ کسی قسم کی احتیاط برتتے ہیں۔

اٹھارہواں باب

بغداد میں تھا کہ شعبان کا مہینہ آیا۔ اور معلوم ہوا کہ دس بارہ روز بعد حجاج کا ایک قافلہ ارض حجاز کو روانہ ہوگا۔ اس لیے کہ ممالک ایران ترکستان

www.pdfbooksfree.pk

اور روس وغیرہ کے دس پندرہ ہزار عازمان حج جمع ہو گئے تھے۔ سنتے ہی میں بھی آمادہ ہو گیا۔ کارواں سرا میں جا کے دیکھا تو نظر آیا کہ خانہ بدوشوں کا ایک شہر بسا ہوا ہے جس میں ہر درجے ہر حیثیت اور ہر طبقے کے لوگ تھے چونکہ مختلف ملکوں کے رہنے والے تھے اس لیے سب کے رنگ حلیے اور وضعیں بھی بدلی ہوئی تھیں اسی کے مطابق سواریوں کا بھی حال تھا۔ اونٹ گھوڑے خچر گدھے سب ہی قسم کی سواریاں تھیں۔ اور اگرچہ ان کی اصلی چالوں میں بہت بڑا فرق ہے مگر مسافروں کی باہمی رفاقت اور قافلہ بندی کی ضرورت نے سب کی چال ایک کر دی تھی۔ سواری رکھنے والوں کے علاوہ تقریباً چار پانچ ہزار پیدلوں کا گروہ تھا جو انہیں سوار مسافروں کے ساتھ پیادہ دشت نوردی کر رہے تھے۔ مجھے ان لوگوں کی عجیب دلکش شان نظر آئی۔ اور اگرچہ بعض دولت مند شناساؤں نے چاہا کہ مجھے کوئی اونٹ یا خچر خرید دیں مگر میں نے منظور نہ کیا۔ اور پیدل چلنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

دو ہفتہ کے بعد ایک صبح کو کچھ رات رہے قافلہ روانہ ہوا اور میں پیدل ہونے باعث گرد کاروں بنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ چلا۔ بغداد ہی میں ہم دجلے کے پار اتر گئے۔ جہاں پرانے قبرستان میں ملے ہوئے پرانے اصلی بغداد کے کھنڈر دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے گرد نہیں بلکہ ان کے درمیان میں خلیفہ منصور کی بنائی ہوئی گول شہر پناہ کی جگہ ملبے کے تودوں کا مدور حلقہ نظر آتا ہے۔ دریا سے اترتے ہی ہم جنوب و مغرب کی طرف چلے۔ اور کئی اٹی ہوئی نہروں کو عبور کر کے دریائے فرات کے کنارے پہونچ گئے۔ اور شہر مسیب

میں دجلے کے بھی پار ہو کر ہم نے سیدھی جنوب کی راہ لی۔ یہاں کے مقدس مقامات اور عتبات عالیات کی زیارت میں پہلے ہی کر چکا تھا مگر قافلے والوں کو جو دور سے آئے ہوئے تھے شوق تھا کہ تمام متبرک آبادیوں کی زیارت کرتے ہوئے ارض حجاز میں پہونچیں۔ چنانچہ فرات کے پار ہوتے ہی انہوں نے کربلا اور مشہد حسینؑ کا رخ کیا۔ کربلا میں قافلہ آٹھ دن تک پڑا رہا۔ نویں روز ہم وہاں سے چلے تو بابل کے کھنڈروں میں گزرنے لگے یہ کھنڈر جو منزلوں تک چلے گئے ہیں اور بعض مقامات میں نہایت مہیب نظر آنے لگتے ہیں۔ عہد قدیم کی خدا فراموشیوں کی نہایت عبرتناک تصویریں ہیں قافلہ راستے راستے گزر رہا تھا اور میرا جی چاہتا تھا کہ ان منہدم آثار کی زیادہ دیر ٹھہر کے سیر کروں مگر رہبر بدوؤں سے معلوم ہوا کہ ان میں گزرنا نہایت دشوار ہے۔ علاوہ بریں یہاں ہر قسم کے موذی جانوروں درندوں اور سانپ بچھوؤں کی اس قدر کثرت ہے کہ ہر قدم پر ان کا سامنا ہوتا ہے ان سے بھی زیادہ بے رحم و خونخوار وحشی بدوی قبائل عرب ہیں جو ان منہدم آثار میں رہتے ہیں اور جو یکہ و تنہا مسافر مل جاتا ہے اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔

میں کچھ ایسی حالت میں گھر سے نکلا تھا کہ جینے کی کچھ زیادہ تمنا نہ تھی اسی لیے بار بار دل میں آتی کہ انھیں کھنڈروں میں جاؤں اور قافلے کا غلام بننے کے عوض آزادی کے ساتھ ساتھ تن تنہا سفر کروں مگر سب ساتھیوں نے بیوقوف بنانا شروع کیا اور ایسا قائل معقول کیا مجھے ان کا ساتھ چھوڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دوسرے روز انہیں گری پڑی عمارتوں کے سلسلے میں ایک اونچا ٹیلہ دکھائی

www.pdfbooksfree.pk

دیا جس کی نسبت معلوم ہوا کہ تلِ نمرود کہلاتا ہے میں نے کہیں تاریخ میں تو نہیں پڑھا مگر عوام میں مشہور ہے کہ یہ ایک نہایت ہی بلند مینار تھا جس کو نمرود نے خدا کا مقابلہ کرنے کو بنایا تھا اب اس مینار کی جگہ ملبے کا ٹیلہ ہے جہاں شائد نمرود ہی کی یادگار میں مچھروں کی اتنی کثرت ہے جتنی اور کہیں نہیں دیکھی گئی اسی سلسلے میں رہبروں نے اہل قافلہ کو بیر بابل بھی دکھا دیا جس کا قرآن میں ذکر ہے مگر اب کہیں کنویں کا نام نہیں ہے۔ ایک مصنوعی غار سا معلوم ہوتا ہے جس کو بیر بابل سمجھنا خدا جانے کہاں تک صحیح ہے لیکن اتنا سنا گیا ہے کہ کہ کوفے اور بصرے کے ساحر اپنا سحر جگانے اور مؤکلوں پر اپنا اثر قوی کرنے کے لیے یہاں آج تک آتے اور اس کے اندر ٹھہر کے عمل پڑھتے ہیں۔

ان کھنڈروں ہی کے سلسلے میں شہر حلہ آباد ہے جو سادات بنی فاطمہ کا ایک قدیم مرکز تھا علامہ مطہر حلی اور شیعوں کے اور بہت سے عالم اسی خاک سے پیدا ہوئے حلے میں زیادہ آبادی شیعوں کی ہے

یہاں سے بھی کئی سو حاجی ہمارے ساتھ ہو گئے اور ہم کوفے کے کھنڈروں میں پہونچے ان کھنڈروں کا سلسلہ بابل کے کھنڈروں سے مل گیا ہے چونکہ یہاں کے مکانوں میں اکثر وہی اینٹیں لگائی گئی تھیں جو بابل کے کھنڈروں سے لی گئی تھیں۔ لہذا ان دونوں اگلے پچھلے مسمار شہروں کی شان ایک ہی سی ہے مجھے کوفے کے کھنڈر دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی۔ اس شہر کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آباد فرمایا تھا اور بڑے بڑے نامور شرفائے عرب یہاں آ بسے تھے جنہوں نے علم و فضل میں بے انتہا ترقی کی۔ مگر ان لوگوں نے اپنی تمدنی

حالت ایسی خراب کر لی تھی کہ بے وفائی میں شہرۂ آفاق ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا ساتھ دا پھر آپ سے اور آپ کے خاندان والوں سے بیوفائیاں کیں بعد ازاں خلافت بنی امیہ کی طرفداری میں خاندان نبوت سے دغابازی کی اپنے آپ کو ان کا غلام بتا بتا کے بلایا اور دغا دی بعد ازاں اہل بیت کی طرفداری میں خلفائے بنی امیہ کے مخالف بنے ان سب باتوں کا انجام یہ ہوا کہ سارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور کوئی چراغ جلانے والا بھی نہ رہا کوفے سے مغرب کی طرف سفر کر کے قافلہ نجف میں پہونچا جہاں حضرت علیؓ کا مزار ہے مگر میں نے جہاں تک تاریخوں میں پڑھا ہے اس کو صحیح نہیں جانتا کہ آپ کہاں دفن ہوئے۔ حضرت حسنؓ نے پہلے آپ کو مسجد کوفہ کے کسی کونے میں دفن فرمایا تھا۔ اس کے بعد جسد اطہر کو لے چلے کہ مدینے میں دفن کریں مگر راستہ میں اونٹ جنازے کو لے کے بھاگا اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ آپ کہاں آغوش لحد میں سپرد کیے گئے مگر اس تحقیق سے قطع نظر کر لیا جائے تو نجف آج دنیا کی عظیم الشان زیارت گاہ ہے

نجف سے ہمارے قافلے نے جنوب کا رخ کیا اب جس راستے پر ہم جا رہے تھے وہی راستہ تھا جس پر فاتح عجم صحابہؓ کے قدم پڑے تھے اور اسی طرف سے داعیان اسلام نے آ کر دولت ساسانی کو زیر اور آتش پرستی کو پامال کیا تھا مگر افسوس کوئی ایسا اگلا جاننے والا موجود نہ تھا جو بتاتا کہ کس کس جگہ ان کے قدم پڑے تھے تاکہ میں اس خاک کو اٹھا کے آنکھوں سے لگاتا۔ تاہم میں اس زمین کا ادب و احترام کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

عہد قدیم کے منازل کا حال معلوم نہیں مگر ہمارا کئی ہزار اونٹوں کا قافلہ جو صحرائے عرب اور ارض نجد کو قطع کرتا سیدھا جنوب و مغرب کے کونے کے رخ پر اسی طرف نمازیں پڑھتا اور سجدے کرتا چلا جاتا ہے پہلے ہم نے رماحیہ میں پڑاؤ ڈالا پھر شبیکہ کے کنوؤں پر اُترے۔ آگے بڑھ کے لُینہ میں قیام کیا اور سخت دشت نوردی کر کے مقام الخیل میں پہونچے۔ پھر کہف میں اُترے آگے سفر کر کے قوّار میں ٹھہرے پھر انحاب میں منزل کی اور روانگی کے چالیسویں روز نجد کے چھوٹے شہر عنیزہ میں داخل ہو گئے۔

جو لوگ براہ راست مکہ معظمہ جانا چاہیں وہ عنیزہ سے جنوب کی طرف جاتے ہیں مگر ہمیں پہلے زیارت مدینہ طیبہ کا شوق تھا اس لیے ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد مغرب کی طرف کوچ کر کے الرائس میں پہونچے وہاں سے جنوب کی طرف مڑ کے حنیفہ سے روانہ ہو کر کوہ احد کے پہلو سے گزرتے ہوئے اس مقام میں پہونچے جہاں غزوۂ احد کا قیامت خیز معرکہ ہوا تھا اس وادی کے ہر ہر حصّے کو ہم نے نہایت خلوص عقیدت اور ذوق دینی سے دیکھا اس وادی کو خوب غور سے دیکھا جدھر سے کفار نے عساکر ثبوت پر نرغہ کیا تھا حضرت سید الشہداء حمزہؓ کی تربت کی زیارت کی اور تیسرے روز مقام حرف میں پہنچ گئے جو مدینہ طیبہ کے آنے جانے والوں کے لیے ایک نہایت مناسب اور مسنون قیام گاہ ہے۔

ہمارا قافلہ پہونچا ہی تھا کہ دوسرے دن وادی القریٰ یعنی ٹھیک شمال کی طرف سے شاہی قافلہ آ گیا اسی میں روم۔ شام۔ فلسطین۔ مصر اور تمام اقصای مغرب و شمال کے حاجی تھے بہت بڑا قافلہ تھا جس میں تیس ہزار اونٹوں سے کم

نہ تھے اسی کے ساتھ مصر سے نیا غلاف کعبہ آیا تھا جو ایک اچھی خوبصورت اونٹنی پر تھا وہ اور اس کی محمل بڑے شان و شکوہ سے آراستہ کی گئی تھی اور محمل عائشہ کے نام سے مشہور تھی کچھ ترکی فوج تھی جس کے ہمراہ فوجی باجے اور توپیں بھی تھیں جن کے لانے کا اصلی مقصد تو یہ تھا کہ بدویوں کی لوٹ مار سے محفوظ رہیں مگر اس کے ساتھ یہ مقصود بھی تھا کہ ترکی جاہ جلال اور عثمانی شوکت و اقبال کا نظارہ ساری دنیا کے حاجیوں کو نظر آئے۔

اب دونوں شامی و عراقی قافلے حرف میں اُترے ہوئے تھے اور یہ جھگڑ درپیش تھا کہ کون قافلہ پہلے مدینۃ النبیؐ کی طرف روانہ ہو شامی قافلے والے مصر تھے کہ ہم پہلے جائیں گے اور ان کے قافلہ سالار حسین پاشا جو خدیو مصر کے بھتیجے تھے دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اس سرزمین سے آئے ہیں جہاں کا فرماں روا خادم حرمین شریفین ہے مدینہ طیبہ کے تمام مصارف و وظائف کا متکفل ہے ہم ہی غلاف کعبہ کے حامل ہیں اور محمل عائشہ ہمارے ہمراہ ہے لہذا ہم سے پہلے جانے کا کسی کو حق نہیں ہو سکتا جب یہ نزاع بڑی تو ترکی فوج میں خبر ہو گئی وہ لڑنے کو تیار ہو گئے صفیں درست کر لیں اور توپوں کا رخ ہماری طرف کر دیا

ہمارے قافلہ سالار نقیب السّادات سید محمودؒ جیلانی تھے حضرت غوث الاعظمؒ کی نسل میں تھے اور خانقاہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ و متولی کے فرزند تھے ان کے دل میں خدا نے نیکی ڈال دی کہ بذاتِ خود حسین پاشا کے پاس چلے گئے اور کہا ہم جو پہلے جانا چاہتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ہمیں پہلے جانے کا حق ہے یا ہمیں کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ ہماری اتنی مجال ہے کہ

www.pdfbooksfree.pk

آپ سے سبقت لے جانے کا وہم و گمان بھی ہمارے دل میں پیدا ہو ہمیں پہلے جانے کا اصرار محض اس تمنا کے جوش سے ہے کہ آستان نبوت پر سب سے پہلے جبہ سائی کریں اور نیز یہ شوق متقاضی ہے کہ پہلے سے پہونچ کے شامی قافلے کے داخلے کی شان دیکھیں۔ لہٰذا آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ شوق آپ پر عظمت چاہنے کے لیے نہیں بلکہ آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے لیے ہے اس بات کو انہوں نے ایسے اچھے عنوان اور خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ حسین پاشا نے فوراً منظور کر لیا اور سید محمود کے واپس آتے ہی ہمارا قافلہ مدینے کی طرف چل کھڑا ہوا۔

چند ہی گھنٹوں میں مدینہ طیبہ کی شہر پناہ نظر آئی اور آگے تو روضۂ اقدس کا کلس دکھائی دیا جس کا جلوہ نظر آتے ہی ہم نے احترام کے خیال سے سر جھکا دیا جتنے لوگ سواریوں پر تھے زمین پر اتر پڑے اور ہم سب روضۂ اطہر کے سامنے سر جھکا جھکا کے کھڑے ہو گئے۔ بس نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی پندرہ بیس ہزار آدمی ادب و احترام سے سر جھکائے کھڑے تھے اور کلمۂ السلام علیک یا رسول اللہ ہر شخص کی زبان پر تھا دیر تک یہی حالت قائم رہی اور رقت طاری تھی۔

اب ہم سب اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے ہوئے پا پیادہ آگے بڑھے اور مدینہ طیبہ کے شمالی پھاٹک سے تھوڑی دور ہٹ کے داہنی جانب قافلے نے پڑاؤ ڈال دیا ہمارے پہونچنے کے دوسرے دن شامی قافلہ بڑے کر و فر سے آیا وہ لوگ توپیں فیر کرتے اور آتش بازی چھوڑتے ہوئے غیر معمولی شان و شکوہ سے آستان نبوت پر پہونچے اور اسی پھاٹک کے بائیں طرف تھوڑے فاصلے پر ٹھہر گئے

یہاں معمول ہے کہ ایک قافلے کے لوگ دوسرے قافلے والوں سے بہت کم ملتے ہیں۔ بلکہ حاجیوں اور زائروں کی عام حالت یہ رہتی ہے کہ ایک کو دوسرے کا حال بالکل نہیں معلوم ہوتے پاتا یہ امر میرے مذاق اور میری آرزو کے خلاف تھا۔ اول تو میرا خیال یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینۂ طیبہ میں ساری دنیا کے حاجیوں اور زائروں کے آنے میں شارع علیہ السلام کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر مبادلۂ خیالات کریں اور ایک دوسرے سے مانوس و آشنا ہوں گو وطنی مغائرت اور زبان کی ناآشنائی ہے مگر پھر بھی ہمیں اپنے غیر وطنی بھائیوں اور غیر زبان بولنے والے لوگوں سے مل جل کے اور باہمی تعلقات پیدا کرنا چاہئے دوسرے میرا خاص مقصد سفر یہ تھا کہ دیگر ممالک کے مسلمانوں سے مل کر اپنے شبہات کو رفع کروں۔

چنانچہ اپنے اغراض و مقاصد کے خیال سے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہموطنوں کی بہ نسبت دوسرے ملک والوں سے زیادہ ملتا جلتا میرا سارا دن اور رات کا بھی زیادہ حصہ یا اہل مدینہ اور مسجد نبوی میں صرف ہوتا یا شامی قافلے والوں میں عربی کا ایک طالب علم تھا اور خیال کرتا تھا کہ عربوں کی زبان بخوبی سمجھ لوں گا اور دو چار روز میں بے تکلف باتیں کرنے لگوں گا ایران میں اس کا تجربہ بھی ہو گیا تھا اس لیے کہ میں جیسی عربی جانتا تھا ویسی ہی فارسی بھی جانتا تھا قلمرو ایران میں داخل ہوا تو ابتداً وہاں کے لوگ سے ان کی زبان میں گفتگو کرنے میں کسی قدر دشواری پیش آئی مگر دو ہی چار روز میں ساری دشواری دور ہو گئی اور میں بآسانی ایرانیوں سے باتیں کرنے لگا مگر یہاں پہونچ کر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میں نے عربی پڑھی

www.pdfbooksfree.pk

ہی نہیں ہے یا میں نے کوئی اور عربی پڑھی ہے اور یہاں کے لوگ کوئی اور عربی بولتے ہیں عرب لوگ جب گفتگو کرتے تو میں غور کرتا اور اپنے پڑھے بہت ہی کم لفظوں کو ان کی زبان پر پاتا تقریباً دو ہفتوں کے بعد میں بعض بعض الفاظ کو سمجھنے لگا اور میرے خیال میں آنے لگا کہ جن الفاظ کو میں نے پڑھا ہے ان کو وہ کس انداز سے اور کس لہجے میں ادا کرتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ جب میں اپنی عربی میں کوئی بات کہتا تو وہ لوگ مطلق نہیں سمجھتے اور کبھی کوئی کچھ سمجھتا تو کہتا کہ یہ نحوی زبان بولتے ہیں،، اس جملہ کو سن کر میں خوش ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ میری عربی دانی کی داد نہ تھی بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا تھا کہ مجھے عربی نہیں آتی بعض ہمراہی ہندی مولویوں کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے شرما کے بولنا ہی موقوف کر دیا مگر مجھے شام و عرب والوں سے ملنا اور بے تکلف ہونا تھا لوگ لاکھ ہنستے اور بناتے مگر میں زبان ہلائے جاتا اور آخر ٹوٹی پھوٹی زبان بولنے لگا۔ اور جب اتنا ہو گیا کہ اپنا مطلب ان کے ذہن نشین کر دوں اور ان کا مطلب سمجھ جاؤں تو پھر روز بروز آسانی ہوتی گئی۔

میں نے مدینہ طیبہ سے اپنے عراقی قافلے کو چھوڑ دیا اور بڑی کوشش سے شامی قافلے کے ساتھ ہو گیا تین ہفتہ کے بعد مدینۃ النبیؐ اور اس کے اطراف کی زیارت کر کے شامی قافلے کے ساتھ میں نے مکہ معظمہ کی راہ لی اور پندرہ دن کے بعد جب اس مرکز توحید میں پہونچا ہوں تو خدا کے فضل و کرم سے بے تکلفی کے ساتھ وہاں کے لوگوں سے گفتگو کر سکتا تھا۔ اب مجھے اس کا بھی

امتیاز ہونے لگا کہ حجاز۔ یمن۔ شام۔ مصر۔ طرابلس الغرب تونس، بربر اور مراکش کی عربی زبان میں کیا فرق ہے یہاں تین سال تک سورت کے تاجروں کی فیاضی پر بسر کی اور حدیث پڑھتا رہا۔

کئی بار برکت حج سے شرفیاب ہوا۔ اور چار سال حجاز میں ٹھہر کے ایک شامی قافلے کے ساتھ میں نے فلسطین و شام کی راہ لی مدینہ طیبہ کی زیارت سے دوبارہ شرفیاب ہوتا ہوا وادی القریٰ میں پہونچا بلاد خیبر اور دیگر مقامات کی جنھیں حضرت رسالتؐ کی فخر کائنات ذات سے خصوصیت ہے زیارت کی پھر آگے بڑھ کے قوم ثمود کے آثار باقیہ اور پہاڑوں میں کھدے پُر شکوہ مکانات دیکھے اور تبوک میں پہونچا۔

انیسواں باب

واپسی وطن

تبوک قدیم الایام میں بنی غسان کی تاریخی سرزمین میں شامل تھا اور یہیں سے ارض فلسطین و شام کی سرحد شروع ہو جاتی ہے سنتا ہوں کہ کسی زمانے میں یہ مقامات نہایت آباد تھے اس لیے کہ عربی قافلے یمن سے حجاز ہوتے ہوئے شام میں اور پرانے تاجروں یعنی فنیقی لوگوں کے علاقے میں آتے تھے

www.pdfbooksfree.pk

ساری مشرقی دنیا اور ہندوستان وچین تک مال یہ لوگ اونٹوں پر لاد یمن سے لاتے اور سواحل شام سے وہ ساری مغربی دنیا میں پہونچتا ان قافلوں کی آمدورفت اس کثرت سے تھی کہ ہر وقت جرسِ کارواں کی آواز بلند رہتی اور قدم قدم پر اقامت گاہیں تھیں جہاں پچاس پچاس ہزار اونٹوں کا پڑاؤ پڑتا۔ اب چونکہ فرنگستان کے لوگوں نے ساری تجارت پر قبضہ کر لیا اور کُل مال براہ راست سمندر کے راستے سے جانے لگا اس لیے نہ وہ قافلے رہے اور نہ ان کی بارونق کارواں سرائیں۔ اب موسم حج میں صرف حاجیوں کے قافلے گزرتے ہیں مصر و شام کے بعض لوگوں کی مجھ سے ایسی دوستی ہوگئی کہ بغیر میری صحبت کے ان کا دل نہ لگتا خصوصاً قاہرہ کے ایک عالم شیخ احمد دمنہوری تو اس قدر مہربان ہوئے کہ میرا پاپیادہ سفر انہوں نے کسی طرح گوارا نہ کیا۔ میں نے اس پر اصرار کیا تو وہ خود اپنے اونٹ سے اُتر کے پیدل سفر کرنے لگے اور آخر مجبور ہو کر میں نے ان کے اونٹ پر ایک طرف بیٹھنا منظور کر لیا اور انہیں کی رفاقت سے میں نے ارادہ کر لیا کہ فلسطین و شام کے سفر سے پہلے مصر کا سفر کروں چنانچہ شہر غزہ میں پہونچ کے شام و مصر کے قافلے جب جُدا ہوئے اور مصریوں نے شام والوں کی رفاقت چھوڑ کے مغرب کا رُخ کیا تو میں بھی انہیں کے ساتھ ہوا اور دس پندرہ روز تک بنی اسرائیل کی وادی تیہ میں ان کی سنّت دشت نوردی ادا کر کے میں آب تماسخ کے کنارے پہونچا جو ایک بڑی بھاری جھیل ہے یہاں پانی میں گھڑیالوں کی اور صحرا میں بڑے بڑے ریچھوں کی اس قدر کثرت ہے کہ گزرنے والوں کو ان سے بچنے میں سخت زحمت برداشت

کرنا پڑتی ہے۔

اپنے مہربان دوست شیخ احمد سے میں نے سنا کہ حضرت موسیٰ کا وادیٔ سینا اور مقدس کوہ طور ہمارے جنوب میں ہے میں نے بہت ارادہ کیا کہ قافلے کا ساتھ چھوڑ کے اس وادی کی زیارت کا شرف حاصل کروں جہاں حضرت موسیٰ کو جلوۂ الٰہی نظر آیا تھا مگر انہوں نے کسی طرح نہ مانا اور کہا وہ اس علاقے میں جانا خودکشی ہے درندوں کی کثرت ہے اور درندوں سے زیادہ بے رحم صحرائی عرب ہیں۔

تماسخ کی جھیل سے آگے بڑھ کے دو ہی چار روز میں میں مصر کے جبل مقطم کے درّوں سے گزرنے لگا جو پہاڑ تاریخ اسلام میں بڑی عظمت رکھتا ہے اور بہت سے اکابر دین وہاں مدفون ہیں۔ ان کے مزاروں پر فاتحہ پڑھتا ہوا درّوں سے نکلا تو قاہرہ کی آبادی نظر کے سامنے تھی جو نہایت ہی شاندار شہر ہے مسجدوں کے میناروں اور گنبد اور عالی شان قصروں کے کنگرے عجیب و غریب عظمت کا منظر نظر کے سامنے پیش کر رہے تھے یہ سن کر اپنی خوش نصیبی پر ناز ہوا کہ قاہرہ کی بنیاد صحابہؓ کے ہاتھ سے پڑی ہے حضرت عمروؓ بن عاص نے اس کو آباد کیا خاص ان کے خیمہ کی وجہ سے اس کا پہلا نام فسطاط قرار پایا تھا مگر خلفائے بنی فاطمہ مصر نے اس کو اپنا مرکز خلافت قرار دیکر قاہرہ کے نام سے مشہور کر دیا۔

یہاں کئی مہینے تک اپنے دوست شیخ احمد صاحب کا مہمان رہا انہوں نے اپنے ہمراہ لے جا کے مجھے یہاں کی قدیم عمارتوں اور تاریخی یادگاروں کی سیر

www.pdfbooksfree.pk

کرائی ۔ فراعنہ کے بڑے بڑے قصروں اور ایوانوں کے کھنڈر گرے پڑے بت خانے اور ہیبت ناک بتوں کی مورتیں دیکھیں ان سر بفلک تودوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا جو اہرام مصری کہلاتے ہیں ۔ اور مصر والوں میں مشہور ہے کہ طوفان نوحؑ سے پیشتر تعمیر ہوئے تھے یہاں کے بت پرست فرماں رواؤں نے طوفان کی دست بُرد سے بچنے کے لیے ان تودوں کو جن کے اندر وسیع کمرے اور مکانات ہیں اپنا مامن قرار دیا تھا انہیں کے اندر مر کر رہ گئے اور ان کی لاشیں آج تک ان کے اندر محفوظ ہیں ۔

شیخ احمد دمنہوری یہاں کے مستند عالم تھے اور مقبول عام فقہا میں تھے ایک دن ان کے ہمراہ میں نے جا کے سید مرتضیٰ زبیدی کی زیارت کی جو قاموس کی شرح تاج العروس لکھ رہے تھے اور امام غزالی کی احیاء العلوم پر ان کی ضخیم ومبسوط شرح لوگوں میں شائع ہو چکی تھی ان کے علم وفضل کی اس قدر شہرت تھی کہ ممالک مغرب اور روم وشام سے جو لوگ سفر حج کے لیے گھر سے نکلتے ان کی زیارت کو بھی نہایت ضروری امر تصور کرتے ۔ حکومتِ مصر ہی نہیں خلافت عثمانیہ قسطنطنیہ بھی ان کا نہایت ادب واحترام کرتی ایسے بزرگ کی زیارت میرے لیے بہت ضروری تھی چنانچہ سید احمد صاحب کو بڑے اصرار سے ذریعۂ تعارف بنایا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

ان کی صحبت میں مجھے اپنے شبہات کا خیال آیا اور میں فوراً آمادہ ہو گیا کہ اپنے تمام شکوک مٹا لوں ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض کیا کہ ہندوستان کے علماء نصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے اور مسیحیہ لڑکی کے ساتھ عقد

کرنے کے خلاف ہیں حتیٰ کہ کوئی مسلمان لڑکی انگریزوں کے مذاق کی تعلیم پائے اگرچہ بظاہر اس نے اپنی وضع وقطع اور اپنے عقائد کو نہ بدلا ہو وہ اس سے نکاح کرنے کو بھی جائز نہیں بتاتے جناب اس بارے میں کیا فرماتے ہیں ۔؟"

سیّد مرتضیٰ :۔ ہندوستان میں یہود ونصاریٰ کا مطلق وجود نہیں ہے علماء ہند ان کے متعلقہ مسائل شرع سے ناواقف ہیں کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ہنود کے یہاں کا کھانا جائز سمجھتے اور بے تکلف کھاتے ہیں حالانکہ وہ بت پرست اور مشرک ہیں جن کی نسبت قرآن مجید میں نجس کا لفظ آیا ہے اور نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان کو وہ ناپاک سمجھتے ہیں اور ان کے ہاتھ کا پانی تک نہیں پیتے یہ مسلک نص صریح قرآنی کے مطلق خلاف ہے مگر محض مغائرت کے باعث ہندوستان کے فقہا نص کا بھی خیال نہیں کرتے ۔ ان مسائل کی سچی شان آپ کو شام وروم اور مصر میں نظر آسکتی ہے جہاں قرون اولیٰ سے آج تک مسلمان اور ذمیوں کا ساتھ رہتا چلا آیا ہے میں نے ان لوگوں کے ناپاک سمجھنے کے چند معاشرتی اور عقلی مصالح پیش کئے تو مولانا نے ہنس کے فرمایا ان باتوں پر نظر ڈالنا شارع علیہ السلام کا کام تھا ہمارا تمہارا نہیں ،،

اتنے بڑے بزرگ کی زبان سے یہ فتویٰ سن کر میں اپنی غلطی پر نادم ہوا اور یہی پہلا موقع ہے جب مجھے خیال آیا کہ اپنے متعصبانہ طرز عمل سے میں نے اپنے والدین کے دل کو صدمہ پہونچایا اور تم پر ظلم کیا اور یہی گھڑی جب میں آمادہ ہوا کہ گھر میں واپس آکر والدین سے معافی چاہوں اور تم پر جو بدگمانیاں کی ہیں ان سے توبہ کروں ۔

www.pdfbooksfree.pk

باتوں باتوں میں سید مرتضیٰ نے دہلی اور لکھنو کے کچھ حالات پوچھے میں نے جو کچھ خیال میں آیا بتایا اور ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے انہوں نے ہندوستان کے ان شہروں کو دیکھا ہے حیرت کے لہجے میں عرض کیا ۔ کیا آپ کبھی ہندوستان تشریف لے گئے ہیں؟ انھوں نے مسکرا کے اردو زبان میں کہا جانا کیسا کبھی میرا وطن ہی اطراف لکھنؤ میں تھا اور میرا مسقط الماس قصبۂ بلگرام ہے سندیلے اور لکھنؤ میں قیام رہا بعدازاں میں نے دہلی میں جا کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ میں زانوے شاگردی تہہ کیا دس برس ان کی خدمت میں رہ کر کشش دین مجھے ارض حجاز میں لے آئی حج کے بعد میں زیارت تربت حضرت ختم المرسلینؐ کے لئے مدینہ طیبہ میں گیا اور چونکہ ادب اور عربی دانی کا شوق تھا اس لیے مدینہ طیبہ سے ملک یمن کی راہ لی ۔ اور خاک زبیدہ میں پہونچا جہاں کے علما زبان عرب میں سب سے زیادہ تبحر رکھتے ہیں ۔

یہاں ایک محترم اور قابل ادیب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شاگردی اختیار کی اور گیارہ سال تک ان کی خدمت میں رہا اور عربی کے مختلف لغات اور محاورات میں بصیرت حاصل کرتا رہا اتنی مدت تک میرا توغل دیکھ کر وہ بزرگ میرے حال پر نہایت مہربان ہوئے اور مجھ سے کہا اگر تم یہاں کی سکونت کا مستقبل ارادہ کر لو اور وعدہ کرو کہ ہندوستان واپس نہ جاؤ گے تو میں اپنی بیٹی کا تمہارے کا ساتھ عقد کر کے تمہیں اپنا فرزند اور جانشین بنا لوں؟ میں نے قبول کر کے زبید کو اپنا وطن بنا لیا اور ان کی دامادی کے باعث زبید بلکہ سارے یمن میں مسلمانوں کا مقتدا بن گیا ۔ چند روز بعد میرے محترم خسر اور شیخ نے

سفر آخرت کیا اور ان کی وفات کے بعد اپنی بیوی کے مشورے سے میں مصر میں آیا اور یہاں کے لوگ اس قدر درپے ہوئے کہ اب میرا وطن و مسکن جو کہو مصر ہے لہذا اگرچہ میں زبیدی مشہور ہوں مگر اصل میں ہندی اور بلگرامی ہوں ۔

مجھے مولانا کے یہ حالات سن کر نہایت حیرت ہوئی اور عرض کیا ،، ہندوستان کے لیے یہ بڑی فخر کی بات ہے کہ اس کی خاک نے آپ کے ایسے صاحب علم و فضل امام زمانہ کو پیدا کیا انہوں نے کمال انکسار و فروتنی سے کہا خدا کرے میری حالت اس مقبولیت کے مناسب ہوا اور لوگ جیسی میری عزت اور قدر و منزلت کرتے ہیں میں اس کے قابل ہوں بعدازاں وہ دیر تک لکھنؤ کی سلطنت اور علمائے فرنگی محل کے حالات پوچھتے رہے جب وہ پوچھ چکے تو میں نے اپنی حالت اور اپنی بے خانمانی کی کیفیت بیان کی ان باتوں کو سن کر انہوں نے افسوس کیا اور فرمایا میرے دل میں خیال پیدا ہو چلا تھا کہ تم کو اپنے پاس رکھ لوں اور تصنیف و تالیف میں تم سے مدد لیا کروں مگر جو واقعات تم نے بیان کئے ان کا تقاضا یہ ہے کہ فوراً اپنے وطن جا کے اپنے ماں باپ سے معافی مانگو اور اگر اس لڑکی کا کہیں عقد نہ ہو گیا ہو تو فوراً اس سے شادی کرو ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تمہاری فلاح و بہبود اسی لڑکی کے ساتھ کرنے میں ہے جو علم و فضل کی ترقی کے علاوہ تمہارے لیے دنیوی اوج و عروج کا بھی ذریعہ ہو گی ۔

میں نے عرض کیا ،، میں یہاں تک آیا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ بلاد شام و روم کی بھی سیر کر لوں اور قسطنطنیہ کی زیارت کرنے اور خلیفہ وقت سلطان المعظم کا جلوہ دیکھنے کے بعد وطن کا ارادہ کروں اس کے جواب میں انہوں نے رکھائی کے

www.pdfbooksfree.pk

ساتھ کہا ،، تم کو اختیار ہے مگر میرے نزدیک تمہارے حق میں مصلحت یہی ہے کہ سب ارادے کو چھوڑ کے جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو لکھنؤ پہونچاؤ اس میں جس قدر دیر لگاؤ گے اسی قدر مضر ہوگا ۔

میں شیخ عصر مولانا سید مرتضٰی صاحب سے رخصت ہو کر گھر آیا تو مولانا سید احمد صاحب دمنہوری نے پوچھا کہ سنہری زبان میں مجھ سے اور مولانا سے کیا گفتگو ہوئی میں نے اپنے تمام حالات اور ان کے ارشادات سب بلا کم و کاست بیان کر دیتے سنتے ہی وہ سخت متفکر ہوئے اور کہنے لگے ایسی حالت میں تو آپ کو اسی وقت ہندوستان کا ارادہ کرنا چاہیے ۔ سند الوقت سید مرتضٰی ملہم بالغیب ہیں اور سب کو اعتقاد ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے وہی ہوتا ہے اب ایک گھڑی کے لیے بھی آپ کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے،، میرا ابھی واپس آنے کو جی نہ چاہتا تھا مگر ان کو اصرار تھا اور جب سامنا ہوتا یہی سوال کرتے کہ کس دن روانگی کا ارادہ ہے؟

ان واقعات کا تذکرہ انہوں نے ہر آنے جانے والے کے سامنے کیا اور چونکہ علامہ سید مرتضٰی سے سب کو ایسی ہی عقیدت تھی اس لیے جو سنتا مجھے الزام دینے لگتا کہ اس وقت تک کیوں نہیں گئے یہاں تک کہ سارے قاہرہ میں اس کی شہرت ہو گئی اور ایک مجذوب درویش یحییٰ مغربی جو طریقہ رفاعیہ کے رکن تھے اور بجز نارے مارے پھرنے کے کبھی کسی چھت کے نیچے قرار نہ لیتے دروازے پر آ کے چوکھٹ پر ڈنڈے مارنے اور چلانے لگے کہ،، ابھی تک گیا نہیں جا نکل دور ہو،، ان سب باتوں کا انجام یہ ہوا کہ ہر طرف سے یہی آواز آتی تھی کہ جا جا ۔

جلدی جا ۔،،

یہ حالت دیکھ کر میں مولانا سید مرتضٰی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک آپ کی زبان سے نکل جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف سے نکالا جا رہا ہوں اور اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا ہے جی چاہتا ہے کہ کم از کم اسکندریہ اور بیت المقدس کی تو زیارت کر لوں لیکن آپ کے حکم کے خلاف کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے ،،

فرمایا اس وقت تمہارا جانا ہی مصلحت ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو بہت بڑا صدمہ دے کر آئے ہو ۔ جس سے ان کا جان بر ہونا دشوار ہے اور شاید انہیں زندہ نہ پاؤ لڑکی یکہ و تنہا بے مونس و مددگار نصاریٰ کے زیر اثر ہو گی جس قدر جلد ہو سکے جاؤ اس سے شادی کرو اور اگر مقدس مقامات کی زیارت کا سچا شوق ہے تو شادی کر کے دوبارہ آ سکتے ہو اور کیا عجب کہ تمہاری انیس زندگی کو بھی حج و زیارت کا شوق ہو ۔ اس وقت میں بھی تم سے مل کے بہت خوش ہوں گا

میں نے عرض کیا حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے ارادہ کر لیا کہ کل ہی روانہ ہو جاؤں دعا فرمایئے کہ مع الخیر لکھنؤ پہنچ جاؤں ،، ارشاد ہوا ۔ "میں تمہارے لیے ہر وقت دعائے خیر کرتا رہوں گا مگر یہاں سے تم خشکی کی راہ سے ہندوستان جاؤ گے یا دریا کی راہ سے؟ ،،

میں ۔ "بدریا در منافع بیشمار است دگر خواہی سلامت بر کنار است مگر ارادہ ہے حضور جس راہ سے فرمائیں سفر کروں "

www.pdfbooksfree.pk

شیخ - ”دریا کی راہ سے جاؤ امن وامان کی راہ سے جاؤ گے اور جلد پہنچو گے“ یہ اطمینان بخش جواب پاکر میں نے شیخ سید مرتضیٰ کے ہاتھ چومے اور ان سے رخصت ہوکر سید احمد دمنہوری کے گھر آیا جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسباب باندھا اور رات کو کارواں سرا میں جاکے دریافت کیا کہ کل کوئی قافلہ شام یا عرب کی طرف جانے والا ہے یا نہیں۔ شیخ کی دعا کا اثر کہوں یا اپنی خوش نصیبی کہ معلوم ہوا صبح ہی کو ایک ہندی تاجر مصر کا مال لے کر ہندوستان جانے والا ہے جو یہاں سے بندرگاہ سواکم میں جائے گا اور وہاں سے ایک ہندی بوہرے کے جہاز پر جو اس کا منتظر ہے اسباب لاد کے جدہ عدن، عمان، مسقط بصرہ بندر عباس وغیرہ مقامات میں چند روز ٹھہرتا ہوا سورت جائے گا میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے خوشی سے اپنے ساتھ لے لینے کا وعدہ کیا۔

شیخ احمد دمنہوری کی مہربانی سے اب میرے سفر کی وہ شان نہیں رہی تھی کہ بے زاد راہ یا پاپیادہ سفر کرتا چنانچہ شیخ موصوف نے دو کرائے کے خچر منگوائے ایک پر میں خود سوار ہوا اور دوسرے پر اپنا اسباب رکھا اور صبح ہی کو کچھ رات رہے۔ اس ہندی تاجر کے قافلے کے ساتھ جنوب و مشرق کی راہ لی ایک ہفتہ میں ساحل بحر قلزم پر پہونچا سمندر کی صورت دیکھ کے مجھے ایک جھرجھری سی معلوم ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے لرزہ چڑھ آیا۔ نظر آتا تھا کہ جہاز پر سوار ہوکے آغوش سمندر میں جانا موت کے منہ میں جانا ہے مگر دل کڑا کیا علامہ سید مرتضیٰ کے تسلی دینے والے کلمات یاد کیے اور یکایک ایسا معلوم ہوا کہ جیسے سارا ڈر میرے دل سے نکل گیا اور میں بڑی مضبوطی کے ساتھ متلاطم

موجوں اور قعر بحر کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوگیا۔

تقریباً ایک ہفتہ اسباب لادنے اور جہاز کے کیل کانٹے درست کرنے میں صرف ہوا پوری ایک شب لنگر اٹھانے میں گزری اور صبح ہوتے ہی بانسوں اور بلیوں کے ذریعہ سے جہاز گہرے پانی میں کر دیا گیا اور ساتھ ہی مستولوں پر پردے کھول دیئے گئے۔ ہلکی خوشگوار ہوا چل رہی تھی جو پردوں میں بھری اور جہاز ہوا کے پردوں سے اڑتا ہوا جنوب کی طرف چلا۔ کپتان سے معلوم ہوا کہ بحر قلزم جہازوں کے لیے نہایت خطرناک ہے اس لیے کہ اس کے اندر جا بجا پہاڑ ہیں بعض پانی کی سطح کے قریب تک آگئے ہیں جو اوپر سے نظر نہیں آتے مگر جہاز ان کے قریب پہونچ گیا تو پاش پاش ہو جاتا ہے بعض بیچوں بیچ پانی میں اوپر نکلے ہوئے ہیں اور اگر ہوا قابو سے باہر ہوئی تو جہازوں کو ان سے ٹکرا کے غرق کر دیتی ہے۔

روز روانگی کے پانچویں دن بیچ سمندر میں ہمیں پانی کے اندر سے نکلی ہوئی دو چٹانیں دکھائی دیں جو دور سے تو ایسی نظر آئیں جیسے دو کچھوے سطح آب پر بیٹھے ہوئے ہیں قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ اچھی خاصی بلند پہاڑیاں ہیں جن کے کنارے اس قدر کھڑے ہیں کہ غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص ان کے اوپر چڑھ سکے۔ کپتان نے بتایا کہ دونوں پتھر اخوین (دو بھائیوں) کے نام سے مشہور ہیں۔ پھر ہنس کے کہا ”وہ انسان نہیں انہیں عفریت (دیو) کہنا چاہیے جو ایک ہی زمین سے اگنے کے باعث بھائی بھائی مشہور ہوگئے ہیں“۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہوا نہایت تیز ہوگئی اور ایک مہیب آواز کے ساتھ ہمیں ان دریائی پہاڑوں میں سے ایک کی طرف لے چلی یہ حالت دیکھتے ہی کپتان کی

www.pdfbooksfree.pk

رنگت بدل گئی گھبرا کے وہ اپنے عریبتے (کپتان کے بیٹھنے کا بلند مچان جو ہر جہاز میں ہوتا ہے) پر کھڑا ہو گیا اور زور سے گھنٹہ بجانے لگا اس کی آواز سنتے ہی سارے خلاصی اور ملازمین جہاز دوڑ دوڑ کے جمع ہو گئے فوراً پھرتی کے ساتھ تمام پردے لپیٹ دے گئے کہ جہاز ہوا کی دست بُرد سے بچے اور رفتار کم ہو پردوں کے لپیٹتے ہی جہاز کی رفتار دھیمی ہو گئی مگر پھر بھی ہوا کے جھونکے اسے دھکیل کے دور تک دوڑا دیتے اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب کوئی ظالم جھونکا اس کو پہاڑ پر جو بائیں جانب واقع تھا دے ٹپکے گا جہاز کے اس رُخ پر جدھر ٹکرانے کا اندیشہ تھا کپتان نے بہت سی گھاس اور سن کے گٹھے بندھوا دئے اور تمام لوگ کیا ملاح اور کیا مسافر سب بڑی بڑی بلیاں اور بانس لے کر اس جانب کھڑے ہو گئے جدھر پہاڑ سے مڈبھیڑ ہونے والی تھی جہاز آخر اس پہاڑ کے بالکل قریب پہونچ گیا اور ٹکرانے ہی کو تھا مگر غنیمت یہ ہوا کہ پردوں کے بندھ جانے سے ہمارے جہاز کی رفتار میں اتنا زور نہیں باقی رہا تھا اور جب ہمارے اور پہاڑ کے درمیان دو چار گز کی مسافت باقی رہی ہم نے بلیوں اور بانسوں کو ایسی قوت کے ساتھ اڑایا کہ ٹکرانے کے صدمے سے محفوظ رہے اور اور جہاز اس خطرہ سے بچ کے نکل گیا۔

ینبوع اور جدّے میں چار چار روز قیام کرنے کے بعد ہم لحم میں پہنچے اور وہاں سے لنگر اٹھایا تو تیسرے روز باب المندب کے اندر تھے جہاز رانوں کیلئے یہ نہایت ہی خطرناک مقام ہے کپتان نے سب مسافروں کو خطرے سے آگاہ کر دیا اور ہم سب کی یہ حالت تھی کہ زور و شور سے اذانیں دیتے خدا کو پکارتے اور دعائیں مانگ رہے تھے اور واقعی یہ نہایت ہی خوفناک مقام ہے ہمارے داہنے ہاتھ پر سمالی

لوگوں کی زمین تھی اور بائیں ہاتھ پر خاک عرب درمیان میں میرے اندازے سے تقریباً چار پانچ کوس کی مسافت تک سمندر ہے مگر بیچ تھوڑے سے حصے کے جو مشکل سے آدھے کوس خیال کیا جا سکتا ہے سارے سمندر میں پایاب سنگستانی زمین چلی گئی ہے ہوا اس محدود گہرے حصے سے ذرا بھی ادھر اُدھر ہٹا دے تو جہاز کے پرخچے اڑ جائیں اس پوری دریائی وسعت میں ہر جگہ چٹانیں اور سلیں نکلی نظر آتی تھیں جو ہم لوگوں کی نظر میں موت کی تصویریں تھیں۔

یہاں سمالی لڑکوں نے آ کے جہاز کو گھیر لیا جو ایسے پیراک ہیں کہ روپیہ یا پیسہ کوئی چیز چاہیے کتنی ہی مسافت پر پھینکئے غوطہ مار کے نکال لاتے ہیں۔ سنا گیا کہ کبھی کسی جہاز کو کمزور خیال کر کے یہ لوگ لوٹ بھی لیتے ہیں مگر عربی ساحل پر سلطان المعظم کی جانب سے ان لوگوں کی روک تھام کا ایسا اچھا بندوبست کیا گیا ہے کہ اب بہت ہی کم ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

بہرحال خدا کے فضل سے ہم اس خطرناک ناکے سے بامن و امان گزر گئے اور بجز اس کے کوئی واقعہ نہیں پیش آیا کہ ایک بوشہر کے سوداگر کی پگڑی جس میں کچھ اشرفیاں تھیں سمندر میں گر پڑی اور ساتھ ہی وہ کودا وہ میرنا جانتا تھا غوطہ کھا کے اُبھرا تو ایک چٹان سے ٹکرا گیا جو قریب ہی تھی اور سر میں سخت چوٹ آئی مگر روپے کے پیچھے چوٹ کو بھول گیا اور پھر غوطہ لگانے کو تھا کہ ایک چھوٹے سے سمالی لڑکے نے پگڑی نکال کے اس کے حوالے کر دی اس نے کھول کے اپنی اشرفیوں کی تھیلی نکالی اور اشرفیاں گن لیں تو صبر آیا اب یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ سمالی اس سے انعام مانگتا تھا اور وہ اس کو کچھ دینے سے انکاری تھا وہ اس پر اڑا ہوا

www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ میں خود نکال لیتا تم نے کیوں نکالی۔ بہت سے سہالی لڑکوں نے گھیر لیا اور اسے جہاز پر نہ آنے دیتے تھے مگر کپتان نے ان سب کو ڈرا دھمکا کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اس تاجر کو جہاز پر چڑھا لیا اور کہا تم کو کچھ انعام ضرور دینا چاہیے اب بھی اسے دینے سے انکار تھا سارے جہاز والے اسے سمجھا رہے تھے بعض اپنے پاس سے دینے پر آمادہ ہو گئے مگر وہ گنجوس زخمی سوداگر یہی کہے جاتا تھا کہ آپ کا جی چاہے دیجئے مگر میں نہ دونگا آخر سب نے زبردستی اس کی تھیلی چھین کے ایک اشرفی اس لڑکے کو دیدی جس نے پگڑی نکالی تھی مگر اس کی یہ حالت تھی کہ راستے بھر ایک ایک سے لڑتا اور روتا کہ تم نے میرا نقصان کرایا۔

یہاں سے روانہ ہونے کے دوسرے دن ہم عدن پہونچے عدن کا برہنہ سیاہ تاب پہاڑ عجب ہولناک منظر پیش کر رہا تھا میں چھوٹی کشتی پر اُتر کے گیا اور دیکھا کہ انگریزوں نے اسے تجارت کی منڈی قرار دے کے اچھی رونق دیدی ہے مگر یہاں سب سے زیادہ دشوار پانی کی فراہمی ہے انگریز انجینیر کنوؤں کا پتہ لگانے کی فکر میں رہتے ہیں مگر قدیم زمانے میں یہاں کے تاجداروں نے پہاڑ پر نیچے اوپر کئی بڑے بڑے تالاب بنا دیئے ہیں جن میں برسات کا پانی پہاڑوں سے اُتر کے جمع ہوتا ہے اور جب ایک تالاب بھر جاتا ہے تو پانی چھلک کے نیچے والے میں آتا ہے یونہی سب تالاب بھر جاتے ہیں اور ان میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ آبادی کے لیے کئی سال تک کافی ہو سکے اس طریقے سے ان لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اگر مسلسل پانچ چھ سال پانی نہ برسے تو لوگوں کو پانی ملتا رہے انگریزوں نے ان تالابوں کی درستی اور مرمت میں خاص کوشش کی ہے اور کرتے رہتے ہیں۔

پانچ دن تک ہم عدن کی سیر کرتے رہے اور چھٹے روز صبح سویرے بادبان کھول دیئے گئے اور ہم نے مشرق کی راہ لی حضرموت کے کئی ساحلی شہروں کے سامنے سے ہم گزرے مگر ہم نے قیام نہیں کیا بلکہ ایک شہر سے ایک چھوٹی کشتی پر بیٹھ کے چند مسافر آگئے جو عمان جانا چاہتے تھے اور کپتان نے ان کو سوار بھی کر لیا مگر لنگر نہیں ڈالا گیا اب ہم ملک عمان کی پہلی بندرگاہ میں پہونچے۔ لنگر ڈالا اور سلطان عمان کے لوگوں نے آکے جہاز کی تلاشی لی اس لیے کہ چند روز ہوئے یہاں بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ اب حکومت عمان ہر نئے آنے والے جہاز کی تلاشی لیتی اور ہر روانہ ہونے والے جہاز کو بھی بغیر تلاشی لیے لنگر نہیں اٹھانے دیتی۔

یہاں سے کئی تاجر ہمارے جہاز پر سوار ہوئے اور کئی اُتر گئے ہندوستان جانے کے لیے یہاں بہت سامال بھی لادا گیا اور ایک ہفتہ قیام کے بعد ہم نے ساحل شمال کا رُخ کیا چھٹے روز مسقط میں لنگر انداز ہوئے جو عمان کا صدر مقام ہے چوتھے روز لنگر اٹھایا تو پانچ روز میں اس مقام پر پہونچ گئے جہاں سے خلیج فارس شروع ہوتی ہے سامنے جزیرۂ بحرین کا ساحل ہے یہاں ان دونوں دنیا بھر کے سوداگروں کا ہجوم تھا اس لیے کہ یہاں بہترین اور سب سے بڑے موتی برآمد ہوتے ہیں بحرین کے لوگ غوطہ خوری میں سب جگہ کے غوطہ خوروں سے زیادہ کمال رکھتے ہیں اور پانی کے اندر جتنی دیر وہ ٹھہر سکتے ہیں کوئی نہیں ٹھہر سکتا اسی کی سیر دیکھنے کے لیے ہمارا جہاز پندرہ دن تک یہاں لنگر انداز رہا مجھے موقع ملا کہ بحرین اور یمامہ کے سواحل پر جا کے خوب سیر کروں اور دیکھ کر افسوس

www.pdfbooksfree.pk

ہوا کہ عمان سے یہاں تک جہاں حضور سرورِ عالم کے عہد میں یمامہ کا شہر آباد تھا ملک عرب میں تو خارجیوں کا زور ہے جو حضرت علیؓ اور حسنین رضی اللہ عنہم اور تمام اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں ان کی مصیبتوں پر خوشیاں کرتے اور عیدیں مناتے ہیں اور جزیرۂ بحرین والے سخت غالی شیعہ ہیں دونوں میں ہمیشہ فتنہ وفساد برپا رہتا ہے اور اکثر کشت وخون کی نوبت آجاتی ہے جو غیر فریق والے کو تنہا پا جاتا ہے طرح طرح کی ایذائیں دیکر بہت بُری طرح مارتا ہے۔

یہاں سے جہاز نے لنگر اٹھایا تو ہم قطیف ہوتے ہوئے دس روز میں شط العرب یعنی دریائے دجلہ وفرات کے دھانے میں داخل ہو کر بصرے کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے یہ بہت بڑی اور پرانی بندرگاہ ہے اس کی سیر میں پہلے کر چکا تھا افسوس یہاں کی تجارت تو فروغ پر ہے مگر اگلے علم وفضل کا نشان نہیں۔ میں نے اس قدیم مسجد کی زیارت کی جس میں بڑے بڑے ائمہ حدیث سفیان ثوری وغیرہ اور صدہا متجرین نحو وادب درس دے چکے ہیں اب سناٹا پڑا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جتنی اگلے دنوں یہاں کی زبان مستند مانی جاتی تھی اتنی ہی زیادہ اب بگڑی ہوئی ہے۔۔۔

یہاں سے جہاز نے لنگر اٹھایا تو سواحل عرب کو چھوڑ کے ہم ایران کے سواحل پر گزرنے لگے۔ فرات کے دھانے کی جو بہت سی شاخیں سمندر میں گرتی ہیں ان سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے دس دن میں ایران کی بندرگاہ بوشہر میں پہونچے اس شہر کی خوب سیر کی ایرانی میل جول کے بہت اچھے ہوتے ہیں ہمیں ان کی صحبت میں بڑا لطف آیا اور جی چاہتا تھا کہ زیادہ ٹھہریں مگر ایک ہی ہفتہ

میں جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور مملکت عجم کے کنارے بادبان اڑاتے ہوئے ہم پندرہویں روز بندر عباس پہونچے۔ یہاں ساحل کے کنارے ایک چھوٹا جزیرہ ہے جو ہرمز کہلاتا ہے ایک زمانے میں یہ بہت بڑی تجارت گاہ تھا اور ساری دنیا کے تاجر یہاں جمع رہا کرتے تھے چونکہ یہاں کی حکومت بھی ایران سے الگ تھی اور حاکم تاجروں کی بہت زیادہ رعایت اور سیاحوں کی خاطر داشت کیا کرتا تھا۔ اس لیے دنیا بھر کے تاجروں نے اس کو اپنا مرکز تجارت اور مستقر بنالیا تھا اور یہیں سے سارے ایران میں ملکوں ملکوں کا مال جاتا تھا اب اس پر ایران کا قبضہ ہو گیا اور حکام کو بعوض رعایت کے محصول وصول کرنے کی فکر ہو گئی انجام یہ ہوا کہ تاجروں کی آمد ورفت کم ہو گئی۔ اور اس سے بھی بڑھ کے یہ آفت آئی کہ انگریزی تاجروں نے ساحلی شہر بندر عباس کو تجارت گاہ قرار دے لیا۔

یہاں سے جہاز نے چھ روز قیام کر کے لنگر اٹھایا اور ہم مکران وبلوچستان کے سواحل کے سامنے سے گزرتے ہوئے دریائے سندھ کے دھانے پر پہونچے کراچی میں چار دن لنگر انداز رہے اور پھر چلے تو سندھ کا ٹھیا ڈاڑا اور گجرات کے بعض شہروں میں ایک ایک روز قیام کرتے ہوئے کھمبات اور وہاں سے لنگر اٹھا کے بندر عباس سے چلنے کے ڈیڑھ ماہ بعد سورت میں پہونچے گئے اور جہاز کے لنگر ڈالتے ہی میں نے ہندوستان کی خاک پر قدم رکھا۔

سمندر کے سفر میں ہمیں خوش قسمتی سے نہ کسی مرض سے سابقہ پڑا اور نہ کسی قسم کی اور تکلیف ہوئی۔ دو چار بار ہوا ذرا تیز چلی مگر اتنی تیز نہ تھی کہ اس کو طوفان کہا جائے میں سورت کی سرا میں ایک ہفتہ مقیم رہا دو گھوڑے خرید

www.pdfbooksfree.pk

لیے اور تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ پٹنہ اور ناگپور ہوتا ہوا تین مہینے میں دہلی پہونچا یہ راستہ نہایت ہی پُرخطر تھا مگر انگریزوں نے مرہٹوں کو کمزور کرکے گزرگاہوں کو خطروں سے صاف کرنا شروع کر دیا ہے جا بجا پولیس اور فوج کی چوکیاں اور پڑاؤ ہیں ٹھگ ہزاروں گرفتار کرکے مار ڈالے گئے اور جو باقی ہیں بجائے مسافروں کی جان لینے کے خود اپنی جانیں بچاتے پھرتے ہیں۔ ڈاکوؤں کا بھی استیصال ہو گیا تاہم خاندیس اور بندھیاچل کے علاقوں میں قزاقوں کا ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا ہمارے قافلے میں کئی فرنگی تاجر بھی تھے ان کی وجہ سے یہ بڑا فائدہ ہوا کہ جن مقامات میں لٹیروں کا اندیشہ ہوتا پندرہ بیس فوجی سوار قافلے کے ہمراہ ہو جاتے اور ہماری ساری فکریں دور ہو جاتیں۔

دہلی میں ایک ہفتہ میں نے قیام کیا اور مولانا سید مرتضیٰ بلگرامی کے حالات مولانا شاہ اسحٰق محدث دہلوی کی خدمت میں بیان کیے اور جن لوگوں کو انہوں نے فرمایا تھا ان کا سلام پہونچا دیا میں نے یہاں اپنے گھوڑے جو سورت میں خریدے تھے فروخت کر ڈالے انگریزوں کی کوشش سے جو بیل گاڑیوں کی ڈاک دہلی سے کلکتہ جایا کرتی ہے اسی میں بیٹھ کے کانپور آیا اور وہاں سے گنگا پار ہو کے آج صبح مع الخیر یہاں پہونچ گیا۔

میرا سفرنامہ تو ختم ہو گیا مگر اب یہ بتاؤ کہ میرے جانے کے بعد یہاں کیا واقعات پیش آئے؟ اور والد اور والدہ کا کیا حال ہوا؟ اور تم پر کیا گزری؟۔

بیسواں باب

شادی کا پیام

یہ ساری داستان ننھی نے بڑے شوق سے سُنی۔ پھر اپنی ساری رام کہانی سنائی اور پوچھا اب کیا ارادہ ہے؟۔

ولی اللہ ۔ ،، سچ یہ ہے کہ میرا ارادہ گھر آنے کا نہ تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ والدین اتنی مدت میں مجھے بھول گئے ہوں گے۔ اور کسی اچھے شریف لڑکے کے ساتھ تمہاری شادی کر دی ہو گی اور تمہارے دولھا ان کو میرے نعم البدل ملے ہوں گے یہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے گھر سے نکلتے ہی ماں باپ دونوں نے انتقال کیا اور تمہاری بسر کے لیے خدا نے یہ نئی صورت پیدا کر دی مگر مصر میں صاحب باطن دلی مولانا سیّد مرتضیٰ کے فرمانے سے مجھے والدین کے انتقال کا کھٹکا ہوا تھا اور تمہارے کنوارے بیٹھے رہنے کا یقین آ گیا اس پر بھی واپس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی دل میں کہتا تھا کہ کیا منھ لے کر تمہارے سامنے آؤں خصوصاً جب کہ میرے خیالات غلط نکلے اور میری بدگمانیاں بے اصل ثابت ہوئیں لیکن مولانا میرے پیچھے پڑ گئے ان کی زبان سے یہ الفاظ بھی سنے تھے کہ میری رفاہ و اصلاح

www.pdfbooksfree.pk

کا ذریعہ تم ہی ہو سکتی ہو اس کا مطلب اب تم سے مل کے سمجھ میں آیا کیونکہ خدا نے تم کو دولت منداور صاحب ثروت بنا دیا ہے۔

طاہرہ ۔" لیکن تم کو یہ کیسے یقین آیا کہ تمہاری خوشی پوری ہو جائے گی؟ مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کی جان لی وہ میری جان لینے اور مجھے تباہ کرنے میں کوئی بات اٹھا نہ رکھے گا اور یوں آسانی سے میں اس کی تمنا پوری کر دونگی"

ولی اللہ ۔" ایسا نہیں ہے مجھے واپس آنے میں جو کچھ حجاب تھا محض اپنے گزشتہ افعال وحرکات کی وجہ سے تھا ورنہ جب مجھ پر اپنے دینی عقیدے کی غلطی اور اپنی بے بنیاد بدگمانیوں کا بے اصل ہونا کھلا۔ میں کف افسوس ملتا تھا کہ کیسی اچھی شایستہ اور پڑھی لکھی دلھن کو میں نے محض اپنی حماقت کی بنا پر اپنے ہاتھ سے کھو دیا جو مجھے اپنی غلطی معلوم ہوتی گئی تمہاری قدر معلوم ہوتی گئی"

طاہرہ ۔" اب تو میرے دل میں نکاح کا خیال بھی نہیں باقی رہا اور جی چاہتا ہے کہ باقی زندگی بھی یوں ہی کاٹ دوں اور کسی اور کو اپنے ساتھ خراب نہ کروں شائد تم کو بھی اب آزاد رہنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہوگا ہاں اگر دولت وحشمت کی ضرورت ہے تو یہ سب دولت جو میرے پاس ہے تم ہی لے لو میں خوشی سے دینے کو تیار ہوں جو کچھ خدا نے دیا ہے لو۔ عزت وآبرو سے بسر کرو اور مجھے اپنے حال پڑا رہنے دو میں پڑھانے کی نوکری کر کے یا اور کسی طرح زندگی بسر کر لوں گی"

ولی اللہ ۔" اور زیادہ ذلیل کرو واقعی میں ذلیل کیے جانے ہی کے قابل ہوں حقیقت میں مجھ سا ذلیل شخص تمہارے قابل نہیں ہو سکتا لہذا میں تم سے کچھ نہ کہوں

گا میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ کا حکم بجا لا رہا ہوں انہوں نے ایک خوشخبری اور بشارت دی اور امیدوار بن کے آگیا نہ قبول کرو گی تو چند روز تمہاری نظر عنایت کا انتظار کر کے مصر واپس چلا جاؤں گا مگر اس طرح ذلیل نہ کرو تمہاری دولت وثروت تمہیں مبارک رہے میں نہ اس کا حق رکھتا ہوں اور نہ اس کا اہل ہوں اور نہ عقد ہو جانے سے از روئے شرع شریف تمہارا مال میرا ہو جائے گا تمہیں ہمیشہ اختیار رہے گا کہ اس کے کسی حصہ میں مجھے شریک کرو یا نہ کرو میرے لیے سب سے بڑی دولت تم ہو اگر تم مل گئیں تو سمجھوں گا کہ حضرت مولانا بلگرامی کے فرمانے کے مطابق میں بڑا اقبال مند ہوں۔ نہ ملیں تو سمجھوں گا کہ ان کی مہربانی وشفقت پر بھی میں نااہل تھا۔

طاہرہ ۔" اس روپے پیسے اور دولت کو میں کبھی اپنا نہیں سمجھتی فقط امانتدار ہوں اصل میں کپتان مکنتاش جن کو میں پاپا جان کہا کرتی تھی چچا جان یعنی تمہارے والد کے خاص دوست تھے اور انہیں کے سبب سے میرے حال پر مہربان ہوئے اس لیے اصلی حقدار ان کی دولت کے تمہیں ہو رہا عقد کا معاملہ اول تو چچا جان اور چچی کے مرنے کے بعد نہ کوئی شادی کرنے والا رہا اور نہ کوئی اس پر خوش ہونے والا۔ پاپا جان اور ماما جان موجود ہوتے تو بھی ایک بات تھی اس لیے کہ ان کو اس کا بڑا ارمان تھا"

ولی اللہ ۔" یہ سب میری نالائقیوں کا انجام ہے کہ والدین اور کپتان صاحب دونوں محض میرے باعث دنیا سے غم زدہ اور حسرت ناک گئے اس میں شک نہیں کہ اگرچہ اپنی حماقتوں اور غلطیوں سے آگاہ ہونے کے بعد میں تمہاری صورت کا عاشق سے بھی بڑھ کے ہوں باوجود اس کے اپنے آپ کو اس نعمت ودولت کے قابل نہیں سمجھتا اگر مولانا کا حکم نہ ہوتا تو گو کہ دن رات تمہارے نام کا وظیفہ پڑھتا رہتا مگر گمنامی وحسرت ہی میں جان دیدیتا۔

www.pdfbooksfree.pk

طاہرہ ۔" ایسے خدا رسیدہ ولی کامل کا حکم بجالانا تم ہی پر نہیں مجھ پر بھی فرض ہے اور جی چاہتا ہے کہ مصر میں جاکے انہیں کے قدموں پر زندگی ختم کر دوں لیکن تم سے ڈر لگتا ہے جب تمہارے بس میں ہو جاؤں گی خدا جانے تمہارا سلوک کیسا ہو گا تمہارے مزاج کی حالت دیکھ چکی تمہارے سلوک کو اچھی طرح آزما لیا پھر بتاؤ کہ اب کس امید پر اپنی چوٹی تمہارے ہاتھ میں دیدوں"

ولی اللہ ۔" میں نے اپنی حالت جو کچھ بیان کی ابھی تم کو اس کا یقین نہیں آیا"

طاہرہ ۔" یقین تو آیا مگر انسان کی طبیعت بدلتے کچھ دیر لگتی ہے؟ تمہیں کہہ رہے ہو کہ تم جو آئے اور عقد کرنے پر آمادہ ہوئے تو یہ فقط مولانا کے کہنے سے ہے خود اپنی ذات سے تمہیں شوق نہیں ۔"

ولی اللہ ۔" تم میرا مطلب سمجھنے میں غلطی کر رہی ہو یہ شوق تو اسی دن سے تمہارے فراق میں بے تاب و بیقرار رکھنے لگا جس روز اپنی حماقت اور غلطی کی اطلاع ہوئی مگر منہ دکھانے کی کسی طرح جرأت نہ ہوتی تھی اور سمجھتا تھا کہ میں اس قابل ہی نہ رہا کہ تم مجھے نگاہ محبت سے دیکھو یہاں آنے کا حوصلہ اور ایسی درخواست کرنے کی جرأت جناب مولانا کے ارشاد و اصرار سے ہوئی ۔"

طاہرہ ۔" مگر مجھے کیسے اطمینان ہو کہ پھر تم ویسی ہی بیوفائی اور سنگدلی نہ کروگے

ولی اللہ ۔" میرے نادم ہونے اور اپنے کئے پر پچھتانے سے دنیا میں انسان سخت سے سخت گناہ کرتا ہے اور پھر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے کیا ندامت و توبہ تمہارے نزدیک کوئی چیز نہیں؟ خدا گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے اور بندوں سے چاہتا ہے کہ وہ بھی لوگوں کا قصور معاف کیا کریں"

طاہرہ ۔" تم مجھے اس قدر پریشان کر چکے ہو کہ دل پر تمہارے اس وعظ کا اثر پڑنا مشکل ہے جی تو چاہتا ہے کہ جیسا تم نے ستایا ہے ویسا ہی میں بھی تمہیں ستاؤں"

ولی اللہ ۔" سچ تو یہ ہے کہ جتنا میں نے ستایا ہے اتنا تم نہیں ستا سکتیں یہ امکان سے باہر ہے کہ کوئی کسی کو ایسا ستا سکے اس لیے کہتا ہوں کہ انتقام سے دست بردار ہو کے قصور معاف کرو اور رحم سے کام لو ۔"

طاہرہ ۔" اچھا خیر دیکھا جائیگا اب تم خدا خدا کر کے یہاں آئے ہو دو چار روز یہاں رہو فرنگی محل میں جاکے اپنے استاد سے مشورہ کرو دوستوں سے صلاح لو اس کے بعد اگر مناسب معلوم ہوا تو میں بھی مان لوں گی"

ولی اللہ ۔" مگر مجھ میں اب صبر اور انتظار کی تاب نہیں یہ جو کہتی ہو کہ اپنے استاد سے مشورہ کروں تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں وہ آج بھی مخالف ہوں گے اور میں اب ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کروں گا کیونکہ ان سے بھی بڑے بڑے متبحر عالموں سے مشورہ لے چکا ہوں اور ممالک اسلامی کے علماء اتقیا اور فقہا و محدثین کی حالت اور ان کا مسلک اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں لہٰذا ان سے میں اب عقد کے بعد ملوں گا

طاہرہ ۔" یہ نہیں ہو سکتا سب سے پہلے مولانا محمد معین صاحب کو منظور کرنا چاہیے۔ تم انہیں قائل و معقول کر کے راضی کرو اس لیے کہ انہیں کو آکے نکاح پڑھنا ہوگا"

ولی اللہ ۔" یہ بھی تم نے مجھے ذلیل کرنے اور انتقام لینے کی ایک نئی صورت نکالی ہے اب مولانا کے پاس جاکر اپنے پرانے خیالات سے انکار کر دوں گا تو دل میں کیا کہیں گے اور جب اس نکاح کو والد مرحوم کے سامنے ناجائز بتا چکے تو اب وہ نکاح پڑھنے کو کیوں آنے لگے"

www.pdfbooksfree.pk

طاہرہ:" جن دلیلوں اور تجربوں سے تم نے اپنا عقیدہ بدلا ان پر ظاہر کرو گے تو وہ بھی اپنا فتویٰ بدل دیں گے تم ادھر ان کو راضی کرو اُدھر جب تک میں بھی رزیڈنسی میں نکاح کی اطلاع دیدوں اگرچہ کپتان صاحب مجھے اس کی پوری اجازت دے گئے ہیں اور ان کی میم صاحب کو بھی اس پر اصرار تھا اور ہے مگر وہ ولایت میں ہیں اور میرا نگراں دنیا میں جو کوئی ہے صرف رزیڈنٹ صاحب ہیں انہیں کو میرے ولی ہونے کی حیثیت حاصل ہے اس لیے بغیر ان کو خبر کیے ہیں ایسی جرأت نہیں کر سکتی،،

ولی اللہ:" میرے لیے یہ اس سے بڑی مصیبت ہے مجھے نکاح سے پہلے جا کے رزیڈنٹ صاحب سے ملنا پڑیگا ان کو تمام گزشتہ واقعات معلوم ہوں گے میرے سامنے ان کا اعادہ کریں گے ایک ایک بات کو کرید کرید کے پوچھیں گے بتاؤ میں انہیں کیا جواب دوں گا؟،،

طاہرہ - (مسکرا کر):" یہ اس سے بڑی مصیبتیں نہیں ہیں جیسی کہ تم نے اپنے ماں باپ پر اور مجھ پر ڈالی تھیں اس کے سوا میرا مصمم ارادہ ہو گیا ہے کہ شادی کے بعد ہی لکھنو کو چھوڑ کے تمہارے ساتھ مصر چلی چلوں جناب مولانا سید مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں اور انہیں کی اطاعت و خدمت میں زندگی بسر کروں جی تو یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رہتی لیکن اب پہلے مصر چلوں گی اور اگر مولانا اجازت دیں گے تو وہاں سے جا کے مدینہ شریف کی سکونت اختیار کر لوں گی یا خالی حج و زیارت سے فراغت کر کے واپس چلی جاؤں گی"

ولی اللہ نے مجبوراً سب باتوں کو منظور کیا - اور طاہرہ بیگم کے مکان سے ملا ہوا ایک انہیں کا چھوٹا مکان تھا جو خالی پڑا رہتا تھا اور اکثر ڈیوڑھی کے نوکر

چاکر اس میں رات کو جا کے سو رہتے تھے اسی میں جا کے قیام کیا نوکروں نے بیگم صاحب کے حکم سے اس میں جھاڑو دی ایک تخت اور دو چار پائیاں قرینے سے بچھا دیں ان پر فرش کیا اور جن جن چیزوں کی ضرورت تھی فراہم کر دیں ساتھ ہی ڈیوڑھی کے ایک خدمتگار کو حکم ہوا کہ ولی اللہ کے ساتھ جا کے اس مکان میں رہے اور ان کی خدمت کرے،،

اکیسواں باب

شادی

مولوی ولی اللہ جب اس مکان میں جا لیٹے تو امی جان نے پردے سے نکل کے طاہرہ بیگم سے کہا" بہن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تمہیں ان کے ساتھ شادی کرنے میں کیا عذر ہے؟"

طاہرہ:" اول مجھے اسی طرح خاموش بیٹھے رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر دوسری مصلحتوں کے خیال سے گوارا بھی کروں تو یہ دھڑکا دل سے نہیں جاتا کہ اب کی یہ کیا سلوک کریں گے"

امی جان:" آخر بیوی بدگمانی کی بھی کوئی حد ہے اُن بچارے نے تو سارا کچا چٹھا سنا دیا اور جو کچھ دل میں تھا کھول کے سامنے رکھ دیا"

طاہرہ:" مردوں کی یہی حالت ہے موافق ہوئے تو اُن سے بڑا کوئی دوست نہیں اور دل میں میل آ گیا تو جیسے ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا"

www.pdfbooksfree.pk

امی جان ۔" لیکن جسے غلطی میں پڑ کے ایسی مصیبتیں جھیلنا پڑی ہوں اس کی طبیعت نہیں بدلتی اور غنیمت جانو کہ ایک ولی کامل نے انھیں راہ پر لگایا ورنہ زندگی بھر کڑھ کڑھ کے جان دیتے اور منھ دکھانے کی جرأت نہ ہوتی۔"

طاہرہ ۔" اگر آپ کے نزدیک ان کا کہنا مان لینے کی ضرورت ہے بھی تو ابھی جلدی کیا پڑی ہے" امی جان نے انھیں بہت سمجھایا کہ دو چار ہفتہ یا مہینہ ٹھہر جانے میں مضائقہ نہیں۔ مگر اب خدا کے لئے تم ایسا غضب نہ کرنا کہ ان کا دل توڑ دو ذرا اس کا بھی خیال کرو کہ زندگی بھر کنوارا بیٹھا رہنا عورت کے لئے کس قدر دشوار ہے اور اگر کوئی عورت ایسی ہی دل کی مضبوط ہوئی بھی تو لوگ اُسے طرح طرح کی تہمتیں لگانے لگتے ہیں اور جو ملتا ہے دغا دینا چاہتا ہے۔"

طاہرہ بیگم کی خموشی اور گول گول باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ چند روز کے بعد ولی اللہ کے ساتھ نکاح کرلیں گی۔

تھوڑا بہت اطمینان کرکے امی جان اپنے گھر آئیں میں اُن کے بعد بھی دیر تک وہیں بیٹھا رہا۔ طاہرہ بیگم ایک سوچ میں پڑ گئی تھیں اور اگرچہ مجھ سے زیادہ کسی کی باتوں میں ان کا دل نہ بہلتا تھا مگر آج میری طرف بھی توجہ نہ کرتی تھیں چنانچہ میں بھی سلام کرکے اپنے گھر چلا آیا۔

دوسرے ہی دن مولوی ولی اللہ فرنگی محل جا کے اپنے استاد ملا معین صاحب سے ملے اور اپنے سفر کے حالات بیان کیے تمام واقعات خصوصاً مولینا سید مرتضیٰ صاحب ملنے کے حالات نے اُن پہ بڑا اثر کیا مگر انجام میں انہوں نے یہی کہا کہ" شام و مصر ممالک اسلام ہیں وہاں کی اور بات ہے یہاں یہ فتویٰ نہیں جاری ہوسکتا" ولی اللہ نے بہت کچھ بحث و تکرار کی مگر ملا صاحب نے کسی طرح نہ مانا اور آخر انہوں نے آ کے طاہرہ بیگم سے کیفیت بیان کی اور کہا، تم نے قید لگائی ہے کہ وہی نکاح پڑھیں اور وہ اپنے قول پر اڑے ہوئے ہیں میں نے لاکھ سمجھایا شرعی دلیلیں پیش کیں وہ ایک نہیں مانتے۔ ایسی حالت میں ان کے نکاح پڑھنے کی شرط لگانے کے یہ معنی ہیں کہ نکاح ہی نہ ہو۔"

طاہرہ ۔" اچھا وہ نہیں مانتے تو یہاں کے کسی اور عالم سے کہو کہ وہ فتویٰ دیں اور خود آ کے نکاح پڑھیں۔"

ولی اللہ ۔" کسی سے یہاں فتویٰ ملنا مشکل ہے جب ملا صاحب نے فتویٰ نہیں دیا تو کوئی نہ دے گا یہ ممکن ہے کہ بغیر کہے سنے کسی مسجد کے معمولی ملا کو بلا کے نکاح پڑھ لیا جائے۔"

طاہرہ ۔" یہ کیسے ہوسکتا ہے جس چیز کو عالم ناجائز بتائیں کسی معمولی شخص کے کرنے سے کیسے جائز ہو جائے گی؟"

ولی اللہ ۔" اگر میں سفر کرکے دہلی جاؤں تو غالباً وہاں کے علما فتویٰ دے دیں گے۔"

طاہرہ بیگم ۔" وہاں کے فتوے سے میرا اطمینان نہیں ہوسکتا۔"

ولی اللہ ۔" تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ ہم دونوں چلے چلیں اور وہاں مولینا سید مرتضیٰ صاحب سے نکاح پڑھوائیں جن سے بڑا عالم اور ان سے زیادہ برکت والی ولی دُنیا کے پردے پر نہیں ہے۔"

طاہرہ بیگم ۔" یہ مجھے خوشی کے ساتھ منظور ہے مگر اس کا فتویٰ لا دو کہ تمھارے

www.pdfbooksfree.pk

ساتھ سفر کرنا میرے لئے جائز ہے۔"

ولی اللہ۔" یہ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی جائز نہ بتائے گا تو یہ کہو کہ تم کو نکاح ہی منظور نہیں ہے۔"

طاہرہ بیگم۔ (ہنس کر) تو کیا تمہارا مطلب ہے کہ میں خلاف شرع کروں۔ اگر تم دل سے چاہتے ہو تو بہت سے عالموں اور فاضلوں سے ملو اور کسی نہ کسی سے فتویٰ حاصل کرو۔ لکھنو ہی پر موقوف نہیں یہاں کے قصبات اور گاؤں میں بہت سے عالم پڑے ہیں تم کوشش کرو۔ دوڑ دھوپ اور اصلی حالات بیان کرو تو ممکن نہیں کہ کوئی بزرگ فتویٰ نہ دے دیں۔"

ولی اللہ۔ اچھا اس کی بھی کوشش کروں گا مگر میں پوچھتا ہوں کہ میں نے بھی تو پوری کتابیں پڑھ لی ہیں بلکہ فقہ و حدیث یہاں کے عالموں سے زیادہ جانتا ہوں کیا میرے فتویٰ کا اعتبار نہیں ہو سکتا؟ اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کے کہتا ہوں کہ غلط فتویٰ نہ دوں گا۔"

طاہرہ بیگم۔" اگر خود تمہارا معاملہ نہ ہوتا تو میں دل و جان سے مان لیتی۔"

ولی اللہ۔" بہر حال میں جانتا ہوں کہ جتنا میں نے حیران کیا ہے اس سے زیادہ حیران کر دو گی تب مانو گی۔"

طاہرہ بیگم۔" تم جو چاہے خیال کرو مگر مجھے اپنا اطمینان کرنا ضروری ہے۔"

ولی اللہ۔" خیر اس کی تو کوشش کروں گا۔ لیکن بتاؤ کہ رزیڈنسی کا معاملہ طے ہو گیا

طاہرہ بیگم۔" وہاں کوئی جھگڑے کی بات نہیں ہے فقط اطلاع کرنا تھی وہ میں نے کر دی اگر لیزیڈنٹ صاحب کو کچھ دریافت کرنا ہو گا تو اپنی میم صاحب کو بھیج کر دریافت کر لیں گے۔"

اس کے بعد ولی اللہ پھر ملا معین صاحب کی خدمت میں گئے اور بہت کچھ آہ و واویلا کی۔ [illegible] سے کہا کہ محض آپ کے فتویٰ نہ دینے سے میری دنیا خراب ہوئی جاتی ہے اگر آپ ذرا بھی توجہ فرمائیں اور نرمی سے کام لیں تو میری زندگی سدھر جائے یہی نہیں کہ آپ کی بے مہری سے میں بہت بڑی دولت اور دنیوی عزت سے محروم ہو جاؤں گا۔ بلکہ میرا جینا بھی دشوار ہو جائے گا اس لئے کہ میں طاہرہ کے عشق میں بیتاب ہو رہا ہوں اور یہ آگ علامہ سید مرتضیٰ نے لگا دی ہے۔"

ملا صاحب۔" مگر جب تم خود بیان کر چکے ہو کہ تمہیں اس لڑکی کی دینداری اور عقیدے میں شبہ ہے تو میں کیسے فتویٰ دیدوں۔"

ولی اللہ۔" مگر اب میں حلف کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ اب اسے سچی مومنہ صالحہ جانتا ہوں۔ میری ساری بدگمانیاں دور ہو گئیں یقین آگیا کہ اس کے عقیدے میں خرابی نہیں ہے اور پوری پوری پابند شرع اور عابدہ و صالحہ ہے۔"

ملا صاحب۔" اگر تم یہ کہتے ہو اور صدق دل سے کہتے ہو اور اپنے گزشتہ یقین سے تم نے رجوع کیا تو میں بھی اپنی پہلی رائے سے رجوع کرتا ہوں۔" اتنا سنتے ہی ولی اللہ مولینا کے قدموں پر گر پڑے اور بیتاب کر دینے والے جوش مسرت سے کہا" آپ نے میری جان بچا لی۔"

مولینا۔" یہ نہ خیال کرو کہ تمہاری مروت یا تمہارے اصرار سے میں نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ بلکہ تمہارے اس بیان کے بعد اب میرا سچا فتویٰ یہی ہے۔"

ولی اللہ۔ تو مہربانی کر کے اتنی زحمت بھی گوارا فرمائیے کہ آپ ہی ایک دن تشریف لے چل کے نکاح بھی پڑھ دیجئے۔

www.pdfbooksfree.pk

ملا صاحب ۔" اس میں بھی مجھے عذر نہیں"

اس جواب پر نہایت مطمئن ہو کے ولی اللہ گھر میں آئے تو سیدھے طاہرہ بیگم کے پاس گئے اور کہا لو صاحب خدا نے بڑی مہربانی کی کہ مولٰینا محمد معین صاحب نے جواز نکاح کا فتوٰی دیدیا"

طاہرہ بیگم ۔" لاؤ دیکھوں انہوں نے کیا لکھا ہے"

ولی اللہ ۔" انہوں نے زبان سے کہہ دیا تو سمجھ لو کہ لکھ ہی دیا"

طاہرہ بیگم ۔" میں جب تک ان کا فتوٰی اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لونگی نہ مانوں گی اس میں یہ بھی صاف لکھا ہو کہ وہ لڑکی جس نے انگریزوں سے صحبت رکھی ہے ان سے تعلیم پائی ہے اور جس کی نسبت انہوں نے پہلے فتوی دیا تھا کہ مسلمان کا نکاح اس کے ساتھ ناجائز اب میں اس کے زیادہ صحیح حالات و عقائد معلوم کرنے کے بعد فتوٰی دیتا ہوں کہ وہ مومنہ صالحہ ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس کی صحبت میں رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں"

ولی اللہ ۔" تم نے پھر جھگڑا لگایا۔ خدا جانے وہ ان سب باتوں کو لکھیں گے یا نہ لکھیں گے"

طاہرہ ۔" آپ سے آپ لکھیں گے جس کی نسبت جو تہمت چاہیں گے لگا دیں اور اپنی غلطی معلوم ہونے پر بے گناہ بتانے میں عذر ہوگا"

ولی اللہ ۔" بیشک عذر نہ ہونا چاہیئے میں کہوں گا اور جہاں تک بنے کا قائل و معقول کر کے انھیں راضی کروں گا لیکن اب اگر مناسب جانو تو عقد کے لئے کوئی دن بھی مقرر کر دو تاکہ ساتھ ہی ان سے آنے کا وعدہ بھی لیتا آؤں"

طاہرہ ۔" اب مجھے کسی بات کا انتظار نہیں ہے اور تمھیں اختیار ہے جس دن چاہے بلا لاؤ مگر دو ایک دن پہلے ضرور معلوم ہو جانا چاہیئے تاکہ دو چار آدمی بلا لئے جائیں اور میں رزیڈنٹ صاحب اُن کے مددگاروں اُن کی میم صاحبوں اور رزیڈنسی کے چند اور ملازموں کو ضرور بلاؤں گی انھیں کے سامنے عقد ہوگا۔

اس گفتگو کے دوسرے روز ولی اللہ پھر فرنگی محل جا کے ملا محمد معین صاحب سے ملے اور طاہرہ بیگم کی بتائی ہوئی عبارت کا استفتا لکھ کر اُن کے سامنے پیش کیا وہ پڑھ کر مسکرائے اور کہا "تمھاری بیوی بڑی ہوشیار معلوم ہوتی ہے انہوں نے تم کو تو ذلیل کیا ہی اب مجھے بھی ذلیل کرنا چاہتی ہیں"

ولی اللہ ۔" معاذ اللہ! بھلا آپ کو کون ذلیل کر سکتا ہے یہ فرمائیے کہ وہ اپنی ذلت و رسوائی کو پوری طرح مٹا لینا چاہتی ہیں اور شاید آپ بھی انصاف سے یہی فرمائیں گے کہ انھیں اس کا حق ہے سچ یہ ہے کہ گزشتہ واقعات سے اُن پر بڑا ظلم ہوا جس کو انہوں نے بڑی عزت و آبرو عفت و عصمت اور نہایت صبر و شکر سے برداشت کیا اور اب مجھے قطعی طور پر معلوم ہو گیا اور اس کا یقین آگیا کہ میں نے جو خیالات ان کی نسبت قائم کئے وہ سراسر کذب و بہتان اور دروغ و افترا تھے اور جناب نے بھی میرے کہنے پر فتوٰی دیا"

ملا معین ۔ ان باتوں سے تو تم اپنے اور میرے دونوں کے اوپر بہتان لگانے کی حد شرع قائم کئے لیتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد ہمایوں ہوتا تو اس سزا سے نہ تم بچ سکتے ہو نہ میں بچ سکتا۔ خیر اگر تمھارا یہ آخری بیان صحیح ہے تو درگاہ الٰہی میں تم بھی توبہ کرو اور میں بھی توبہ کرتا ہوں اور جس طرح تمہاری توبہ کا ثبوت تمھارا ان کے ساتھ عقد کر لینا ہے ویسا ہی میری توبہ کا ثبوت یہ فتوٰی ہوگا" یہ کہہ کے مولٰینا نے کمال نیک نفسی

www.pdfbooksfree.pk

سے اس استفتا پر وہی الفاظ تحریر فرما کے دستخط کر دئے۔

ولی اللہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی اور کمال احسان مندی کے ساتھ عرض کیا" تو مولٰینا آج جمعرات ہے اور کل جمعہ ہوگا اس کے بعد جو جمعہ آئے گا اس میں جناب خود تکلیف فرما کے میرا اور اُن کا نکاح پڑھ دیں یہی ہم دونوں کی تمنا ہے اور اس سے بڑی اور کوئی آرزو نہیں مولٰینا نے یہ درخواست بھی بہ خوشی خاطر قبول فرمائی اور ولی اللہ نے فوراً واپس آ کے سارا حال طاہرہ بیگم سے بیان کیا۔

دوسرے ہی دن سے شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سارا انتظام میری والدہ کے سپرد ہوا۔ جو دس پندرہ روز کے لئے طاہرہ بیگم کے گھر میں چلی گئیں۔ طاہرہ بیگم نے اپنی تمام شناسا عورتوں اور نیز ان عورتوں کو جو بار بار شادی کی تحریک اور سازشیں کرنے کے جرم پر یہاں سے نکالی گئی تھیں اور اُن کی آمد و رفت موقوف ہو گئی تھی بلوایا رزیڈنسی کے ایک منشی صاحب کے گھر کی جو عورتیں مولوی عزیز اللہ مرحوم اور ان کی بیوی کے انتقال کے وقت طاہرہ بیگم کا دل بہلانے کو چند روز تک اُن کے ساتھ رہی تھیں وہ بھی بڑے اصرار سے بلا کے مہمان کی گئیں۔

رزیڈنٹ صاحب نے بھی مع اپنے ماتحت یورپین عہدہ داروں اور رزیڈنسی کے معزز ملازموں کے آنے کا وعدہ کیا ان کے میم صاحب پہلے سے آ کے شادی کا بندوبست کرنے لگیں اس لئے کہ کپتان کمناش کی وجہ سے حکام انگریزی اس کام کو خاص اپنا کام اور اپنا ایک اہم فرض جانتے تھے چنانچہ صاحب عالیشان ہی کی جانب سے امرا و معززین لکھنؤ کے نام شادی کے رقعے تقسیم ہوئے جن میں سب سے دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کی درخواست کی گئی تھی۔ رقعوں کی تقسیم ہونے سے پہلے رزیڈنٹ صاحب

نے ولی اللہ کو اپنے پاس بلا کے ان کے تمام حالات پوچھے۔ ان کی سرگزشت بڑے شوق سے سنی اور اگرچہ ابتدائی واقعات یعنی ولی اللہ کا گھر چھوڑ کے چلا جانا۔ مولوی عزیز اللہ اور انکی بیوی کی وفات اور طاہرہ بیگم عرف ننھی کی بے کسی و تنہائی نہایت دل خراش تھے۔ مگر اس انجام سے واقف ہو کر رزیڈنٹ صاحب بہت خوش ہوئے خصوص اس امر سے کہ مسیحیوں سے تعلقات معاشرت ترک کرنا جو ہندوستان کے علما کے نزدیک دین و مذہب کا بڑا ضروری مسئلہ تھا۔ ولی اللہ نے ممالک اسلام میں پھر کے اور بڑے بڑے علماء سے پوچھ کے اس کے خلاف فیصلہ کیا اور ملا محمد معین صاحب نے اپنے ایسے سخت فتوے سے آخر میں رجوع فرمایا۔

انھیں اہتماموں میں ہفتہ گزر گیا اور وہ مبارک جمعہ آیا جس کی شب کو عقد ہونے والا تھا اور صبح کو ہفتہ کے روز دعوت ولیمہ تھی امی جان نے دولہن کا نہایت بھاری جوڑا تیار کرایا اور انھیں نے ان کو بنا چنا کے دولہن بنایا۔ دولہا کی طرف سے اگرچہ کوئی بزرگ متہم نہ تھا مگر عقد سے پیشتر جو جوڑا ان کے لئے بھیجا گیا اسکو پہن کے اور پھولوں کا سہرا باندھ کے ولی اللہ بھی باوجود انتہا درجے کی ثقاہت و متانت کے دولھا بن گئے اور مولانا محمد معین صاحب نے اپنے بہت سے طلبہ کے ساتھ آ کر عقد پڑھ دیا۔

اگرچہ انتہائی خوشی کا وقت تھا اور اندر باہر سب خوش تھے مگر دولھا اور دلھن کی آنکھوں سے سہرے کے اندر آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا اس لئے کہ اس دن کی سب سے بڑی تمنا جن کو تھی اور جو اس تقریب پر سب سے زیادہ خوش ہونے والے تھے یعنی مولوی عزیز اللہ اور ان کی بیوی آغوش لحد میں آرام کر رہے تھے نہ کپتان

www.pdfbooksfree.pk

کنتاش زندہ تھے اور نہ انکی میم صاحب شریک تھیں۔

بائیسواں باب

ترک وطن

شادی کے بعد کئی مہینے ولی اللہ نے خاموشی سے بسر کیے میری عمر اگرچہ اب اٹھارہ انیس برس سے زیادہ ہوگئی تھی مگر طاہرہ بیگم مجھے اپنا بیٹا سمجھتی اور پردہ نہ کرتی تھیں۔ ولی اللہ نے آنے کے دو ہی چار روز بعد میرے حالات دریافت کئے اور طاہرہ بیگم نے اول سے آخر تک میری سرگزشت بیان کی تو بہت ہنسے اور مجھ سے محبت کرنے لگے بلکہ اکثر خانگی معاملات میں مجھ سے مشورہ کیا کرتے۔ شادی کے بعد ایک دن میری غیبت میں طاہرہ بیگم سے کہا "میرے نزدیک اب مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تم اس لڑکے کے سامنے آیا کرو۔ اب یہ جوان ہوگیا ہے اور شرعاً تمھیں اس سے نامحرموں کا سا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

طاہرہ "اب تو میں تمھارے بس میں ہوں جو حکم کرو گے اس پر عمل کروں گی"۔

ولی اللہ "میں نہ حکم دیتا ہوں اور نہ تمھیں مجبور کرتا ہوں فقط شرعی مسئلہ بیان کر دیا اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمھارا کام ہے"۔

طاہرہ بیگم "اس لڑکے کو میں نے بچپن سے پالا۔ بچھایا پڑھایا اور بیٹوں کی طرح رکھا

وہ بھی مجھے اپنی ماں ہی سمجھتا ہے اس سے یک بیک یہ کہہ دینا کہ اب تم یہاں نہ آیا کرو اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر پہلے یہ بتاؤ کہ اب تمھارا کیا ارادہ ہے؟"

ولی اللہ "میرا ارادہ کیا۔ جو تمھارا ارادہ ہو وہی میرا ارادہ ہے"۔

طاہرہ "مصر واپس جانے کا ارادہ ہے یا یہاں دل لگ گیا اور اب نہ جاؤ گے"۔

ولی اللہ "یہاں رہنے کو تو میرا جی نہیں چاہتا لیکن جانا یا رہنا تمھاری مرضی پر موقوف ہے۔ تم کو چھوڑ کے میں نہیں جا سکتا"۔

طاہرہ "شاید میرا کہنا تمھیں یاد نہیں رہا۔ میں تو نکاح سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ مصر میں چل کے مولانا کی خدمت کروں گی اور دیکھ رہی تھی کہ تم کیا کرتے ہو مگر تم نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ جیسے سارے منصوبے دل سے نکل گئے"۔

ولی اللہ "میں بھولا نہیں ہوں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو کیسے لے چلوں خشکی کی راہ سے چلنا اور ایسے ملکوں اور صحراؤں کی خاک چھاننا جہاں ہر جگہ لوٹ مار اور مار ڈالے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے مجھے بالکل ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ تاجروں کے جہازوں میں بھی تمھیں سخت تکلیف ہوگی اور پھر سمندر کی صورت ہی دیکھ کے خون خشک ہو جائے گا"۔

طاہرہ "تمھارے ساتھ میں آگ پانی جو ہو اس میں پھاند پڑنے کو خوشی سے تیار ہوں یہاں میرا کوئی ایسا عزیز نہیں ہے جس کے چھوٹنے کا زیادہ افسوس ہو دل میں عہد کر چکی ہوں کہ حج اور مدینے شریف کی زیارت ضرور کروں گی اور جب ملک عرب تک جاؤں گی تو پھر مصر میں پہونچنا کون مشکل ہے"۔

ولی اللہ "ایک صورت بہت اچھی تھی اور شاید تمھاری کوشش سے وہ بن بھی پڑے۔

www.pdfbooksfree.pk

طاہرہ ۔" دھکیا"

ولی اللہ"۔ تم صاحب رزیڈنٹ کی میم صاحب کو بلا کے ان سے کہو کہ کسی انگریزی جہاز میں بٹھا کے ہمیں مصر پہونچا دیں اور اپنے سفیر کے ذریعے سے ہمارے وہاں رہنے کا بندوبست کر دیں ۔ جو کچھ تمھاری دولت اور آمدنی ہے وہ تمھیں وہیں ملا کرے اگر انھوں نے منظور کر لیا تو ہم بڑی آسانی اور نہایت عزت کے ساتھ مصر میں پہونچ جائینگے ۔ اور وہاں کی سلطنت میں بھی ہماری بڑی قدر و منزلت ہوگی انگریزی جہاز رانی ایسی اچھی جانتے ہیں اور سمندر کے راستے انھوں نے اس درجہ امن و امان کے کر لئے ہیں کہ بمقابل اور لوگوں کے انھیں سفر دریا میں بہت کم نقصان پہنچتا ہے ماسوا اس کے دنیا کے ہر ملک میں اُن کے سفیر موجود ہیں اور ہر سلطنت انکی عزت کرتی ہے"۔

طاہرہ "ان کے ساتھ جانے میں حج اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار کی زیارت کیسے ہوگی؟"

ولی اللہ"۔ مصر پہونچنے کے بعد جب ہم وہاں سکونت اختیار کر لیں گے اور مفلس و محتاج نہ ہونگے تو ہر سال حج کو جا سکتے ہیں اور مدینہ شریف راستے میں پڑتا ہے آتے جاتے دو دفعہ زیارت ہو سکتی ہے"۔

طاہرہ ۔" میں نے تو اصل میں نکاح اسی امید میں منظور کیا ہے کہ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کے مصر کو اپنا وطن بناؤنگی جو خاص مسلمانوں کا ملک ہے مسلمان حکومت ہے ۔ اور پاک عربی زبان بولی جاتی ہے جس طرح تم چند دنوں میں عربی بولنے لگے ہو میں بھی بولنے لگونگی ۔ مولینا سید مرتضی کی مرید ہو کر اُنکی خدمت کروں گی اور دوسرے تیسرے برس حج کیا کروں گی ۔ میری جتنی دولت ہے اسکو بھی ہندوستان سے کوئی خصوصیت نہیں

انگریز ہے سلطنت جس طرح یہاں پہنچاتی ہے وہاں پہنچا دیا کرے گی ۔ رہے یہاں کے دو مکان یہ بیچ ڈالے جائیں گے اور میرا تو جی چاہتا ہے کہ یہ دونوں اسی لڑکے کے نام لکھ دوں جس سے تم پردہ کرنے کو کہتے ہو اور جب ہندوستان چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تو اس سے یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں کہ اب یہاں نہ آیا کرو ۔ میں تم سے پردہ کرتی ہوں"۔

ولی اللہ"۔ بہت مناسب ۔ لیکن یہ ارادہ کر لیا ہے تو رزیڈنٹ صاحب سے تحریک کرنی چاہیئے"۔

طاہرہ ۔" آج تم خود جا کے اُن سے ملو اور میرا اور اپنا یہ ارادہ بیان کرو ۔ ساتھ ہی انکی میم صاحب سے کہلا بھیجنا کہ کسی دن مجھ سے آ کے مل جائیں"۔

ولی اللہ ۔" میرا کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا تم کہلوا تب میں جا کے تفصیلی گفتگو کروں گا"۔

طاہرہ بیگم نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ کے رزیڈنٹ صاحب کی میم صاحب کو بھیجا جس میں اُن کو بلایا تھا ۔ دوسرے ہی روز وہ آئیں اور طاہرہ نے اپنے سفر اور مصر میں توطن اختیار کرنے کی تجویز بیان کی میم صاحب نے کہا" آپ نے بڑے اولوالعزمی کا ارادہ کیا مگر غالباً آپ کے عزیزوں اور ملنے والوں کو آپ سے بچھڑنے کا بڑا صدمہ ہوگا"۔

طاہرہ ۔" نہ میرا کوئی عزیز ہے اور نہ کسی سے میں نے اپنے تعلقات بڑھائے کہ میرے جانے سے اسکو تکلیف ہو مگر یہ فرمائیے کہ سرکار انگریزی بہ آسانی انتظام کر سکتی ہے کہ کپتان کمشنر کی جو کچھ آمدنی ہے مجھ کو وہاں مل جایا کرے اور سلطنت

www.pdfbooksfree.pk

برطانیہ وہاں بھی میری مددگار اور مربی رہے۔"

میم صاحب ۔" میرے شوہر سرکار انگریزی میں کچھ بھیجیں گے اور یہ غالباً منظور ہو جائے گا کیونکہ یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جہاں رہیں۔ سرکار آپ کی محافظ اور مددگار رہے بلکہ ایک بڑی آسانی یہ ہے کہ مصر میں میرے سگے بھائی جنرل مکنتری انگریزی سفیر ہیں میں انھیں اپنی چٹھی لکھ دونگی تو وہ آپ کا بہت خیال رکھیں گے۔"

طاہرہ ۔" تو یہ سب انتظام کتنے دنوں میں ہو جائے گا؟ میں جلدی جانے کا ارادہ رکھتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ خاص انگریزی جہاز میں انگریزوں کے ساتھ جاؤں۔ میرے ساتھ میرے شوہر ہونگے اور شائد دو ایک ملازم جائیں۔"

میم صاحب ۔" آپ جب چاہیں جا سکتی ہیں آمدنی کے دہاں منتقل کرنے کی کارروائی ہوتی رہے گی۔ اس کا صحیح جواب رزیڈنٹ صاحب دے سکتے ہیں رہا انگریزی جہاز میں جانا اس کا بندوبست میں خود کر دونگی مگر آپ کسی ہندوستانی خادم یا خادمہ کو ساتھ نہ لے جائیں۔ کلکتہ تک ایک خادمہ اور ایک خادم ساتھ رہیں۔ وہاں سے انھیں رخصت کر دیجئے۔ جہاز میں نوکروں کی ضرورت نہ ہوگی اور مصر میں یہاں کے نوکر کام نہ آئیں گے بلکہ انکی خدمت الٹی آپ کو کرنا پڑیگی۔

طاہرہ بیگم ۔" بہتر میں کسی کو نہ لے جاؤں گی مگر کیا مجھے کلکتہ جانا ہوگا؟ میرے شوہر تو سورت میں جہاز سے اترے تھے۔"

میم صاحب ۔" انگریزی جہاز کلکتہ سے روانہ ہوتے ہیں اگرچہ دکن کے بعض ساحلی شہروں میں ٹھہرتے ہوئے جاتے ہیں مگر آپ کے لئے کلکتہ جانا ہی آسان

اور مناسب ہوگا۔"

طاہرہ بیگم ۔" تو آپ جو رائے دیں گی اسی پر عمل کروں گی مگر مہربانی کر کے ان سب باتوں کا بہت ہی جلد انتظام فرما کے مجھے خبر کر دیجئے میری آمدنی کا مصر میں منتقل ہونا۔ سرکار انگریزی کا وہاں میرا مترجم و خبرگیراں رہنا اور انگریزی جہاز کا بندوبست ہونا یہ سب باتیں آپ کے ذمہ ہیں بس جس دن صاحب عالیشان فرمائیں گے میں روانہ ہونگی۔ بلکہ یہاں سے کلکتہ جانے کا انتظام بھی انھیں کو کرنا ہوگا۔"

میم صاحب اسی مضمون کی ایک درخواست طاہرہ بیگم سے لکھوا کے لے گئیں اسی دن اپنے شوہر سے گفتگو کی اور تیسرے روز ان کی تحریر آئی جس میں لکھا تھا کہ "جن امور کی آپ نے خواہش کی ہے ان کا انتظام تین مہینے میں ہو جائے گا سب انتظامات آپ کی خواہش کے مطابق ہو جائیں گے اس مدت کے بعد آپ سرکاری ڈاک کے ساتھ کلکتہ جائیں گی اور وہاں سے "پرشیا" نام جہاز کے مسافروں میں آپ کا نام درج کرا دیا گیا ہے لہذا اس سے پیشتر آپ روانگی کے لئے تیار ہو جائیں۔"

یہ خط آتے ہی سفر کی تیاریاں ہونے لگیں اور اگرچہ طاہرہ بیگم نے اپنے لکھنو کے مکانات اور جو کچھ چھوٹ جانے والا سامان تھا سب مجھے دے دیا مگر مجھے ان سے چھوٹنے کا ایسا صدمہ تھا کہ اکثر ماں باپ سے چھپ کے رویا کرتا۔ میرے لیے یہ دراصل آغوش مادر سے جدا ہونا تھا کسی کی سگی ماں نے اس کے ساتھ یہ نہ کیا ہوگا جو طاہرہ بیگم نے میرے ساتھ کیا۔ انہوں نے مجھے لکھایا پڑھایا اور آدمی ہی نہیں بنایا بلکہ مجھے ایک دولتمند رئیس بنا دیا۔ میری والدہ کو بھی صدمہ تھا مگر میرے صدمے کی کوئی حد نہ تھی

www.pdfbooksfree.pk

جی چاہتا تھا۔ کہ میں بھی ان کے ہمراہ مصر چلا جاؤں اور شاید وہ لیجانے پر راضی بھی ہو جاتیں مگر میرے والدین بھلا مجھے کیوں چھوڑنے لگے تھے"

تین مہینے میں سامان سفر درست ہوگیا اور آخر وہ حسرت ناک گھڑی آئی جب کہ طاہرہ بیگم مع اپنے شوہر کے مجھے اور میری والدہ کو اور اپنے تمام ملازموں کو روتا ہوا چھوڑ کے انگریزی ڈاک کے ساتھ کلکتہ روانہ ہوگئیں جاتے وقت انھوں نے سب نوکروں کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ سب زندگی بھر کے لئے فکر معاش سے بے پرواہ ہوگئے۔

میں نے چلتے وقت رو کے کہا "آپ کا جانا میرے لئے قیامت سے کم نہیں ہے۔ تمنا تھی کہ آپ کے قدموں سے نہ جدا ہوتا اور آپ جہاں جاتیں مجھے لیتی جاتیں یہ آپکو نہیں پسند ہے تو خط ضرور بھیجتی رہیے تاکہ آپکی حالت مجھے معلوم ہوتی رہے اور اپنی مصیبتوں کو آپکی خدمت میں عرض کرتا رہوں" انہوں نے آنسو پونچھ کے کہا "میرا دل ہمیشہ تم میں لگا رہیگا اور تمھارے خط ہی مجھے اپنے یہاں کی زندگی یاد دلاتے رہیں گے"

اس وعدے کا انہوں نے ہمیشہ خیال رکھا۔ کلکتہ پہونچتے ہی اپنی خیریت سے وہاں پہنچنے کی اطلاع دی۔ پندرہ روز بعد دوسرا خط آیا جس سے معلوم ہوا کہ اس کے لکھنے کے تیسرے روز وہ "پرلشیا" جہاز پر سوار ہو کے روانہ ہونے والی تھیں۔ اس کے پانچ مہینے بعد "عدن" سے ان کا خط ملا۔ اور اس کے دو مہینے بعد جو خط آیا اس میں لکھا تھا کہ وہ اور اُن کے شوہر خیریت سے مصر پہنچ گئے۔ انگریزی گورنمنٹ کی توجہ سے پہنچنے سے پہلے ہی امرائے مصر میں انکی شہرت ہوگئی تھی چنانچہ کئی معزز سرداران مصر اور سواروں کی ایک کمپنی نے مقام سویز میں جہاں وہ جہاز سے اتریں اُن کا استقبال کیا اور بڑی عزت و وقعت اور شان و شوکت سے قاہرہ میں داخل ہوئیں اور خدیو مصر کے مہمان کی حیثیت سے ایک

شاہی عمارت میں فروکش ہوئیں جانے کے دوسرے ہی روز مولینا سید مرتضیٰ کی مُرید ہوئیں اُن کے پڑوس میں ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ زیادہ انھیں کی خدمت میں حاضر رہا کیں۔

بعد کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ وہ بے تکلف عربی زبان بولنے لگیں کپتان مکناش کی جائیداد کی آمدنی جس طرح یہاں ملتی تھی وہاں ملنے لگی اور مصر کی اعلیٰ طبقے کی خاتونوں میں ان کا شمار ہے اکثر شہزادیاں اُن سے ملنے کو آتی ہیں اور وہ وہاں پر طاہرہ خانم کے لقب سے مشہور ہوئیں مگر باوجود اس دولت و حرمت کے وہ مولینا سید مرتضیٰ کی علمی خدمت کرتی رہتی ہیں ان کے مسودوں کو صاف کرتی ہیں اور اعلیٰ کتابوں پر چند ہی روز میں ایسی نظر ہوگئی ہے کہ اکثر مسائل میں مولانا کی تصنیف کے لئے مواد فراہم کرتی ہیں جس میں ان کے شوہر مولوی ولی اللہ بھی شریک رہا کرتے ہیں۔

بعد کے خطوط سے معلوم ہوا کہ محمل عائشہ اور مصری قافلے کے ساتھ انھوں نے تین حج کیے اور چھ بار زیارت تربت حضرت خیر الانام سے شرفیاب ہوئیں۔

میں بھی برابر اُن کو اپنے حالات فارسی میں لکھ لکھ کے بھیجا کرتا تھا مگر اُن کو یہاں کے معاملات سے بہت ہی کم دلچسپی تھی اسی اثنا میں پہلے میری والدہ نے اور پھر والد نے انتقال کیا اور اب میں خود مختار تھا۔ سرکاری ملازمت کی وجہ سے اور نیز اس دولت کے باعث جو طاہرہ بیگم سے ملی تھی بہت خوش حالی میں بسر کرتا تھا مگر جی یہی چاہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کے مصر چلا جاؤں اور انہوں نے بھی بلایا بلکہ لکھا اگر مصمم ارادہ ہو تو میں سفر خرچ بھیجدوں میرے اعزہ و احباب کسی طرح اجازت نہ دیتے تھے اور رسالداری چھوڑنے کے بالکل خلاف تھے تاہم میں روانگی ہی کی ادھیڑ بن

www.pdfbooksfree.pk

میں لگا رہتا۔

یہی حال تھا کہ لکھنو میں انتزاع سلطنت ہوا۔ بادشاہ اور جنرل صاحب مع اپنی والدہ اور ولی عہد بہادر کے کلکتہ کو سدھارے۔ اُن کے جانے کے بعد عذر ہوا۔ میرا گھر بار لُٹ گیا مکان سرکار نے کھدوا ڈالے۔ نہ وہ رسالہ رہا نہ وہ رسالداری نہ وہ عالی شان مکان رہے نہ وہ دولت۔ میں گرتا پڑتا کلکتہ آیا اور چونکہ طاہرہ بیگم کی عنایت سے فارسی لکھنا آگئی تھی۔ منشیوں اور نثاروں میں نوکر ہوگیا ایک مدّت تک طاہرہ بیگم کے پاس سے کوئی خط نہ آیا اور بعد کو ایک تحریر کے جواب میں مولوی ولی اللہ کا خط آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ طاہرہ بیگم ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑ کے دنیا سے سدھار گئیں اُن کی جائیداد شرعاً تقسیم ہوگئی اور مولوی ولی اللہ نے دوسرا عقد کرلیا۔ اس خط نے میرا حوصلہ پست کردیا ورنہ میں اب تک مصر میں پہونچ گیا ہوتا اب بجز اس کے کہ اُن کے لئے دعائے مغفرت کروں اور زمانے کی مصیبتیں جھیلوں میرے لئے کچھ نہیں رہا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk